امام، ابو الحسن، علی بن اسماعیل، اشعری رحمہ اللہ (260-324ھ) اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کے بارے میں مسلمانوں کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اہل سنت، یعنی اہل حدیث کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نہ تو جسم ہے اور نہ مخلوقات میں سے کسی چیز سے مشابہ ہے۔ وہ عرش پر مستوی ہے، جیسے خود اس نے فرما دیا ہے:

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طه : 5)

یعنی رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔

ہم اللہ تعالیٰ کی اس بات سے آگے نہیں بڑھتے، بل کہ یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا، اس کی کوئی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔

اہل سنت یعنی اہل حدیث یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نور ہے، جیسا کہ اس نے خود فرمایا:

﴿اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (النور : 35)

یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

اللہ تعالیٰ کا چہرہ بھی ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ﴾ (الرحمٰن : 27)

یعنی آپ کے رب کا چہرہ باقی رہے گا۔

اہل سنت یعنی اہل حدیث کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ بھی ہیں، جیسے فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (صٓ: 75)

یعنی (آدم کو) میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔

اہل سنت یعنی اہل حدیث اللہ تعالیٰ کی دو آنکھوں کا بھی اقرار کرتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

﴿تَجْرِی بِاَعْيُنِنَا﴾ (القمر: 14)

یعنی وہ (نوح علیہ السلام کی کشتی) ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی۔

اہل سنت یعنی اہل حدیث کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے فرشتوں سمیت آئے گا، جیسا کہ اس نے خود فرمایا:

﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ (الفجر: 22)

یعنی آپ کا رب اور فرشتے قیامت کے دن صف در صف آئیں گے۔

نیز اہل سنت یعنی اہل حدیث یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (ہر رات) آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں مذکور ہے۔

اہل سنت یعنی اہل حدیث صرف وہی بات کہتے ہیں جو اللہ کی کتاب یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی (صحیح) حدیث میں مذکور ہو۔

اس کے برعکس معتزلہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہوا، لیکن اس معنیٰ میں کہ وہ اس پر غالب ہوا۔ جب کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ استوا سے مراد بیٹھنا اور قرار پکڑنا ہے۔

(اہل سنت و اہل حدیث ان گمراہیوں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں)۔''

(مقالات الإسلاميّين واختلاف المصلّين، ص: 211)

تفصیلی فہرستِ مضامین

فضائل درود

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (الشرح 94 : 4)

''(اے نبی!) ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا۔''

اہل علم اس کے تین معانی بیان کرتے ہیں؛

① نبوت ورسالت کے لازوال اعزاز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو بلندی نصیب فرمائی۔

② آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند کیا، جیسا کہ دنیا میں بلندی عطا فرمائی۔

③ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر ہو گا۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَتَانِي جِبْرِيلُ، فَقَالَ : إِنَّ رَبِّي وَرَبُّكَ يَقُولُ : كَيْفَ رَفَعْتُ لَكَ ذِكْرَكَ؟ قَالَ : اللّٰهُ أَعْلَمُ، قَالَ : إِذَا ذُكِرْتُ ذُكرتَ مَعِيَ .

''جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور بتایا: آپ کا اور میرا رب فرماتا ہے: میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا۔''

(تفسير الطبري : 235/30)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (3382) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر درود وسلام پڑھنا ایک مؤمن کا حق ہے، جو ماں باپ کے حق سے بڑھ کر ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی قدر پر درود وسلام پڑھنا دراصل حکم الٰہی کی تعمیل ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت وعقیدت کی علامت ونشانی ہے، کیوں کہ محبّ اپنے محبوب کے ذکرِ خیر میں مشغول رہتا ہے۔ نبی پاک ﷺ کے ذکرِ خیر سے کوئی غافل ہی محروم ہوسکتا ہے۔ یہ مبارک عمل اللہ اور اس کے فرشتوں کی سنت ہے۔

قرآنِ کریم کی روشنی میں :

❀ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيمًا﴾ (الأحزاب : 56)

''بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں، مومنو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجا کرو۔''

❀ امامِ مفسرین، علامہ طبری رحمہ اللہ (۲۲۴۔۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ يَحْتَمِلُ أَنْ يُّقَالَ : إِنَّ مَعْنٰى ذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ يَرْحَمُ النَّبِيَّ، وَتَدْعُو لَهٗ مَلَائِكَتُهٗ وَيَسْتَغْفِرُونَ .

''اس آیت کا یہ معنیٰ کرنا بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ پر رحم فرماتا ہے اور اللہ کے فرشتے آپ ﷺ کے لیے دُعا واستغفار کرتے ہیں۔''

(جامع البیان في تأویل آي القرآن، المعرف بـ تفسیر الطبري : 19/174)

❀ شارحِ صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ) علامہ حلیمی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مَعْنَى الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْظِيمُهُ، فَمَعْنٰى قَوْلِنَا : اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ؛ عَظِّمْ مُّحَمَّدًا، وَالْمُرَادُ تَعْظِيمُهُ فِي الدُّنْيَا بِإِعْلَاءِ ذِكْرِهٖ وَإِظْهَارِ دِينِهٖ وَإِبْقَاءِ شَرِيعَتِهٖ، وَفِي الْآخِرَةِ بِإِجْزَالِ مَثُوبَتِهٖ وَتَشْفِيعِهٖ فِي أُمَّتِهٖ وَإِبْدَاءِ فَضِيلَتِهٖ بِالْمَقَامِ الْمَحْمُودِ، وَعَلٰى هٰذَا؛ فَالْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿**صَلُّوْا عَلَيْهِ**﴾ : اُدْعُوا رَبَّكُمْ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ .

''نبی ﷺ پر دُرود کا معنیٰ آپ ﷺ کی تعظیم ہے۔ہم جب اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہتے ہیں تو مراد یہ ہوتی ہے کہ اے اللہ! محمد ﷺ کو عظمت عطا فرما۔دنیا میں آپ ﷺ کو عظمت دینے سے مراد آپ کے ذکر کو بلند کرنا، آپ کے دین کو غالب کرنا اور آپ کی شریعت کو باقی رکھنا ہے، جب کہ آخرت میں آپ ﷺ کو عظمت دینے سے مراد آپ کے ثواب میں اضافہ، آپ کی اپنی امت کے لیے شفاعت کو قبول کرنا اور مقامِ محمود کے ذریعے آپ کی فضیلت کو ظاہر کرنا ہے۔اس معنیٰ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان : ﴿**صَلُّوْا عَلَيْهِ**﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ربّ سے دُعا کرو کہ وہ آپ ﷺ کو عظمت عطا فرمائے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 156/11)

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ (691-751ھ) لکھتے ہیں :

بَلِ الصَّلَاةُ الْمَأْمُورُ بِهَا فِيهَا هِيَ الطَّلَبُ مِنَ اللّٰهِ مَا أَخْبَرَ بِهٖ عَنْ صَلَاتِهٖ وَصَلَاةِ مَلَائِكَتِهٖ، وَهِيَ ثَنَاءٌ عَلَيْهِ وَإِظْهَارٌ لِّفَضْلِهٖ وَشَرَفِهٖ،

وَإِرَادَةُ تَكْرِيمِهِ وَتَقْرِيبِهِ، فَهِيَ تَتَضَمَّنُ الْخَبَرَ وَالطَّلَبَ، وَسُمِّيَ هٰذَا السُّؤَالُ وَالدُّعَاءُ مِنَّا نَحْنُ صَلَاةً عَلَيْهِ لِوَجْهَيْنِ؛ أَحَدُهُمَا أَنَّهُ يَتَضَمَّنُ ثَنَاءَ الْمُصَلِّي عَلَيْهِ وَالْإِرَادَةَ بِذِكْرِ شَرَفِهِ وَفَضْلِهِ وَالْإِرَادَةَ وَالْمَحَبَّةَ لِذٰلِكَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَقَدْ تَضَمَّنَتِ الْخَبَرَ وَالطَّلَبَ، وَالْوَجْهُ الثَّانِي أَنَّ ذٰلِكَ سُمِّيَ مِنَّا صَلَاةً لِّسُؤَالِنَا مِنَ اللّٰهِ أَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَصَلَاةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ؛ ثَنَاؤُهُ وَإِرَادَتُهُ لِرَفْعِ ذِكْرِهِ وَتَقْرِيبِهِ، وَصَلَاتُنَا نَحْنُ عَلَيْهِ؛ سُؤَالُنَا اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْ يَّفْعَلَ ذٰلِكَ بِهِ .

’’اس آیتِ کریمہ میں جس درود کا حکم دیا گیا ہے، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے اس کے اور اس کے فرشتوں کے درود کی طلب ہے۔اس میں نبی اکرم ﷺ کی ثنا، آپ کے فضل وشرف کا اظہار اور آپ کی تکریم و قربت کا ارادہ ہے۔اس درود میں خبر (آپ ﷺ سے عقیدت کا اظہار) اور طلب (اللہ سے آپ ﷺ کے لیے سوال) دونوں چیزیں موجود ہیں۔ ہماری طرف سے اس سوال ودعا کو درود دو وجہ سے کہا گیا ہے؛ایک تو اس لیے کہ جب نمازی نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتا ہے تو اس میں آپ ﷺ کی مدح اور آپ کی شرف وفضیلت کا ذکر ہوتا ہے، نیز اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا ارادہ ہوتا ہے۔یوں اس میں خبر وطلب دونوں موجود ہیں، ہمارے سوال اور ہماری دعا کو درود کہے جانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ پر درود کرنے کی دعا کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا درود درحقیقت آپ ﷺ کی ثنا اور آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کرنا اور آپ ﷺ کو اپنا قرب عطا فرمانا ہوتا ہے۔جب کہ ہمارے درود پڑھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ایسا

کرنے کی دعا کرتے ہیں۔''(جلاء الأفهام، ص: 162)

امام اہل سنت، مؤرّخِ اسلام، حافظ ابن کثیر ﷫ (700-774ھ) فرماتے ہیں:

وَالْمَقْصُودُ مِنْ هٰذِهِ الْآيَةِ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَخْبَرَ عِبَادَهٗ بِمَنْزِلَةِ عَبْدِهٖ وَنَبِيِّهٖ عِنْدَهٗ فِي الْمَلَإِ الْأَعْلٰى؛ بِأَنَّهٗ يُثْنِي عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ، وَأَنَّ الْمَلَائِكَةَ تُصَلِّي عَلَيْهِ، ثُمَّ أَمَرَ تَعَالٰى أَهْلَ الْعَالَمِ السُّفْلِيِّ بِالصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمِ عَلَيْهِ، لِيَجْتَمِعَ الثَّنَاءُ عَلَيْهِ مِنْ أَهْلِ الْعَالَمِينَ؛ الْعُلْوِيِّ وَالسُّفْلِيِّ جَمِيعًا.

''اس آیت سے مقصود اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو یہ خبر دینا ہے کہ اس کے ہاں آسمانوں میں اس کے بندے اور نبی ﷺ کا کیا مقام ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مقرب فرشتوں کے پاس تعریف کرتا ہے، نیز فرشتے آپ ﷺ کے لیے رحمت کی دُعا کرتے ہیں۔پھر اللہ تعالیٰ خاکی جہان والوں کو بھی حکم دیتا ہے کہ وہ بھی آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھیں، تاکہ آپ ﷺ کی تعریف عالم بالا اور عالم خاکی دونوں جہانوں سے جمع ہو جائے۔''(تفسير ابن كثير: 457/6، ت سلامة)

احاديث كي روشني ميں:

① سیدنا ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً؛ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا».

''جو آدمی مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''(صحيح مسلم: 408)

دوسری روایت یوں ہے:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً وَاحِدَةً؛ كَتَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ» .

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 262/2، وسندهٗ حسنٌ، وصحّحه ابن حبّان : 905)

② سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً وَّاحِدَةً؛ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا عَشْرَ سَيِّئَاتٍ، وَرَفَعَهٗ بِهَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ» .

''جو آدمی مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کی دس خطائیں مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کر دیتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 102/3، 261؛ عمل اليوم والليلة للنّسائي : 62، واللفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (904) نے ''صحیح''، جب کہ امام حاکم رحمہ اللہ (550/1) نے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس پر ''صحیح'' کا حکم لگایا ہے۔

❀ مستدرکِ حاکم کے یہ الفاظ ہیں:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً؛ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحَطَّ عَنْهُ عَشْرَ خَطِيئَاتٍ» .

''جو شخص مجھ پر ایک دفعہ دُرود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دَس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے دَس گناہ معاف فرما دیتا ہے۔''

امام ابن حبان رحمہ اللہ (907) نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

③ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنِّي لَقِيتُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَبَشَّرَنِي، وَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ: مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَسَجَدْتُ لِلّٰهِ شُكْرًا».

''میں جبریل علیہ السلام سے ملا تو انہوں نے مجھے خوش خبری دیتے ہوئے کہا: آپ کا ربّ فرماتا ہے: جو شخص آپ پر درود پڑھے گا، میں اس پر رحمت نازل فرماؤں گا اور جو آپ پر سلام کہے گا، میں اس پر سلامتی نازل فرماؤں گا۔اس پر میں نے سجدۂ شکر کیا۔'' (المستدرك على الصحيحين للحاكم :550/1، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

④ سیّدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ، وَالْبِشْرُ يُرٰى فِي وَجْهِهٖ، فَقُلْنَا: إِنَّا لَنَرَى الْبِشْرَ فِي وَجْهِكَ، فَقَالَ: «إِنَّهٗ أَتَانِي مَلَكٌ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ: أَمَا يُرْضِيكَ أَنْ لَّا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِكَ؛ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ؛ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا».

''ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر خوشی جھلک رہی تھی۔ہم نے عرض کیا: ہم آپ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا ہے اور اس نے

کہا ہے: اے محمد! آپ کا رب فرماتا ہے کہ کیا آپ اس بات سے خوش نہیں ہیں کہ کوئی بھی آپ پر درود پڑھے گا تو میں اس پر دس رحمتیں نازل فرماؤں گا اور کوئی بھی آپ پر سلام کہے گا تو میں اس پر بھی دس سلامتیاں نازل فرماؤں گا۔''

(مسند الإمام أحمد : 29/4، 30؛ سنن النسائي : 1283، 1295؛ وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان (915) اور امام ضیاء مقدسی (الفتح الكبير للسيوطي ح : 142) رحمہم اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے، جبکہ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' قرار دیا ہے۔

(تخريج أحاديث الإحياء، ح : 1004)

اس کے راوی سلیمان مولیٰ حسن بن علی ثقہ ہیں۔ امام ابن حبان، امام حاکم اور امام ضیاء مقدسی وغیرہم رحمہم اللہ نے ان کی حدیث کی تصحیح کر کے ان کی توثیق کی ہے۔

⑤ سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا ایک شاہد بھی مروی ہے، اس کی سند بھی حسن ہے۔ (مسند الإمام أحمد : 191/1)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (810) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (345/1) نے امام بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس کے راوی ابو الحویرث عبدالرحمٰن بن معاویہ جمہور کے نزدیک ''حسن الحدیث'' ہیں، کیونکہ امام مالک (الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي : 309/4؛ الجرح والتعديل : 284/5؛ وسندهٗ صحيحٌ)، امام نسائی (كتاب الضعفاء والمتروكين ت : 365؛ الكامل في ضعفاء الرجال : 309/4) اور امام ابو حاتم رازی (الجرح والتعديل : 284/5) رحمہم اللہ کی تضعیف کے مقابلے میں امام احمد بن حنبل (الجرح والتعديل : 284/5؛ وسندهٗ صحيحٌ)، امام ابن خزیمہ (145)، امام ابن حبان (الثقات : 406)، امام حاکم (72/3) اور امام ضیاء مقدسی (الأحاديث المختارة : 930) رحمہم اللہ کی توثیق مقدم ہو گی، نیز امام یحییٰ بن

معین رحمہ اللہ کے دو متعارض اقوال میں سے ان کا جمہور کے موافق توثیق والا قول (تاریخ ابن معین بروایۃ الدارمي : 603) قبول کیا جائے گا۔

⑥ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ، يُبَلِّغُونِّي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ» .

''زمین میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے گشت کریں گے، جو میری امت کی طرف سے پیش کیا گیا سلام مجھ تک پہنچائیں گے۔''

(مسند الإمام أحمد : 387/1، 441، 452؛ سنن النسائي الصغریٰ : 44/3، ح : 1282؛ الکبریٰ لہٗ : 22/6، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کی بہت سے ائمہ نے ''تصحیح'' کی ہے، مثلاً امام ابن حبان رحمہ اللہ (914) نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (456/2) نے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

یاد رہے کہ اس حدیث میں سفیان ثوری ''تدلیس'' نہیں کر رہے، کیونکہ ان کے سماع کی صراحت موجود ہے، جیسا کہ فضل الصلاۃ علی النبي للقاضي إسماعیل (21) اور مسند البزّار (1924) میں اس حدیث کو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ بیان کر رہے ہیں۔ وہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے وہی احادیث بیان کرتے ہیں، جن میں سماع کی صراحت ہوتی ہے۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں :

مَا كَتَبْتُ عَنْ سُفْيَانَ شَيْئًا، إِلَّا مَا قَالَ : حَدَّثَنِي، أَوْ حَدَّثَنَا .

''میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے صرف وہ احادیث لکھی ہیں، جن میں انہوں نے

''حدثنی'' یا ''حدثنا'' کے الفاظ کہے ہیں۔''(العلل ومعرفة الرجال :517/1)

⑦ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ؛ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوحِي، حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ» .

''(میری وفات کے بعد میری قبر پر آ کر) جب بھی کوئی مسلمان مجھ پر سلام کہے گا تو اتنی دیر اللہ تعالیٰ میری روح لوٹا دے گا کہ میں اس پر جواب لوٹا دوں۔''

(سنن أبي داوٗد :2041)

اس حدیث کی سند کو حافظ نووی (خلاصة الأحكام :441/1؛ ح : 1440)، شیخ الاسلام ابن تیمیہ (اقتضاء الصراط المستقيم، ص : 324)، علامہ ابن القیم (جلاء الأفهام : 53/1)، حافظ ابن ملقن (تحفة المحتاج : 190/2) وغیرہم رحمہم اللہ نے ''صحیح''، جب کہ حافظ عراقی (تخريج أحاديث الإحياء : 1013)، حافظ ابن عبد الہادی (الصارم المنكي :114/1) رحمہم اللہ نے ''جید'' کہا ہے۔ حافظ سخاوی (المقاصد الحسنة :587/1) اور حافظ عجلونی (كشف الخفاء : 194/2) رحمہم اللہ وغیرہم نے اس حدیث کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

اس حدیث کا تعلق اس شخص کے ساتھ ہے، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آپ ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر سلام کہے۔ اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں موجود ہے۔

⑧ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً» .

''روزِ قیامت لوگوں میں سے میرے زیادہ قریب وہ ہو گا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھتا ہے۔''(سنن الترمذي : 484، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ بغوی (شرح السنّة : 686) رحمہم اللہ نے ''حسن غریب''، جب کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ (911) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

⑨ سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ».

''بلاشبہ تمہارے دنوں میں جمعہ کا دن سب سے بہتر ہے۔اس دن سیدنا آدم علیہ السلام پیدا ہوئے،اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سخت آواز ظاہر ہو گی۔لہٰذا اس دن مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔''

ایک آدمی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ کی وفات کے بعد آپ کو کیسے پیش کیا جائے گا؟ کیا آپ کا جسدِ مبارک خاک میں نہیں مل چکا ہو گا؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ».

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام کے جسموں کو کھانا حرام فرمادیا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 8/4، سنن أبي داوٗد : 1047، 1531، سنن النسائي : 1375، سنن ابن ماجة : 1085، 1636، فضل الصلاة على النبيّ للقاضي إسماعيل : 22، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (1733)، امام ابن حبان (910) اور حافظ ابن قطان فاسی (بیان الوهم والإيهام : 574/5) رحمہم اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ (278/1) نے اسے ''امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے اور حافظ

ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(رياض الصالحين : 1399، خلاصة الأحكام :441/1، 814/2)

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (م :751ھ) لکھتے ہیں :

وَمَنْ تَأَمَّلَ هٰذَا الْإِسْنَادَ؛ لَمْ يَشُكَّ فِي صِحَّتِهِ، لِثِقَةِ رُوَاتِهِ، وَشُهْرَتِهِمْ، وَقُبُولِ الْأَئِمَّةِ أَحَادِيثَهُمْ .

''جو شخص اس روایت کی سند پر غور کرے گا، وہ اس کی صحت میں شک نہیں کرے گا، کیونکہ اس کے راوی ثقہ، مشہور ہیں اور ائمہ حدیث کے ہاں ان کی بیان کردہ احادیث مقبول ہیں۔'' (جلاء الأفهام :81)

⑩ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا :

«إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُوَذِّنَ، فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً؛ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ، لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ» .

''جب تم مؤذن کو (اذان دیتے ہوئے) سنو تو وہی کلمات کہو جو مؤذن کہہ رہا ہو، پھر مجھ پر درود بھیجو، کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس شخص پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے

''الوسیلہ'' کی دعا کرو،''الوسیلہ'' جنت میں ایک مخصوص مقام ہے، جو اللہ کے تمام بندوں میں سے صرف ایک بندے کو نصیب ہوگا اور میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں گا۔ جو شخص میرے لیے''الوسیلہ'' کی دعا مانگے گا، اسے میری شفاعت ضرور نصیب ہوگی۔''(صحیح مسلم : 384)

⑪ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے :

إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَحْسِنُوا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ، لَعَلَّ ذٰلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ، قَالَ : فَقَالُوا لَهٗ : فَعَلِّمْنَا، قَالَ، قُولُوا : اللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ، وَرَحْمَتَكَ، وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ، وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ، مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، إِمَامِ الْخَيْرِ، وَقَائِدِ الْخَيْرِ، وَرَسُولِ الرَّحْمَةِ، اللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا، يَغْبِطُهٗ بِهِ الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ، اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ .

''جب تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو تو اچھے الفاظ میں درود پڑھا کرو، کیوں کہ تمہیں معلوم نہیں کہ شاید وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جائے۔ لوگوں نے کہا : پھر آپ ہمیں وہ الفاظ سکھا دیجیے۔ انہوں نے فرمایا: یوں کہا کرو: اے اللہ! تُو سید المرسلین، امام المتقین اور خاتم النبیین، جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما، جو

تیرے بندے ورسول، امام الخیر، قائد الخیر اور رسولِ رحمت ہیں۔ اے اللہ! تُو انہیں اس مقامِ محمود پر فائز فرما، جس کی وجہ سے اولین و آخرین ان سے رشک کریں گے۔ اے اللہ! محمد ﷺ اور آپ کی آل پر اس طرح رحمت فرما، جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر فرمائی تھی، بلاشبہ تُو ہی قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! محمد ﷺ اور ان کی آل پر اس طرح برکت نازل فرما، جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی تھی، بلاشبہ تُو ہی قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔''

(سنن ابن ماجه :906؛ المعجم الكبير للطبراني : 115/9؛ ح : 8594، مسند الشاشي : 611؛ الدعوات الكبير للبيهقي : 177، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ نمبر 1 :

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ حِينَ يُصْبِحُ عَشْرًا وَّحِينَ يُمْسِي عَشْرًا؛ أَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ» .

(مجمع الزوائد للهيثمي : 491/1، 120/10؛ الترغيب والترهيب للمنذري : 233/1؛ جلاء الأفهام لابن القيّم، ص : 63)

یہ روایت بلحاظِ سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ اس کے راوی خالد بن معدان کا سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں، جیسا کہ:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس کی نفی کی ہے۔

(المراسيل لابن أبي حاتم، ص : 52، جامع التحصيل، ص : 206)

حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَفِيهِ انْقِطَاعٌ. ''اس سند میں انقطاع ہے۔''

(تخريج أحاديث الإحياء : 398/3)

حافظ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فِيهِ انْقِطَاعٌ لِأَنَّ خَالِدًا لَّمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، وَأَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي عَاصِمٍ أَيْضًا، وَفِيهِ ضَعْفٌ.

''اس سند میں انقطاع ہے، کیونکہ خالد بن معدان نے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں سنی۔ اس حدیث کو ابن ابو عاصم نے بھی بیان کیا ہے، لیکن ان کی بیان کردہ سند میں بھی کمزوری ہے۔''

(القول البديع في الصّلاة على الحبيب الشّفيع، ص :121)

فائدہ نمبر 2 :

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ منسوب ہے: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثَمَانِينَ مَرَّةً؛ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ذُنُوبَ ثَمَانِينَ عَامًا، فَقِيلَ لَهٗ : كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : تَقُولُ : اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُولِكَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، وَتَعْقِدُ وَاحِدَةً.

(تاريخ بغداد للخطيب : 463/13، العلل المتناهية في الأحاديث الواهية لابن الجوزي : 468/1، ح : 796، ميزان الاعتدال للذهبي : 351/3)

اس روایت کی سند بھی ''ضعیف'' ہے، کیونکہ اس کے راوی وہب بن داود بن سلیمان ابو

القاسم کے بارے میں امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَكَانَ ضَرِيرًا، وَلَمْ يَكُنْ ثِقَةً .

''یہ نابینا تھا اور قابل اعتبار نہیں تھا۔''(تاریخ بغداد : 463/13)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَّا يَصِحُّ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''(العلل المتناهية في الأحاديث الواهية :468/1)

حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَحَسَّنَهُ الْعِرَاقِيُّ، وَمِنْ قَبْلِهٖ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ النُّعْمَانِ، وَيَحْتَاجُ إِلٰى نَظَرٍ .

''حافظ عراقی رحمہ اللہ اور ان سے پہلے ابو عبد اللہ بن نعمان نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے،لیکن یہ بات تحقیق کی محتاج ہے۔''

(القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع، ص : 199)

فائدہ نمبر 3 :

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ؛ بَلَغَتْنِي صَلَاتُهٗ، وَصَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَكُتِبَتْ لَهٗ سِوٰى ذٰلِكَ عَشْرُ حَسَنَاتٍ» .

''جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے، مجھے اس کا درود پہنچ جاتا ہے اور میں اس پر رحمت کی دُعا کرتا ہوں،اس کے علاوہ اس کے لیے دس نیکیاں بھی لکھ دی جاتی ہیں۔''

(المعجم الأوسط للطبراني : 1642)

اس روایت کی سند دو وجہ سے ''ضعیف'' ہے :

① اسحاق بن زید بن عبدالکبیر خطابی راوی ''مجہول الحال'' ہے۔امام ابن حبان (الثقات : 122/8) کے علاوہ کسی نے اسے ثقہ نہیں کہا۔

② ابوجعفر رازی (حسن الحدیث) کی روایت بہ طور خاص ربیع بن انس سے ''ضعیف'' ہوتی ہے۔امام ابن حبان رحمہ اللہ ربیع بن انس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وَالنَّاسُ يَتَّقُوْنَ حَدِيْثَهٗ؛ مَا كَانَ مِنْ رِّوَايَةِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْهُ، لِأَنَّ فِيْهَا اضْطِرَابٌ كَثِيْرٌ .

''محدثین ربیع بن انس کی ان روایات سے بچتے ہیں جو ابوجعفر نے ان سے بیان کی ہیں، کیونکہ ان میں بہت اضطراب ہے۔'' (الثقات : 228/4)

مذکورہ بالا روایت بھی ربیع بن انس سے عیسیٰ بن ابی عیسیٰ بن ماہان ابوجعفر رازی بیان کر رہے ہیں۔یہ جرح مفسر ہے، جسے ردّ کرنا جائز نہیں۔

یاد رہے کہ مذکورہ حدیث کی سند میں امام طبرانی کے استاذ احمد بن نضر بن بحر، مقری، عسکری ''ثقہ'' ہیں۔

فائدہ نمبر 4 :

امام عبدالملک بن عبدالعزیز، ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا جاتا ہے :

قُلْتُ لِعَطَاءٍ : فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ؟ قَالَ : سَلِّمْ، قُل : السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، السَّلَامُ عَلٰى أَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ .

میں نے امام عطاء بن ابو رباح رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو (سلام

کہوں)؟انہوں نے فرمایا: یوں سلام کہو: نبی اکرم پر سلام،اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔اہل بیت پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔''(تفسير الطبري : 379/17، وفي نسخة : 174/18)

اس قول کی سند بھی ''ضعیف'' ہے،کیونکہ اس کی سند میں قاسم بن حسن کون ہے؟معلوم نہیں۔

فائدہ نمبر 5 :

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان تک یہ بات پہنچی ہے:

إِذَا دُخِلَ الْبَيْتُ غَيْرُ الْمَسْكُونِ؛ يُقَالُ : السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ .

''جب کسی غیر آباد گھر میں داخل ہوا جائے تو یوں کہا جائے: ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔''(المؤطّأ للإمام مالك : 962/2)

اس کی سند ''ضعیف'' ہے،کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ تک اس قول کو پہنچانے والا نامعلوم و مجہول ہے۔

فائدہ نمبر 6 :

فقہ حنفی کی معتبر کتب میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

مَعَ كُلِّ مُؤْمِنٍ خَمْسَةٌ مِّنَ الْحَفَظَةِ؛ وَاحِدٌ عَنْ يَمِينِهٖ يَكْتُبُ

الْحَسَنَاتِ، وَآخَرُ عَنْ يَسَارِهِ يَكْتُبُ السَّيِّئَاتِ، وَآخَرُ أَمَامَهُ يُلَقِّنُهُ الْخَيْرَاتِ، وَآخَرُ وَرَائَهُ يَدْفَعُ عَنْهُ الْمَكَارِهَ، وَآخَرُ عِنْدَ نَاصِيَتِهِ يَكْتُبُ مَا يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَلِّغُهُ إِلَى الرَّسُولِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

''ہر مؤمن کے ساتھ پانچ فرشتے ہوتے ہیں؛ ایک اس کی دائیں جانب ہوتا ہے جو نیکیاں لکھتا ہے، دوسرا اس کی بائیں جانب ہوتا ہے جو گناہ لکھتا ہے، تیسرا اس کے سامنے ہوتا ہے جو اسے نیکیوں کی تلقین کرتا ہے اور چوتھا اس کے پیچھے ہوتا ہے جو اس سے تکلیفوں کو دور کرتا ہے اور پانچواں اس کی پیشانی کے پاس ہوتا ہے جو اس کی طرف سے نبی اکرم ﷺ پر پڑھے جانے والا درود لکھتا ہے اور اسے رسولِ اکرم ﷺ تک پہنچاتا ہے۔''

(العناية شرح الهداية للبابرتي :321/1؛ الجوهرة النيّرة للحدّاد :56/1؛ تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق للزيلعي الحنفي :126/1؛ البحر الرائق شرح كنز الدقائق لابن نجيم : 256/1؛ منحة السلوك للعيني الحنفي، ص : 142؛ حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح للطحطاوي :275/1؛ مراقي الفلاح شرح نور الايضاح للشرنبلالي، ص : 102)

لیکن یہ بے سروپا قصہ اور سفید جھوٹ ہے، جسے بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے خوف و خطر ہوتے ہوئے اپنی طرف سے گھڑ کر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

فائدہ نمبر 7 :

ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ سیدہ حواء علیہا السلام کا حق مہر یہ مقرر کیا گیا کہ سیدنا آدم علیہ السلام

نبی پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی پر درود پڑھیں۔

(بستان الواعظين ورياض السامعين لابن الجوزي، ص : 307، بحار الأنوار المجلسي الرافضي : 33/15)

لیکن آج تک کوئی مسلمان اس جھوٹی کہانی کی سند پر مطلع نہیں ہو سکا۔

فائدہ نمبر ❽ :

جناب محمد زکریا تبلیغی دیوبندی صاحب نے بلا تردید ایک جھوٹا خواب نقل کیا ہے :

''(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) میں ہر اس شخص کی فریاد کو پہنچتا ہوں، جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجے۔'' (تبلیغی نصاب، ص:791)

جناب زکریا صاحب نے اس جھوٹے خواب کو ردّ کرنے کی بجائے اسے نبی اکرم ﷺ سے بعد از وفات فریاد کرنے کی دلیل بنایا ہے، جو کہ صریحاً شرک ہے۔

فائدہ نمبر ❾ :

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی، بل کہ صحابہ کرام ٹولیوں کی صورت میں جاتے تھے اور درود پڑھ کر واپس آ جاتے تھے۔ جب کہ یہ بات صحیح روایات اور اجماعِ امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

نبی کریم ﷺ پر نمازِ جنازہ پڑھی گئی، البتہ اس میں امام کوئی نہیں تھا، سب نے اپنے طور پر نمازِ جنازہ ادا کی۔

درود نہ پڑھنے کی سزا

ابن الحسن محمدی

① سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْبَخِيلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ؛ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ» .

''جس شخص کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو وہ بخیل ہے۔''

(مسند الإمام أحمد :1/201؛ سنن الترمذي : 3546؛ فضل الصلاة على النبي للإمام إسماعيل القاضي : 32؛ المستدرك على الصحيحين للحاكم :1/549، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (3546) نے ''حسن صحیح غریب''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (909) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَا يَقْصُرُ عَنْ دَرَجَةِ الْحَسَنِ .

''یہ حدیث حسن درجہ سے کم نہیں۔''(فتح الباري :11/186)

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ؛ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ» .

''اس آدمی کا ناک خاک آلود ہو، جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو، لیکن وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔''

(مسند الإمام أحمد : 2/254؛ سنن الترمذي : 3545؛ فضل الصلاة على النبي للقاضی إسماعيل : 16، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (908) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

③ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَعِدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهٗ عَلٰى مِرْقَاةٍ قَالَ : «آمِينَ»، ثُمَّ صَعِدَ، فَقَالَ : «آمِينَ»، ثُمَّ صَعِدَ، فَقَالَ : «آمِينَ»، فَقَالَ : «أَتَانِي جِبْرِيلُ، فَقَالَ : مَنْ أَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ؛ فَمَاتَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ؛ فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْتُ : آمِينَ، قَالَ : وَمَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا، فَمَاتَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ؛ فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْتُ : آمِينَ، قَالَ : وَمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْتُ : آمِينَ» .

''رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔جب پہلی سیڑھی پر پاؤں مبارک رکھا تو آمین کہا، پھر (دوسری سیڑھی پر) چڑھے تو دوبارہ آمین کہا، پھر (تیسری سیڑھی پر) چڑھے تو پھر آمین کہا۔پھر ارشاد فرمایا: میرے پاس جبریل آئے تھے اور (جب میں پہلی سیڑھی پر چڑھا تو) انہوں نے کہا: جو شخص رمضان کا مہینہ پائے اور پھر اس حالت میں مر جائے کہ (رمضان کی عبادت کی وجہ سے) اس کی مغفرت نہ ہو سکے،تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دُور کر دے۔میں نے آمین کہا۔(جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو) انہوں نے کہا: جو شخص اپنے ماں باپ دونوں کو یا کسی ایک کو پائے ،پھر اس حالت میں مر جائے کہ (ان کی خدمت کی بنا پر) اس کی مغفرت نہ ہو سکے،تو اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دُور کر دے۔میں نے

آمین کہا۔(جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو)انھوں نے کہا: جس شخص کے پاس آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے،اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دُور کر دے۔اس پر بھی میں نے آمین کہا۔

(المعجم الأوسط للطبراني :8131؛ مسند أبي يعلى :5922، وسندهٗ حسنٌ)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقِيَ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ: «آمِينَ، آمِينَ، آمِينَ»، فَقِيلَ لَهٗ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا كُنْتَ تَصْنَعُ هٰذَا، فَقَالَ: «قَالَ لِي جِبْرِيلُ: أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنْفَ عَبْدٍ ـ أَوْ بَعُدَ ـ دَخَلَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ، فَقُلْتُ: آمِينَ، ثُمَّ قَالَ: رَغِمَ أَنْفُ عَبْدٍ ـ أَوْ بَعُدَ ـ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا لَمْ يُدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، فَقُلْتُ: آمِينَ، ثُمَّ قَالَ: رَغِمَ أَنْفُ عَبْدٍ ـ أَوْ بَعُدَ ـ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، فَقُلْتُ: آمِينَ»

''رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے تو تین دفعہ آمین کہا۔پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول! آپ پہلے تو ایسا نہیں کرتے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریل علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو ذلیل کرے جو رمضان میں موجود ہو لیکن اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔میں نے آمین کہا۔پھر جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ شخص بھی ذلیل ہو، جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو پائے،لیکن ان کی خدمت اسے جنت میں داخل نہ کرے۔میں نے آمین کہا۔پھر جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ شخص بھی ذلیل ہو

جائے جس کے پاس آپ کا ذکر ہو،لیکن وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔میں نے اس پر بھی **آمین کہا۔**‘‘(صحیح ابن خزیمة : 1888 ، وسندہٗ حسنٌ)

④ **سیدنا کعب بن عجرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «احْضُرُوا الْمِنْبَرَ»، فَحَضَرْنَا، فَلَمَّا ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ : «آمِينَ»، فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ : «آمِينَ»، فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ : «آمِينَ»، فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَّا كُنَّا نَسْمَعُهٗ، قَالَ : «إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَرَضَ لِي ، فَقَالَ : بُعْدًا لِّمَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ، قُلْتُ : آمِينَ ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّانِيَةَ قَالَ : بُعْدًا لِّمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، قُلْتُ : آمِينَ ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّالِثَةَ قَالَ : بُعْدًا لِّمَنْ أَدْرَكَ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ عِنْدَهٗ أَوْ أَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ، قُلْتُ : آمِينَ» .

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : منبر لاؤ۔ہم منبر لائے تو آپ ﷺ پہلی سیڑھی پر چڑھے اور آمین کہا۔جب دوسری سیڑھی پر چڑھے تو آمین کہا۔جب تیسری سیڑھی پر چڑھے تو پھر آمین کہا۔جب آپ ﷺ نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آج ہم نے آپ سے ایسی چیز سنی ہے،جو پہلے نہیں سنتے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا: اس شخص کے لیے ہلاکت ہو، جو رمضان کو پائے، لیکن اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ میں نے آمین کہہ دیا۔ جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ شخص بھی ہلاک ہو، جس کے پاس آپ کا تذکرہ ہو، لیکن وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے آمین کہا۔ جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ شخص بھی ہلاک ہو، جس کے پاس اس کے والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو اور وہ اس کے جنت میں داخلے کا سبب نہ بن سکیں۔ میں نے پھر آمین کہہ دیا۔''

(المستدرك على الصحيحين للحاكم : 153/4، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی نے ''صحیح'' کہا ہے۔

تنبیه :

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ، فَخَطِئَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ؛ خَطِئَ طَرِيقَ الْجَنَّةِ» .

''جس شخص کے پاس میرا ذکر کیا جائے، لیکن مجھ درود نہ پڑھے، وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔''

(الذرية الطاهرة للدولابي، ص : 88، المعجم الكبير للطبراني : 128/3)

اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔ اس میں محمد بن بشیر کندی راوی غیر ثقہ ہے۔

درود پاک کے مختلف الفاظ

ابوعبداللہ صارم

① عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی، کہنے لگے: کیا میں آپ کو عظیم الشان تحفہ نہ دوں، جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن رکھا ہے، میں نے عرض کیا: جی ضرور! کہنے لگے: ہم نے رسول اللہ سے سوال کیا: اللہ کے رسول! آپ کے اہل بیت پر کیسے درود بھیجا جائے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر سلام کے متعلق تو تعلیم دے دی ہے (درود کے متعلق نہیں)؟ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: درود یوں پڑھا کرو:

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ».

''اے اللہ! محمد کریم ﷺ اور محمد کریم ﷺ کی آل پر رحمت نازل کر، جیسا کہ تُو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت نازل کی، یقیناً تو قابلِ تعریف، بڑی شان والا ہے۔ اے اللہ! محمد کریم ﷺ اور ان کی آل پر برکت نازل کر، جیسا کہ تُو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت نازل کی، یقیناً تو قابلِ تعریف، بڑی شان والا ہے۔'' (صحيح البخاري : 3370؛ صحيح مسلم : 406)

② سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول!

آپ پر درود کیسے پڑھا جائے؟ تو آپ ﷺ نے یہ الفاظ سکھائے:

«اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ».

''اے اللہ! محمد کریم ﷺ اور محمد کریم ﷺ کی آل پر رحمت نازل کر، جیسا کہ تُو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل کی، یقیناً تو قابلِ تعریف، بڑی شان والا ہے۔اے اللہ! محمد کریم ﷺ اور ان کی آل پر برکت نازل کر، جیسا کہ تُو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل کی، یقیناً تو قابلِ تعریف، بڑی شان والا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 162/2؛ سنن النسائي : 1290، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

(التلخيص الحبير :268/1)

③ سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ فِي مَجْلِسِ سَعْدِ ابْنِ عُبَادَةَ، فَقَالَ لَهٗ بَشِيرُ بْنُ سَعْدٍ : أَمَرَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ قَالَ : فَسَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى تَمَنَّيْنَا أَنَّهٗ لَمْ يَسْأَلْهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «قُولُوا : اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ

عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ».

''رسولِ اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ہم اس وقت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تھے۔سیدنا بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا : اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود پڑھنے کا حکم فرمایا ہے ۔ہم آپ پر کیسے درود پڑھیں؟ آپ ﷺ خاموش رہے،حتی کہ ہم نے خواہش کی ،کاش بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے یہ سوال نہ کرتے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یوں کہا کرو:

اے اللہ! محمد ﷺ اور محمد ﷺ کی آل پر رحمت نازل کر، جیسا کہ تُو نے ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل کی، نیز محمد ﷺ اور ان کی آل پر برکت نازل کر، جیسا کہ تُو نے جہانوں میں سے ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکت نازل کی، یقیناً تو قابلِ تعریف، بڑی شان والا ہے۔(پھر فرمایا:) سلام اسی طرح ہے، جیسے تم جانتے ہو۔''

(الموطّأ للإمام مالك :179/1؛ صحيح مسلم : 405)

④ سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُمْ قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «قُولُوا : اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ».

''صحابہ کرام نے عرض کیا : اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ اس پر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوں کہو: اے اللہ! محمد ﷺ، آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد پر رحمت نازل کر، جیسا کہ تُو نے ابراہیم علیہ السلام کی آل پر رحمت نازل کی، نیز محمد ﷺ، آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد پر برکت نازل کر، جیسا کہ تُو نے ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکت نازل کی، یقیناً تو قابلِ تعریف، بڑی شان والا ہے۔''

(الموطّأ للإمام مالك :165/1؛ صحيح البخاري : 3369؛ صحيح مسلم : 407)

⑤ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هٰذَا التَّسْلِيمُ، فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ قَالَ : «قُولُوا : اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ» .

''ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! سلام کا طریقہ تو یہ ہے (جو ہم جانتے ہیں)، لیکن ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یوں کہو: اے اللہ! تُو اپنے بندے اور رسول، محمد ﷺ پر رحمت نازل کر، جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام کی آل پر رحمت نازل کی۔ نیز تُو محمد ﷺ اور ان کی آل پر برکت نازل فرما، جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔'' (صحيح البخاري : 4798، 6358)

⑥ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ قَالَ : «قُولُوا : اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ،

إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ» .

''ہم نے عرض کیا : اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا : یوں کہو : اے اللہ! تُو محمد ﷺ اور ان کی آل پر رحمت و برکت نازل فرما، جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت و برکت نازل فرمائی تھی، بلاشبہ تُو قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے۔''

(شرح مشكل الآثار للطحاوي : 75/3، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهٰذَا الْإِسْنَادُ إِسْنَادٌ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ .

''یہ سند امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح ہے۔''

(جلاء الأفهام في فضل الصلاة على محمد خير الأنام : 44)

علامہ مقریزی رحمہ اللہ (۷۶۶-۸۴۵ھ) فرماتے ہیں:

وَهٰذَا الْإِسْنَادُ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ .

''یہ سند امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح ہے۔''

(إمتاع الأسماع بما للنبيّ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع : 37/11)

⑦ خالد بن سلمہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ الْحَمِيدِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ دَعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ حِينَ عَرَّسَ عَلَى ابْنِهِ، فَقَالَ : يَا أَبَا عِيسٰى، كَيْفَ بَلَغَكَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مُوسٰى : سَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ خَارِجَةَ عَنِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ زَيْدٌ : أَنَا

سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسِي : كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ؟ قَالَ : «صَلُّوا وَاجْتَهِدُوا، ثُمَّ قُولُوا : اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ» .

''عبد الحمید بن عبد الرحمٰن نے جب اپنے بیٹے کا ولیمہ کیا تو موسیٰ بن طلحہ سے کہا: ابو عیسیٰ! نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنے کے حوالے سے آپ کے پاس کیا تعلیم پہنچی ہے؟ موسیٰ کہنے لگے: میں نے نبی اکرم ﷺ پر درود کے بارے میں سیدنا زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا۔انہوں نے کہا تھا: میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: آپ پر درود کیسے پڑھا جائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نماز پڑھو اور (ذکرِ الٰہی میں) خوب کوشش کرو، پھر کہو: اے اللہ! تُو محمد ﷺ اور ان کی آل پر اس طرح برکت نازل فرما، جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی تھی، بلاشبہ تُو قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 199/1؛ سنن النسائي : 1292، وسندهٗ صحيحٌ)

سنن نسائی کے الفاظ یہ ہیں:

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ» .

⑧ سیدنا ابو مسعود انصاری بیان کرتے ہیں:

أَقْبَلَ رَجُلٌ حَتّٰى جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ، فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِي صَلَاتِنَا صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْكَ؟ قَالَ : فَصَمَتَ حَتّٰى أَحْبَبْنَا أَنَّ الرَّجُلَ لَمْ يَسْأَلْهُ، قَالَ : «إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ؛ فَقُولُوا : اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ» .

''ایک شخص آیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ہم بھی آپ ﷺ کے پاس ہی موجود تھے۔اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ پر سلام کا طریقہ تو ہم جان چکے ہیں،لیکن جب نماز میں ہم آپ پر درود پڑھنا چاہیں تو کس طرح پڑھیں؟ اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے۔آپ ﷺ خاموش رہے حتی کہ ہم نے خواہش کی، کاش یہ شخص آپ سے سوال نہ کرتا۔(پھر) آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم مجھ پر درود پڑھو تو یوں کہو: اے اللہ!نبیِ اُمّی محمد ﷺ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما،جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی تھی،نیز تُو نبیِ اُمّی محمد ﷺ اور ان کی آل پر برکت نازل فرما،جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی تھی۔بلاشبہ تُو قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 119/4؛ سنن الدارقطني :354/1، 355، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ(۷۱۱) اور امام ابن حبان(۱۹۵۹) رحمہما اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۲۶۸) نے اسے ''امام مسلم کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ مُّتَّصِلٌ .

''یہ سند حسن اور متصل ہے۔''

⑨ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ ہی کا بیان ہے:

قِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ فَقَالَ : «قُولُوا : اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ» .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا : اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یوں کہو : اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر رحمت و برکت نازل فرما، جس طرح تُو نے جہانوں میں ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی تھی۔ بلاشبہ تُو قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 118/4، وسندهٗ صحيحٌ)

⑩ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَحْسِنُوا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ، لَعَلَّ ذٰلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ، قَالَ : فَقَالُوا لَهٗ : فَعَلِّمْنَا، قَالَ، قُولُوا : اللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ، وَرَحْمَتَكَ، وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ، وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ،

مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، إِمَامِ الْخَيْرِ، وَقَائِدِ الْخَيْرِ، وَرَسُولِ الرَّحْمَةِ، اللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا، يَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ، اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ .

''جب تم لوگ رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھو تو اچھے الفاظ میں درود پڑھا کرو، کیوں کہ تمہیں معلوم نہیں کہ شاید وہ آپ ﷺ پر پیش کیا جائے۔لوگوں نے کہا: پھر آپ ہمیں وہ الفاظ سکھا دیجیے۔انہوں نے فرمایا: یوں کہا کرو: اے اللہ! تُو سید المرسلین، امام المتقین اور خاتم النبیین، جناب محمد ﷺ پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما، جو تیرے بندے ورسول، امام الخیر، قائد الخیر اور رسولِ رحمت ہیں۔اے اللہ! تُو انہیں اس مقامِ محمود پر فائز فرما، جس کی وجہ سے اولین و آخرین ان سے رشک کریں گے۔اے اللہ! محمد ﷺ اور آپ کی آل پر اس طرح رحمت فرما، جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر فرمائی تھی، بلاشبہ تُو ہی قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔اے اللہ! محمد ﷺ اور ان کی آل پر اس طرح برکت نازل فرما، جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی تھی، بلاشبہ تُو ہی قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔''

(سنن ابن ماجه :906؛ المعجم الكبير للطبراني : 115/9؛ ح : 8594، مسند الشاشي :611؛ الدعوات الكبير للبيهقي : 177، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ مغلطائی نے اس کی سند کو''صحیح'' کہا ہے۔(شرح ابن ماجه :1529/1)

⑪ تابعی کبیر یزید بن عبداللہ بن شخیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُمْ كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يَّقُولُوا : اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، عَلَيْهِ السَّلَامُ .

''وہ(صحابہ وتابعین) یہ الفاظ کہنا پسند کرتے تھے : اے اللہ! تو نبیِ اُمّی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلامتی ہو۔''

(فضل الصلاة على النبيّ للإمام إسماعيل بن إسحاق : 60، وسندهٗ صحيحٌ)

⑫ قصہ معراج میں منقول ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا جبرائیل کے ہمراہ تیسرے آسمان پر گئے تو ان سے پوچھا گیا:

وَمَنْ مَّعَكَ؟ ''آپ کے ساتھ کون ہیں؟''

اس پر جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا:

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''(صحيح مسلم : 162)

❀ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا امت کا تواتر کے ساتھ اتفاقی عمل سے بھی ثابت ہے، جو کہ ایک مستقل دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔

❀ دیگر انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ بھی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا درست ہے، جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» .

''چنانچہ عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم (آسمان سے) اتریں گے۔''

(صحيح مسلم: 392/2، ح: 2897)

فائدہ ❶ :

جب درود میں محمد ﷺ کے ساتھ صرف آل کا ذکر ہو تو وہاں آپ ﷺ کی ازواج اور مؤمن رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ تمام **متبعین** مؤمنین بھی مراد ہوں گے اور جب آل کے ساتھ ازواج وغیرہ کا الگ ذکر موجود ہو تو آل سے مراد صرف **متبعین** ہوں گے۔

فائدہ ❷ :

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ، التَّشَهُّدَ، كَمَا يُعَلِّمُنِي السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ : التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ، وَهُوَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْنَا، فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا : السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے تشہد اس حال میں سکھایا کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا اور یوں سکھایا جیسے آپ ﷺ مجھے قرآنِ کریم کی سورت سکھاتے تھے؛ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

وَرَسُولُهٗ۔(اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ [اے نبی آپ پر سلامتی ہو]والے الفاظ ہم اس وقت پڑھتے تھے) جب آپ ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے۔جب آپ ﷺ فوت ہو گئے تو ہم یوں پڑھنے لگے: اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ (اللہ کے نبی ﷺ پر سلامتی ہو)۔''

(مسند الإمام أحمد :414/1، صحيح البخاري : 6265، واللّفظ لهٗ)

۞ اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا هٰذِهِ الزِّيَادَةُ، فَظَاهِرُهَا أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ : السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ بِكَافِ الْخِطَابِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَرَكُوا الْخِطَابَ، وَذَكَرُوهُ بِلَفْظِ الْغَيْبَةِ، فَصَارُوا يَقُولُونَ : السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ .

''حدیث میں ان زائد الفاظ کا ظاہر معنیٰ یہی ہے کہ صحابہ کرام، نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں مخاطب کے صیغے کے ساتھ کہتے تھے : اے نبی! آپ پر سلامتی ہو۔لیکن جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو صحابہ کرام نے مخاطب کا صیغہ ترک کر دیا اور غائب کے صیغے کے ساتھ تشہد میں سلام پڑھنا شروع کر دیا،چنانچہ وہ یوں کہتے تھے : اللہ کے نبی ﷺ پر سلامتی ہو۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري :56/11)

۞ قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ، وَتُشِيرُ بِيَدِهَا، تَقُولُ : التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ، السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمیں تشہد سکھاتی اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتی تھیں۔وہ کہتی تھیں: اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ، السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ . (یعنی سیدہ رضی اللہ عنہا بھی غائب کے صیغے کے ساتھ تشہد میں سلام پڑھتی تھیں)۔''

(المُخَلِّصِيَّات لأبي الطاهر المُخَلِّص :2521، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ایک روایت مخاطب کے صیغے کے ساتھ یہ الفاظ ہیں:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَواتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ .

(المخلّصيّات لأبي الطاهر المخلّص : 450، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی غائب کے صیغے کے ساتھ بایں الفاظ تشہد پڑھ لیا کرتے تھے:

بِسْمِ اللّٰهِ، التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ، الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ، السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، شَهِدْتُّ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، شَهِدْتُّ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ .

(المؤطّأ للإمام مالك :91/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ عظیم تابعی، امام عطاء بن ابو رباح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوا يَقُولُونَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ : السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ، فَلَمَّا مَاتَ قَالُوا : السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ .

''صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں (تشہد پڑھتے ہوئے مخاطب کے صیغے کے ساتھ) اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ (اے نبی! آپ پر سلامتی ہو) کہا کرتے تھے، لیکن جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو صحابہ کرام نے (تشہد میں) یہ کہنا شروع کر دیا: اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ (اللہ کے نبی ﷺ پر سلامتی ہو)۔''

(فتح الباري لابن حجر : 314/2، 315، تحت الحديث : 831، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ امام طاؤس بن کیسان تابعی رحمہ اللہ بھی تشہد میں غائب کے صیغے کے ساتھ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ پڑھا کرتے تھے۔(مسند السرّاج : 825، وسندهٗ صحيحٌ)

علامہ سبکی کہتے ہیں:

إِنْ صَحَّ هٰذَا عَنِ الصَّحَابَةِ؛ دَلَّ عَلٰى أَنَّ الْخِطَابَ فِي السَّلَامِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ وَاجِبٍ، فَيُقَالُ : السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ .

''اگر صحابہ کرام سے یہ غائب والا صیغہ ثابت ہو جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد تشہد میں پڑھے جانے والے سلام میں خطاب کا صیغہ استعمال کرنا واجب نہیں۔ چنانچہ نمازی (غائب کے صیغے کے ساتھ) یہ بھی کہہ سکتا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ (نبی ﷺ پر سلامتی ہو)۔

(فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر : 314/2)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، علامہ سبکی کی بات پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

قُلْتُ : قَدْ صَحَّ بِلَا رَيْبٍ .

''میں کہتا ہوں کہ یہ بات بلاشک وشبہ ثابت ہو چکی ہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 314/5)

ان دلائل سے واضح ہوا کہ تشہد میں 'السلام علیک ایہا النبی' اور 'السلام علی النبی' دونوں الفاظ پڑھنے درست ہیں، البتہ اولیٰ وہی الفاظ ہیں جو نبی کریم ﷺ نے سکھائے۔ صحابہ کرام سے منقول الفاظ جواز پر محمول ہیں۔

فائدہ 3 :

سلامہ کندی کا بیان ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لوگوں کو یہ درود سکھایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ، وَبَارِئَ الْمَسْمُوكَاتِ، وَجَبَّارَ الْقُلُوبِ عَلٰى فِطْرَاتِهَا شَقِيِّهَا وَسَعِيدِهَا، اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ، وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ، وَرَافِعَ تَحِيَّتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ، وَالْفَاتِحِ لِمَا أُغْلِقَ، وَالْمَعْلُومِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ، وَالدَّامِغِ جَيْشَاتِ الْأَبَاطِيلِ، كَمَا كَمُلَ فَاضْطَلَعَ بِأَمْرِكَ لِطَاعَتِكَ، مُسْتَوْفِزًا فِي مَرْضَاتِكَ بِغَيْرِ مُلْكٍ فِي قَدَمٍ، وَلَا وَهَنٍ فِي عَزْمٍ، دَاعِيًا لِّوَحْيِكَ، حَافِظًا لِّعَهْدِكَ، مَاضِيًا عَلٰى نَفَادِ أَمْرِكَ حَتّٰى أَوْرٰى تَبَسُّمًا لِّقَابِسٍ بِهٖ، هُدِيَتِ الْقُلُوبُ بَعْدَ خَرْصَاتِ الْفِتَنِ وَالْإِثْمِ بِمُوضِحَاتِ الْأَعْلَامِ، وَمَسَرَّاتِ الْإِسْلَامِ وَمَاثَرَاتِ الْأَحْكَامِ، فَهُوَ أَمِينُكَ

الْمَأْمُونُ، وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُونِ، وَشَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّينِ، وَمَبْعُوثُكَ نِعْمَةً، وَرَسُولُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً، اللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهٗ مُتَفَسَّحًا فِي عَدْلِكَ، وَاجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ، لَهٗ مُهَنَّيَاتٌ غَيْرُ مُكَدَّرَاتٍ مِّنْ فَوْزِ ثَوَابِكَ الْمَعْلُومِ وَجَزِيلِ عَطَائِكَ الْمَجْلُولِ، اللّٰهُمَّ أَعْلِ عَلٰى بِنَاءِ الْبَاقِينَ بِنَائَهٗ، وَأَكْرِمْ مَثْوَاهُ لَدَيْكَ وَنُزُلَهٗ، وَأَتْمِمْ لَهٗ نُورَهٗ وَأَجْرَهٗ مِنِ ابْتِعَائِكَ لَهٗ، مَقْبُولَ الشَّهَادَةِ مَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ، ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ، وَكَلَامٍ فَصْلٍ، وَحُجَّةٍ وَّبُرْهَانٍ عَظِيمٍ.

(الأوسط للطبراني : 9089؛ الشريعة للآجري : 420؛ كتاب الصلاة على النبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلم لابن أبي عاصم : 23)

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ :

① **سلامہ کندی راوی ''مجہول'' ہے، اسے امام ابو حاتم رازی نے ''مجہول'' کہا ہے۔**

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 301/4)

② **سلامہ کندی کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے، لہٰذا روایت ''مرسل'' بھی ہے، جیسا کہ :**

❀ **امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

سَلَامَةُ الْكِنْدِيُّ؛ رَوٰى عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، مُرْسَلٌ، حَدِيثَ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''سلامہ کندی؛ انہوں نے سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے حوالے سے حدیث روایت کی ہے، جو کہ مرسل ہے۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 300/4)

۞ حافظ علائی رحمہ اللہ (۶۹۴-۷۶۱ھ) اہل علم سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ سَمَاعُ سَلَامَةَ عَنْ عَلِيٍّ، وَالْحَدِيثُ مُرْسَلٌ .

''سلامہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں اور یہ (درود والی) حدیث مرسل ہے۔''

(جامع التحصيل في أحكام المراسيل : 183؛ تحفة التحصيل في ذكر رواة المراسيل للحافظ أبي زرعة العراقي، ص : 142)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۰-۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ تَكَلَّمَ عَلَيْهِ ابْنُ قُتَيْبَةَ فِي مُشْكِلِ الْحَدِيثِ، وَكَذَا أَبُو الْحُسَيْنِ أَحْمَدُ بْنُ فَارِسٍ اللُّغَوِيُّ فِي جُزْءٍ جَمَعَهٗ فِي فَضْلِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ إِلَّا أَنَّ فِي إِسْنَادِهٖ نَظَرًا، قَالَ شَيْخُنَا الْحَافِظُ أَبُو الْحَجَّاجِ الْمِزِّيُّ : سَلَامَةُ الْكِنْدِيُّ هٰذَا لَيْسَ بِمَعْرُوفٍ، وَلَمْ يُدْرِكْ عَلِيًّا .

''اس روایت پر امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'مشکل الحدیث' میں کلام کی ہے، اسی طرح ابوحسین، احمد بن فارس لغوی نے اپنے ایک رسالے میں بھی بات کی ہے، جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے فضائل پر مرتب کیا تھا، لیکن اس کی سند محل نظر ہے۔ ہمارے استاذ حافظ ابوحجاج مزی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ سلامہ کندی راوی مجہول ہے اور اس کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات بھی نہیں ہوئی۔''

(تفسير ابن كثير : 462/6، ت : سلامة)

۞ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۸۳۱-۹۰۲ھ) نے اس روایت کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(القول البديع، ص : 34)

لطیفہ :

صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی بریلوی لکھتے ہیں:

''اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ نماز والا اور درود ابراہیمی صرف نماز میں پڑھ سکتے ہیں،نماز کے علاوہ پڑھنا گناہ اور ناجائز ہے، اس لیے کہ اس میں سلام نہیں ہے،حالانکہ بحکم قرآنی سلام پڑھنا بھی درود شریف کے ساتھ اسی طرح واجب ہے جس طرح درود شریف،وہ درود ناقص ہے جس میں سلام نہ ہو۔درود ابراہیمی نماز میں اس لیے جائز ہے کہ تشہد میں سلام پڑھ لیا گیا وہاں آیتِ صلوٰۃ پر مکمل عمل ہو گیا،وہابی دیوبندی حضرات چونکہ سلام کے منکر اور دشمن ہیں،اس لیے وہ درود ابراہیمی پڑھنے پر زور دیتے ہیں۔ان کی دیکھا دیکھی بعض جاہل پیر اپنی حماقت سے درود ابراہیمی پڑھنے کا حکم دیتے ہیں مگر قرآن مجید کی آیت پر غور نہیں کرتے، ہر وظیفہ کے لیے سب سے مکمل اور مختصر درود شریف خضری ہے وہ پڑھنا چاہئے۔''

(تفسیر نعیمی،جلد:16 ،ص:110 ،مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، گجرات)

مذکورہ عبارت سے درج ذیل باتیں عیاں ہوتی ہیں:

① درود ابراہیمی نماز کے علاوہ کسی بھی دوسرے موقع پر پڑھنا گناہ اور ناجائز ہے اور وہاں بھی صرف اس لیے جائز ہے کہ تشہد میں درود سے پہلے سلام پڑھ لیا ہوتا ہے،ورنہ وہاں بھی اس درود کی کوئی جگہ نہیں بنتی ۔

② سلام کے بغیر درود ثواب کی بجائے ناجائز اور گناہ کا سبب بنے گا۔

③ اکیلے درود ابراہیمی سے سلام کا انکار لازم آئے گا، جو لوگ اکیلا درود پڑھتے ہیں، وہ سلام کے منکر اور دشمن ہیں۔

④ اکیلے درود ابراہیمی کی تلقین کرنے والے لوگ احمق ہیں۔

⑤ درود ابراہیمی کی بجائے درود خضری پڑھنا چاہئے۔

ہماری گزارش:

ہم نے اوپر صرف مفتی اقتدا احمد خان کی مراد کو کھول کر لکھ دیا ہے،کوئی بھی سادہ سے سادہ مسلمان بھی ذرا غور کرے تو بآسانی معلوم ہو جائے کہ صحیح احادیث اور اجماع کے خلاف مفتی اقتدار صاحب کی اختراع کیوں کر دین بن سکتی ہے؟ شاید اس موٴقف میں ان کا کوئی ہم خیال ہو۔

یاد رہے کہ اہل بدعت نبی کریم ﷺ پر ذاتِ گرامی پر اکتفانہیں کرتے۔نت نئے شرکیہ اور مبالغہ آمیزی پر مبنی درود بنا کر ان کے فضائل گھڑتے رہتے ہیں۔اب لوگوں کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ مارکیٹ میں جا کر پوچھتے ہیں کہ نیا درود کونسا آیا ہے؟

اہل بدعت کے چند درودوں کے نام ملاحظہ فرمائیں،جن کے من گھڑت اور خانہ ساز فضائل ومناقب انہوں نے بنا رکھے ہیں:

① درودِ شفاعت	② درود غوثیہ	③ درود لکھی
④ درود تاج	⑤ درود تنجینا	⑥ درود ہزارہ
⑦ درود ماہی	⑧ درود عبدوسی	⑨ درود خضری
⑩ درود ناریہ	⑪ درود کوامل	⑫ درود زیارت

بعض کتابوں میں اور بھی بہت سے شرکی وبدعی الفاظ پر مشتمل درود اور ان کے من گھڑت فضائل موجود ہیں۔ایسی کتابوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

ایک صاحب نے درود وسلام کی فضیلت میں ''آبِ کوثر'' نامی کتاب لکھی ہے،جس میں جھوٹی اور بے سند وبے سروپا روایات کو نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی کی طرف منسوب کیا ہے۔یہ اقدام انتہائی قبیح ہے۔

تنبیه :

بعض لوگ الصلاة والسلام علیك یا رسول اللّٰه کے الفاظ سے خطاب کے عقیدے کے ساتھ نبی اکرم ﷺ پردرود وسلام پڑھتے ہیں کہ آپ حاضروناظر ہیں اور ان الفاظ کو سنتے ہیں۔

جناب حاجی امداد اللہ مکی صاحب کہتے ہیں :

''الصلاة والسلام علیك یا رسول الله بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں۔ یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے۔له الخلق والامر عالم امر مقید بجہت وطرف وقرب وبعد وغیرہ نہیں ہے۔پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔''

(امداد المشتاق از اشرف علی تھانوی،ص:59)

گم راہ صوفیوں کی ''اتصال معنوی'' جیسی گم راہ کن اصطلاحات کا کوئی اعتبار نہیں۔یہ نظریہ اس حدیث کے سراسر خلاف ہے،جس میں نبی اکرم ﷺ نے بتا دیا ہے کہ اللہ کے فرشتے درود پہنچانے پر مامور ہیں۔

جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کہتے ہیں :

''البتہ اگر اس خطاب سے عوام میں مفسدہ ہوتو اس کا اظہار ممنوع ہوگا۔''

(امداد المشتاق،:59)

جناب تقی عثمانی دیوبندی حیاتی صاحب کہتے ہیں :

''بہر حال درود وسلام میں الفاظِ خطاب کا استعمال اگر کسی غلط عقیدہ سے نہ بھی ہو تو تب بھی موہم شرک وافترا ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔''(درس ترمذی:255/2)

درود وسلام اور ایك كفریه حكایت :

اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کے ایک مرید نے اپنا ایک واقعہ جناب تھانوی صاحب کولکھ کر بھیجا۔وہ واقعہ اوراس پر تھانوی صاحب کا تبصرہ ملاحظہ فرمایئے :

''خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں،لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور(اشرف علی تھانوی) کا نام لیتا ہوں۔اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں۔اس کوصحیح پڑھنا چاہیے۔اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے،حالانکہ مجھ کواس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں،لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور (اشرف علی) کواپنے سامنے دیکھتا ہوں اور یہی چند شخص حضور کے پاس تھے،لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی،زمین پر گر گیا اورنہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کومعلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا،لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا،لیکن حالت ِخواب اور بیداری میں حضور ہی کا خیال تھا۔لیکن حالتِ بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے۔اس واسطے کہ پھرکوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے،بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کرکلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھربھی یہ کہتا ہوں : اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں،خواب نہیں لیکن بے

اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی، خوب رویا۔ اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو حضور (تھانوی) کے ساتھ باعثِ محبت ہیں، کہاں تک عرض کروں؟

جواب: اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو، وہ بعینہٖ تعالیٰ متبع سنت ہے۔'' (الامداد، صفر 1336ھ، ص:35)

❁❁❁❁❁❁❁

دینی راہ نمائی کے لیے رابطہ:

دینی راہ نمائی کے لیے ان نمبرز پر رابطہ فرمائیں:

غلام مصطفٰی ظہیر امن پوری :

0300-5482125

0331-5482125

0313-5559162

حافظ ابو یحیٰی نورپوری

0300-8558957

خوابوں کی تعبیر کے لیے رابطہ:

خوابوں کی تعبیر کے لیے اس نمبر پر رابطہ فرمائیں:

محترم جناب حافظ آصف نذیر صاحب :

0301-8000555

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر درود

غلام مصطفٰی ظہیر امن پوری

نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات پر بھی درود پڑھنا مشروع ہے، کیونکہ قرآن وسنت کی رُو سے وہ بھی اہلِ بیت میں شامل ہیں، جیسا کہ:

قرآنِ کریم کی روشنی میں :

نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (الأحزاب : 33)

''اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے گناہ کو دُور کر کے تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔''

اس آیت کی تفسیر میں حبرِ امت، ترجمان القرآن اور مفسر صحابہ، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِي نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً .

''یہ آیت خاص طور پر نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے بارے میں نازل ہوئی۔''

(تفسير ابن كثير : 410/6، بتحقيق سلامة، وسندهٗ حسنٌ)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ شَاءَ بَاهَلْتُهُ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''جو مباہلہ کرنا چاہے میں اس کے ساتھ مباہلہ کرنے کے لیے بھی تیار ہوں کہ یہ

آیت نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی۔''

(تفسیر ابن کثیر : 411/6؟؟؟، بتحقیق سلامة، وسندهٗ حسنٌ)

اس آیت کی تفسیر میں اہل سنت کے مشہور مفسر، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهٰذَا نَصٌّ فِي دُخُولِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَهْلِ الْبَيْتِ هَاهُنَا؛ لِأَنَّهُنَّ سَبَبُ نُزُولِ هٰذِهِ الْآيَةِ .

''یہ آیت نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے اہل بیت میں شامل ہونے پر نص ہے، کیونکہ ازواجِ مطہرات ہی اس آیت کے نزول کا سبب ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 410/6، بتحقیق سلامة)

نیز فرماتے ہیں:

فَإِنْ كَانَ الْمُرَادُ أَنَّهُنَّ كُنَّ سَبَبَ النُّزُولِ دُونَ غَيْرِهِنَّ فَصَحِيحٌ، وَإِنْ أُرِيدَ أَنَّهُنَّ الْمُرَادُ فَقَطْ دُونَ غَيْرِهِنَّ، فَفِي هٰذَا نَظَرٌ؛ فَإِنَّهٗ قَدْ وَرَدَتْ أَحَادِيثُ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ أَعَمُّ مِنْ ذٰلِكَ .

''اگر یہ مراد ہو کہ ازواجِ مطہرات کے علاوہ کوئی بھی اس آیت کے نزول کا سبب نہیں، تو یہ بات صحیح ہے،لیکن اگر کسی کی مراد یہ ہو کہ اہل بیت کے مفہوم میں ازواجِ مطہرات کے علاوہ کوئی شامل نہیں،تو یہ محل نظر ہے، کیونکہ کئی احادیث بتاتی ہیں کہ اہل بیت کا مفہوم اس سے وسیع ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 411/6، بتحقیق سلامة)

یعنی یہ آیت اگرچہ ازواجِ مطہرات کے اہل بیت میں شامل ہونے کو بیان کرتی ہے، لیکن صحیح احادیث کی بنا پر نبی اکرم ﷺ کے رشتہ دار بھی اہل بیت میں شامل ہیں،بل کہ اگر بیویاں اہل بیت ہیں تو رشتہ دار بالاولیٰ اہل بیت میں شامل ہیں۔

اسی حوالے سے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ الَّذِي لَا يَشُكُّ فِيهِ مَنْ تَدَبَّر الْقُرْآنَ أَنَّ نِسَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَاخِلَاتٌ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿**إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا**﴾، فَإِنَّ سِيَاقَ الْكَلَامِ مَعَهُنَّ؛ وَلِهٰذَا قَالَ تَعَالٰى بَعْدَ هٰذَا كُلِّهٖ : ﴿**وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِى بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ**﴾ أَيِ اعْمَلْنَ بِمَا يُنْزِلُ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ فِى بُيُوتِكُنَّ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، قَالَهٗ قَتَادَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، وَاذْكُرْنَ هٰذِهِ النِّعْمَةَ الَّتِي خُصِصْتُنَّ بِهَا مِنْ بَيْنِ النَّاسِ؛ أَنَّ الْوَحْيَ يَنْزِلُ فِي بُيُوتِكُنَّ دُونَ سَائِرِ النَّاسِ، وَعَائِشَةُ الصِّدِّيقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيقِ أَوْلَاهُنَّ بِهٰذِهِ النِّعْمَةِ، وَأَحْظَاهُنَّ بِهٰذِهِ الْغَنِيمَةِ، وَأَخَصُّهُنَّ مِنْ هٰذِهِ الرَّحْمَةِ الْعَمِيمَةِ، فَإِنَّهٗ لَمْ يَنْزِلْ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيُ فِي فِرَاشِ امْرَأَةٍ سِوَاهَا، كَمَا نَصَّ عَلٰى ذٰلِكَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ، قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ رَحِمَهُ اللّٰهُ : لِأَنَّهٗ لَمْ يَتَزَوَّجْ بِكْرًا سِوَاهَا، وَلَمْ يَنَمْ مَعَهَا رَجُلٌ فِي فِرَاشِهَا سِوَاهُ، فَنَاسَبَ أَنْ تُخَصَّصَ بِهٰذِهِ الْمَزِيَّةِ، وَأَنْ تُفْرَدَ بِهٰذِهِ الرُّتْبَةِ الْعَلِيَّةِ، وَلٰكِنْ إِذَا كَانَ أَزْوَاجُهٗ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ؛ فَقَرَابَتُهٗ أَحَقُّ بِهٰذِهِ التَّسْمِيَةِ، كَمَا تَقَدَّمَ فِي الْحَدِيثِ : «وَأَهْلُ بَيْتِى أَحَقُّ»، وَهٰذَا يُشْبِهُ مَا ثَبَتَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا سُئِلَ عَنِ

الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ، فَقَالَ : «هُوَ مَسْجِدِي هٰذَا»، فَهٰذَا مِنْ هٰذَا الْقَبِيلِ؛ فَإِنَّ الْآيَةَ إِنَّمَا نَزَلَتْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ، كَمَا وَرَدَ فِي الْأَحَادِيثِ الْأُخَرِ، وَلٰكِنْ إِذَا كَانَ ذَاكَ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ؛ فَمَسْجِدُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلٰى بِتَسمِيَتِهِ بِذٰلِكَ .

''پھر قرآنِ کریم میں تدبر کرنے والا جس چیز میں شبہ نہیں کرسکتا، وہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہیں: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ (اے اہل بیت! بلاشبہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے گناہوں کو دُور کر کے تمہیں خوب پاک صاف کر دے)، کیونکہ سیاقِ کلام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن (والے مفہوم) کے ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ساری بات کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ (اے نبی کی ازواج! تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت میں سے جو پڑھا جاتا ہے، تم اس کو یاد کرو)، یعنی کتاب و سنت کی جو نصوص اللہ تعالیٰ تمہارے گھروں میں اپنے رسول ﷺ نازل فرماتا ہے، ان پر عمل کرو۔ امام قتادہ تابعی رحمہ اللہ سمیت کئی ایک اہل علم نے یہ تفسیر کی ہے۔ مراد یہ ہے کہ اے نبی کی ازواج! اس نعمت کو یاد کرو، جو باقی لوگوں کی نسبت خاص تمہیں نصیب ہوئی ہے کہ وحی صرف تمہارے گھروں میں نازل ہوتی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس نعمت میں سب سے آگے تھیں، سب سے بڑھ کر اس غنیمت سے فائدہ اٹھانے والی تھیں اور اس بے

بہا رحمت کا سب سے زیادہ حصہ پانے والی تھیں۔اس کی وجہ یہ تھی کہ رسولِ اکرم ﷺ کی کسی زوجہ کے بستر پر آپ ﷺ کو وحی نہیں آئی،سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے،جیسا کہ خود آپ ﷺ نے صراحت کے ساتھ یہ بیان فرمایا ہے۔بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اس خصوصیت کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی،اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے سوا کسی مرد سے خلوت نہیں کی، چنانچہ ان کی شخصیت اس امتیاز کے ساتھ خاص ہونے اور اس بلند رتبے میں منفرد ہونے کے زیادہ مناسب تھی۔ لیکن جب آپ ﷺ کی ازواج اہل بیت میں سے ہیں،تو آپ ﷺ کے رشتہ دار اہل بیت کہلانے کے زیادہ حق دار ہیں،جیسا کہ حدیث میں رسولِ اکرم ﷺ کا یہ فرمان بیان ہو چکا ہے کہ میرے گھر والے (اہل بیت ہونے کے)زیادہ حق دار ہیں۔ یہ معاملہ صحیح مسلم میں مذکور اس معاملے سے ملتا جلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ قرآنِ کریم میں جس مسجد کے بارے میں ذکر ہے کہ وہ پہلے دن سے تقویٰ پر استوار کی گئی تھی،وہ کون سی مسجد ہے؟اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد میری یہ مسجد (مسجد نبوی) ہے۔حالانکہ یہ آیت تو مسجدِ قباء کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔لیکن چونکہ مسجد نبوی پہلے دن سے تقویٰ پر استوار کی گئی تھی، لہٰذا یہ اس نام کی زیادہ حق دار تھی۔اہل بیت کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے(کہ اگرچہ قرآن میں ازواجِ مطہرات کو اہل بیت کہا گیا،لیکن رسولِ اکرم ﷺ کے رشتہ دار بھی آپ ﷺ کے گھر والے ہونے کی بنا پر اہل بیت میں شامل ہیں)۔''

(تفسير ابن كثير : 415/6، 416، بتحقيق سلامة)

احاديث كي روشني ميں :

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت والے قصہ میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَّجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا».

''اے مسلمانوں کی جماعت! کون اس شخص سے میرا بدلہ لے گا جس کی طرف سے میرے اہل بیت کے بارے میں مجھے تکلیف پہنچی ہے؟ اللہ کی قسم! میں اپنے گھر والوں کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتا۔''

(صحيح البخاري: 4850، صحيح مسلم: 2770)

❁ حصین بن سبرہ تابعی رحمہ اللہ نے سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهٖ يَا زَيْدُ؟ أَلَيْسَ نِسَاؤُهٗ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ؟

''اے زید! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آپ کے اہل بیت میں شامل نہیں؟''

اس پر سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

نِسَاؤُهٗ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ.

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آپ کے اہل بیت میں شامل ہیں۔''

(صحيح مسلم: 2408)

❁ سیدہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سورۂ احزاب کی مذکورہ آیت نازل ہوئی تو:

فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى عَلِيٍّ وَّفَاطِمَةَ

وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ، فَقَالَ : «اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي»، قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا أَنَا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ؟ قَالَ : «إِنَّكِ أَهْلِي خَيْرٌ، وَهٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي، اللّٰهُمَّ أَهْلِي أَحَقُّ».

''رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ پھر فرمایا: میرے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا میں اہل بیت میں شامل نہیں؟ فرمایا: آپ میرے گھر والی ہیں اور بھلائی والی ہیں، جب کہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اے اللہ! میرے گھر والے (اہل بیت ہونے کے) زیادہ حق دار ہیں۔''

(المستدرك على الصحيحين للحاكم : 416/2، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' قرار دیا ہے، جب کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ''امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔

ایک روایت میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلَسْتُ مِنْ أَهْلِكَ؟ قَالَ : «بَلٰى، فَادْخُلِي فِي الْكِسَاءِ»، قَالَتْ : فَدَخَلْتُ فِي الْكِسَاءِ بَعْدَ مَا قَضٰى دُعَائَهٗ لِابْنِ عَمِّهٖ عَلِيٍّ وَّابْنَيْهِ وَابْنَتِهٖ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

''میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا میں آپ کے اہل سے نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں، آپ بھی چادر میں داخل ہو جائیں۔ جب رسول اللہ ﷺ اپنے چچازاد سیدنا علی، اپنے نواسوں (سیدنا حسن وحسین) اور اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہم

کے لیے دُعا کر چکے تو میں بھی چادر میں داخل ہوگئی۔''

(مسند الإمام أحمد : 298/6، وسندهٗ حسنٌ)

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت دوطرح کے ہیں؛ بزبانِ قرآن آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اہل بیت ہیں، جب کہ بزبانِ نبوت آپ ﷺ کے رشتہ دار بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔

جب رسولِ اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات بھی اہل بیت ہیں، تو ان پر بھی درود پڑھنا مشروع ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

❀ سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُمْ قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «قُولُوا : اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ» .

''صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوں کہو: اے اللہ! محمد ﷺ، آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد پر رحمت نازل کر، جیسا کہ تُو نے ابراہیم علیہ السلام کی آل پر رحمت نازل کی، نیز محمد ﷺ، آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد پر برکت نازل کر، جیسا کہ تُو نے ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکت نازل کی، یقیناً تو قابلِ تعریف، بڑی شان والا ہے۔''

(الموطّأ للإمام مالك : 165/1؛ صحيح البخاري : 3369؛ صحيح مسلم : 407)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اختصار!

ابوسعید

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی جگہ ''ص،صعم،صلم،صلیو،صلع اورصلعم'' جیسے رموز و اشارات کا استعمال حکم الٰہی اور منہجِ سلف صالحین کی مخالفت ہے۔یہ قبیح اور بدعی اختصار خلافِ ادب ہے۔یہ ایسی بے ہودہ اصطلاح ہے کہ کوئی نادان ہی اس پر اکتفا کرسکتا ہے۔

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۸۳۱۔۹۰۲ھ) لکھتے ہیں:

وَاجْتَنِبْ أَيُّهَا الْكَاتِبُ الرَّمْزَ لَهَا أَيْ لِلصَّلَاةِ عَلٰى رُسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَطِّكَ، بِأَنْ تَقْتَصِرَ مِنْهَا عَلٰى حَرْفَيْنِ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، فَتَكُونَ مَنْقُوصَةً صُورَةً، كَمَا يَفْعَلُهُ الْكِسَائِيُّ وَالْجَهَلَةُ مِنْ أَبْنَاءِ الْعَجَمِ غَالِبًا وَعَوَامُّ الطَّلَبَةِ، فَيَكْتُبُونَ بَدَلًا عَنْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ص، أَوْ صم، أَوْ صلم، أَوْ صلعم، فَذٰلِكَ لِمَا فِيهِ مِنْ نَّقْصِ الْأَجْرِ لِنَقْصِ الْكِتَابَةِ خِلَافُ الْأَوْلٰى .

''اے لکھنے والے! اپنی لکھائی میں رسول اللہ ﷺ پر درود کی اس طرح رمز لکھنے سے اجتناب کرو کہ دو یا تین چار حرفوں پر اکتفا کرلو۔اس طرح درود کی صورت ناقص ہو جاتی ہے،جیسے کسائی، بہت سے جاہل عجمی لوگوں اور اکثر طلبہ کا طرزِ عمل

ہے۔ وہ ﷺ کی جگہ ص،صم،صلم یا صلعم لکھتے ہیں۔ یہ طریقہ کتابت میں نقص کی وجہ سے خلافِ اولیٰ ہے۔''(فتح المغيث بشرح ألفية الحديث : 3/71، 72)

❁ علامہ ابو یحییٰ زکریا انصاری رحمہ اللہ (م:۹۲۶ھ) لکھتے ہیں:

وَتُسَنُّ الصَّلَاةُ نُطْقًا وَّكِتَابَةً عَلٰى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمَلَائِكَةِ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، كَمَا نَقَلَهُ النَّوَوِيُّ عَنْ إِجْمَاعِ مَنْ يُّعْتَدُّ بِهٖ .

''تمام انبیاے کرام اور فرشتوں پر بول اور لکھ کر درود وسلام بھیجنا مسنون ہے، جیسا کہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے تمام معتبر اہل علم کے اجماع سے یہ بات نقل کی ہے۔''

(فتح الباقي بشرح ألفية العراقي : 2/44)

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی (۹۰۹۔۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

وَكَذَا اسْمُ رَسُولِهٖ بِأَنْ يُّكْتَبَ عَقِبَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدْ جَرَتْ بِهٖ عَادَةُ الْخَلَفِ كَالسَّلَفِ، وَلَا يُخْتَصَرُ كِتَابَتُهَا بِنَحْوِ صلعم؛ فَإِنَّهٗ عَادَةُ الْمَحْرُومِينَ .

''اسی طرح اللہ کے رسول کے نام کے بعد ﷺ لکھنا چاہیے۔خلف وسلف کی یہی عادت رہی ہے۔البتہ درود کا اختصار لکھنا،جیسے صلعم،یہ محروم لوگوں کی عادت ہے۔''

(الفتاوى الحديثيّة :1/164)

❁ علامہ طیبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

وَأَنَّ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِبَارَةٌ عَنْ تَعْظِيمِهٖ وَتَبْجِيلِهٖ، فَمَنْ عَظَّمَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَبِيبَهٗ؛ عَظَّمَهُ اللّٰهُ، وَرَفَعَ قَدْرَهٗ فِي الدَّارَيْنِ، وَمَنْ لَّمْ يُعَظِّمْهُ؛ أَذَلَّهُ اللّٰهُ، فَالْمَعْنٰى : بَعِيدٌ مِّنَ الْعَاقِلِ، بَلْ مِنَ الْمُؤْمِنِ الْمُعْتَقِدِ أَنْ يَّتَمَكَّنَ مِنْ إِجْرَاءِ كَلِمَاتٍ مَّعْدُودَةٍ عَلٰى لِسَانِهٖ، فَيَفُوزُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ مِّنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَ، وَبِرَفْعِ عَشْرِ دَرَجَاتٍ لَّهٗ، وَبِحَطِّ عَشْرِ خَطِيئَاتٍ عَنْهُ، ثُمَّ لَمْ يَغْتَنِمْهُ حَتّٰى يَفُوتَ عَنْهُ، فَحَقِيقٌ بِأَنْ يَّحْقِرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَيَضْرِبَ عَلَيْهِ الذِّلَّةَ وَالْمَسْكِنَةَ، وَبَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَمِنْ هٰذَا الْقَبِيلِ عَادَةُ أَكْثَرِ الْكُتَّابِ أَنْ يَّقْتَصِرُوا فِي كِتَابَةِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّمْزِ .

''نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم ہے۔جو اللہ کے رسول اور حبیب کی تعظیم کرے گا،اللہ تعالیٰ اسے عظمت عطا فرمائیں گے اور دنیاوآخرت میں اس کی شان بلند کر دیں گے۔جو (درود نہ پڑھ کر) آپ کی تعظیم نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیں گے۔مطلب یہ کہ کسی عاقل، بالخصوص کسی ایسے پختہ اعتقاد والے مؤمن سے یہ بات بعید ہے کہ وہ اپنی زبان پر چند کلمات جاری نہ کر سکے،جن کے بدلے وہ اللہ تعالیٰ کی دس رحمتوں کے حصول، دس درجات کی بلندی

اور دس گناہوں کی معافی سے بہرہ ور نہ ہو جائے۔ پھر وہ اس غنیمت سے فائدہ نہ اٹھائے، حتی کہ درود اس سے رہ جائے۔ایسا شخص اس بات کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے اور اس پر ذلت و مسکینی نازل کرے اور وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے۔اکثر کاتبوں کی عادت بھی اسی قبیل سے ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر درود لکھنے کے بجائے اشارے پر اکتفا کرتے ہیں۔''

(شرح المشکـــــــــاۃ : 131/2)

۞ جناب مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب، جناب اشرف علی تھانوی صاحب سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فرمایا کہ حضورؐ کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف پڑھنا واجب ہے، اگر کسی نے صرف لفظ ''صلعم'' قلم سے لکھ دیا، زبان سے درود سلام نہیں پڑھا تو میرا گمان یہ ہے کہ واجب ادا نہیں ہو گا، مجلس میں چند علماء بھی تھے، انہوں نے اس سے اختلاف کیا اور عرض کیا کہ آج کل لفظ ''صلعم'' پورے درود پر دلالت تامہ کرنے لگا ہے، اس لیے کافی معلوم ہوتا ہے، حضرت نے فرمایا: میرا اس میں شرح صدر نہیں ہوا، دراصل بات تو یہ ہے کہ حضور ﷺ جیسے محسن خلق کے معاملہ میں اختصار کی کوشش اور کاوش ہی کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر آپؐ ہمارے معاملہ میں اختصارات سے کام لینے لگیں تو ہم کہاں جائیں؟

احقر جامع (مفتی محمد شفیع) عرض کرتا ہے کہ جہاں تک کہ ضرورت کا تعلق ہے،

سب سے زیادہ ضرورت اختصار کی، حضراتِ محدثین کو تھی، جن کی ہر سطر میں تقریبا حضورؐ کا نام مبارک آتا ہے، مگر آپ ائمہ حدیث کی کتابوں کا مشاہدہ فرما لیں کہ انہوں نے ہر ہر جگہ نام مبارک کے ساتھ پورا درود وسلام لکھا ہے، اختصار کرنا پسند نہیں کیا۔'' (مجالس حکیم الامت، ص: 241)

❁ علامہ انور شاہ کاشمیری دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ مَا يُذْكَرُ وَيُكْتَبُ لَفْظُ (صلعم) بَدْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؛ فَغَيْرُ مَرْضِيٍّ .

''جان لیجیے کہ ﷺ کی جگہ جو صلعم کا لفظ بولا اور لکھا جاتا ہے، وہ ناپسندیدہ ہے۔''

(العرف الشذي: 110/1)

❁ جناب محمد زکریا تبلیغی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''جب اسمِ مبارک لکھے، صلاۃ وسلام بھی لکھے، یعنی ﷺ پورا لکھے، اس میں کوتاہی نہ کرے۔ صرف '' ؐ '' یا صلعم پر اکتفا نہ کرے۔'' (تبلیغی نصاب، ص: 769)

❁ محمد امجد علی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اکثر لوگ آجکل درود شریف کے بدلے صلعم، عم، ؐ، ؑ، لکھتے ہیں، یہ ناجائز وسخت حرام ہے۔'' (بہارِ شریعت، حصہ سوم، ص: 87)

یاد رہے کہ بہارِ شریعت کا یہ حصہ ''اعلیٰ حضرت بریلوی'' کا تصدیق شدہ ہے۔

درود نبی کریم ﷺ پر پیش ہوتا ہے

ابن الحسن محمدی

❀ سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَّعْرُوضَةٌ عَلَيَّ».

''بلاشبہ تمہارے دنوں میں جمعہ کا دن سب سے بہتر ہے۔ اس دن سیدنا آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سخت آواز ظاہر ہو گی۔ لہٰذا اس دن مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔''

ایک آدمی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ کی وفات کے بعد آپ کو کیسے پیش کیا جائے گا؟ کیا آپ کا جسدِ مبارک خاک میں نہیں مل چکا ہو گا؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ».

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 8/4؛ سنن أبي داوٗد : 1047، 1531؛ سنن النسائي : 1375؛ سنن ابن ماجه : 1085، 1636؛ فضل الصلاة على النبيّ للقاضي إسماعيل : 22، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (1733)، امام ابن حبان (910) اور حافظ ابن قطان فاسی (بيان الوهم والإيهام : 574/5) رحمہم اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ (278/1) نے اسے ''امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(رياض الصالحين : 1399، خلاصة الأحكام :441/1، 814/2)

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (م :751ھ) لکھتے ہیں :

وَمَنْ تَأَمَّلَ هٰذَا الْإِسْنَادَ؛ لَمْ يَشُكَّ فِي صِحَّتِهِ، لِثِقَةِ رُوَاتِهِ، وَشُهْرَتِهِمْ، وَقُبُولِ الْأَئِمَّةِ أَحَادِيثَهُمْ .

''جو شخص اس روایت کی سند پر غور کرے گا، وہ اس کی صحت میں شک نہیں کرے گا، کیونکہ اس کے راوی ثقہ، مشہور ہیں اور ائمہ حدیث کے ہاں ان کی بیان کردہ احادیث مقبول ہیں۔'' (جلاء الأفهام :81)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا، وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ؛ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ» .

''تم اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، نہ ہی میری قبر کو میلہ گاہ بنانا، (بل کہ جہاں بھی ہو) مجھ پر درود پڑھو تم جہاں بھی ہو گے تمہارا درود مجھ تک پہنچے گا۔''

(مسند الإمام أحمد : 367/2، ح : 8790؛ سنن أبي داوٗد : 2042، واللفظ لہٗ، وسندہٗ حسنٌ)

❁ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ، يُبَلِّغُونِّي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ» .

''اللہ تعالیٰ کے زمین میں ایسے فرشتے ہیں جو گشت کرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے پیش کیا گیا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 387/1، 441، 452؛ سنن النسائي الصغرٰی : 44/3، ح : 1282؛ سنن النسائي الكبرٰی : 22/6، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کی بہت سے ائمہ نے تصحیح کی ہے، مثلاً امام ابن حبان رحمہ اللہ (914) نے اسے ''صحیح''، اور امام حاکم رحمہ اللہ (456/2) نے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے، جب کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَحْسِنُوا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ، لَعَلَّ ذٰلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ، قَالَ : فَقَالُوا لَهٗ : فَعَلِّمْنَا، قَالَ، قُولُوا : اللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ، وَرَحْمَتَكَ، وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ، وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ،

مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، إِمَامِ الْخَيْرِ، وَقَائِدِ الْخَيْرِ، وَرَسُولِ الرَّحْمَةِ، اللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا، يَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ، اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ .

''جب تم لوگ رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھو تو اچھے الفاظ میں درود پڑھا کرو، کیوں کہ تمہیں معلوم نہیں کہ شاید وہ آپ ﷺ پر پیش کیا جائے۔لوگوں نے کہا: پھر آپ ہمیں وہ الفاظ سکھا دیجیے۔انہوں نے فرمایا: یوں کہا کرو: اے اللہ! تُو سید المرسلین، امام المتقین اور خاتم النبیین، جناب محمد ﷺ پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما، جو تیرے بندے ورسول، امام الخیر، قائد الخیر اور رسولِ رحمت ہیں۔اے اللہ! تُو انہیں اس مقامِ محمود پر فائز فرما، جس کی وجہ سے اولین و آخرین ان سے رشک کریں گے۔ اے اللہ! محمد ﷺ اور آپ کی آل پر اس طرح رحمت فرما، جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر فرمائی تھی، بلاشبہ تُو ہی قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! محمد ﷺ اور ان کی آل پر اس طرح برکت نازل فرما، جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی تھی، بلاشبہ تُو ہی قابل تعریف

اور بزرگی والا ہے۔''

(سنن ابن ماجه :906؛ المعجم الكبير للطبراني : 115/9؛ ح : 8594، مسند الشاشي : 611؛ الدعوات الكبير للبيهقي : 177، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ :

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ :

لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَيْهِ صَلَاةً؛ إِلَّا وَهِيَ تَبْلُغُهٗ، يَقُولُ لَهُ الْمَلَكُ : فُلَانٌ يُصَلِّي عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا صَلَاةً .

''محمد ﷺ کی امت میں سے کوئی بھی درود پڑھتا ہے تو وہ ضرور آپ ﷺ تک پہنچتا ہے۔فرشتہ آپ ﷺ سے جا کر عرض کرتا ہے : فلاں شخص آپ پر یہ یہ درود پڑھ رہا ہے۔''

(شعب الإيمان للبيهقي : 1482؛ حياة الأنبياء في قبورهم للبيهقي : 17؛ مسند إسحاق بن راهويه، نقلا عن المطالب العالية لابن حجر : 3333)

لیکن اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ اس میں ابو یحییٰ قتات راوی جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' اور غیر ثقہ ہے۔

درود شریف کے متفرق احکام و مسائل

① بے وضو اور جنبی مرد و عورت، نیز حائضہ اور نفاس والی عورت بھی درود وسلام پڑھ سکتے ہیں۔

② نبی پاک ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر درود شریف جیسے مبارک عمل کو دعا میں وسیلہ بنایا جا سکتا ہے، کیوں کہ دُعا میں نیک اعمال کا وسیلہ قرآن وحدیث کی رُو سے جائز ہے۔

③ کوئی کافر یا بدعتی اگر نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرے، تو بھی درود پڑھا جائے گا، کیوں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان عام ہے کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے۔۔۔

④ دورانِ خطبہ جمعہ خطیب رسولِ اکرم ﷺ کا ذکر کرے، تو سامعین کو آپ ﷺ پر درود پڑھنا چاہیے۔

⑤ کوئی شخص نماز میں آپ ﷺ کا ذکر سنے، تو پہلے اپنی نماز کو مکمل کرے، پھر درود پڑھے۔

⑥ درودِ پاک کے وہ الفاظ جو نبی اکرم ﷺ سے منقول و ماثور ہیں، ان کا التزام افضل ہے۔ البتہ شرک و بدعت اور مبالغہ سے پاک ایسے الفاظ، جو منقول نہ بھی ہوں، کے ساتھ درود پڑھنا جائز ہے، جیسا کہ سلف و خلف اہل علم کا معمول رہا ہے۔

⑦ درود پاک کے ثابت شدہ الفاظ کے من گھڑت فضائل بیان کرنا دین سازی اور بدعت ہے۔ جو الفاظ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہی نہیں، ان کے فضائل ومناقب بیان کرنا اس سے بھی بڑی بدعت ہے۔

کیا رسول اللہ ﷺ قبر مبارک میں درود سنتے ہیں؟

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں درود وسلام سنتے ہیں۔ بعض لوگ تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ مطلق طور پر سلام سنتے ہیں، جبکہ بعض کے نزدیک اگر قبر مبارک کے قریب سلام کہا جائے، تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور دور سے کہا جائے، تو خود نہیں سنتے، بل کہ فرشتے آپ ﷺ کو وہ درود وسلام پہنچاتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا اپنی قبر مبارک میں قریب یا دُور سے سلام سننا قطعاً ثابت نہیں۔ جو لوگ ایسے نظریات رکھتے ہیں، ان کے مزعومہ دلائل کا اصولِ محدثین کی روشنی میں جائزہ پیش خدمت ہے:

روایت نمبر ① : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ» .

''جو آدمی مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے گا، میں اسے سنوں گا اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجے گا، مجھے اس کا درود پہنچا دیا جائے گا۔''

(شعب الإيمان للبيهقي :1481، حياة الأنبياء في قبورهم للبيهقي : 19، الضعفاء الكبير للعقيلي : 4/136-137، تاريخ بغداد للخطيب : 3/292، الترغيب والترهيب لأبي القاسم الأصبهاني : 1666)

تبصرہ :

یہ روایت سخت ترین ''ضعیف'' ہے، کیونکہ :

① اس کے راوی محمد بن مروان سدی (صغیر) کے ''کذاب'' اور ''متروک'' ہونے پر محدثین کرام کا اجماع ہے۔

امام احمد بن حنبل، امام ابو حاتم رازی، امام یحییٰ بن معین، امام بخاری، امام نسائی، امام جوزجانی اور امام ابن عدی رحمہم اللہ وغیرہ نے اس پر سخت جرح کر رکھی ہے۔

② اس کی سند میں سلیمان بن مہران اعمش ''مدلس'' ہیں اور انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔

محدثین کرام اعمش کی ابو صالح سے عن والی روایت کو ''ضعیف'' ہی سمجھتے ہیں۔

امام عقیلی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں :

لَا أَصْلَ لَهٗ مِنْ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ، وَلَيْسَ بِمَحْفُوظٍ، وَلَا يُتَابِعُهٗ إِلَّا مَنْ هُوَ دُونَهٗ.

''یہ حدیث اعمش کی سند سے بے اصل ہے۔ یہ محفوظ بھی نہیں۔ محمد بن مروان کی متابعت اس سے بھی کمزور راوی کر رہا ہے۔'' (الضعفاء الكبير : 4/137)

سنن بیہقی والی روایت میں ابو عبدالرحمن نامی راوی، اعمش سے بیان کرتا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں :

أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هٰذَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّيُّ؛ فِيمَا أَرٰى، وَفِيهِ نَظَرٌ.

''میرے خیال میں یہ ابو عبدالرحمن راوی محمد بن مروان سدی ہے اور اس میں کلام

ہے۔"(حياة الأنبياء في قبورهم، ص : 103)

امام ابن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

دَعْ ذَا، مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ لَيْسَ بِشَيْءٍ .

"اس (روایت) کو چھوڑ دو، کیونکہ محمد بن مروان کی کوئی حیثیت نہیں۔"

(تاريخ بغداد للخطيب : 292/3)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

هٰذَا حَدِيثٌ لَّا يَصِحُّ . *"یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔"*

(الموضوعات :303/1)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

فَفِي إِسْنَادِهٖ نَظَرٌ، تَفَرَّدَ بِهٖ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّيُّ الصَّغِيرُ، وَهُوَ مَتْرُوكٌ .

"اس کی سند محل نظر ہے، اس کو بیان کرنے میں محمد بن مروان سدی صغیر متفرد ہے اور وہ متروک ہے۔"(تفسير ابن كثير : 228/5)

روایت نمبر ② : *یہ روایت ان الفاظ سے بھی آتی ہے :*

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي؛ سَمِعْتُهٗ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا؛ وُكِّلَ بِهَا مَلَكٌ يُبَلِّغُنِي، وَكُفِيَ بِهَا أَمْرَ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهٗ، وَكُنْتُ لَهٗ شَهِيدًا أَوْ شَفِيعًا» .

"جو آدمی مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے گا، میں اسے سنوں گا اور جو مجھ پر

دور سے درود پڑھے گا،اس درود پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا جائے گا،جو اسے مجھ تک پہنچائے گا۔اس درود کے ذریعے اس شخص کے دنیا و آخرت کے معاملات سدھر جائیں گے اور میں اس کے لئے گواہ اور سفارشی بن جاؤں گا۔''

(شعب الإيمان للبيهقي : 1481، تاريخ بغداد للخطيب : 3/291-292، واللّفظ لهٗ، الترغيب والترهيب لأبي القاسم الأصبهاني : 1698)

تبصرہ :

یہ روایت ''موضوع''(من گھڑت) ہے، اس میں محمد بن مروان سدی کے علاوہ محمد بن یونس بن موسیٰ قرشی کدیمی راوی بھی ''وضاع'' ہے، نیز اس میں اعمش کی ''تدلیس'' بھی موجود ہے۔

تنبیہ :

ایک سند میں محمد بن مروان سدی کی متابعت ابو معاویہ محمد بن خازم ضریر نے کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں :

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي؛ سَمِعْتُهٗ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ بَعِيدٍ أُعْلِمْتُهٗ» .

''جو آدمی مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے گا، میں اسے خود سنوں گا اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجے گا، مجھے اس کے بارے میں بتایا جائے گا۔''

(الصلاة على النبي لأبي الشيخ نقلا عن جلاء الأفهام لابن القيّم، ص : 19، الثواب

لأبي الشيخ نقلا عن اللآلي المصنوعة للسيوطي، ص :283/1)

تبصرہ :

اس کی سند بھی ''ضعیف'' ہے، کیونکہ اس میں عبدالرحمٰن بن اعرج راوی ہے، جس کے بارے میں توثیق کا ادنیٰ کلمہ بھی ثابت نہیں ہے، اگرچہ ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الطبقات (451/3) میں اور امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ نے اخبار اصبھان (113/3) میں اس کے حالاتِ زندگی درج کیے ہیں۔

لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباري : 488/6) اور حافظ سخاوی رحمہ اللہ (القول البديع، ص : 154) کا اس کی سند کو ''جید'' کہنا درست نہیں، بل کہ تعجب خیز ہے۔

روایت نمبر ③ : سیدنا ابو دردا رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَكْثِرُوا الصَّلَاة عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ، تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُّصَلِّي عَلَيَّ؛ إِلَّا بَلَغَنِي صَوتُهُ حَيْثُ كَانَ»

.

''جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو، کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جو بھی آدمی مجھ پر درود بھیجتا ہے، وہ جہاں بھی ہو، مجھے اس کی آواز پہنچ جاتی ہے۔''

ہم نے عرض کیا: آپ کی وفات کے بعد بھی ایسا کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَبَعْدَ وَفَاتِي، إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ» .

''ہاں! میری وفات کے بعد بھی۔ یقیناً اللہ رب العزت نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔''

(الطبراني نقلا عن جلاء الأفهام لابن القيّم الجوزية، ص : 63)

تبصرہ :

اس کی سند ''انقطاع'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔ سعید بن ابو ہلال کا سیدنا ابو دردا سے سماع ولقا ثابت نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو طبقہ سادسہ (چھٹے طبقہ) میں ذکر کیا ہے (تقریب التہذیب : 2410)۔ اس طبقہ کے راویوں کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں ہوتی۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

إِنَّ إِسْنَادَهُ لَا يَصِحُّ .

''اس کی سند صحیح نہیں۔'' (القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع، ص : 164)

روایت نمبر ④ : ایک روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا: جو آپ پر نزدیک سے اور دور سے درود بھیجتے ہیں اور بعد میں آنے والے بھی بھیجیں گے، کیا یہ سب درود آپ پر پیش کیے جاتے ہیں اور پیش کیے جائیں گے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَسْمَعُ صَلَاةَ أَهْلِ مَحَبَّتِي، وَأَعْرِفُهُمْ» .

''میں اہل محبت کا درود سنتا اور انہیں پہچانتا ہوں۔'' (دلائل الخيرات، ص : 32)

تبصرہ :

یہ بے سند اور جھوٹی روایت ہے۔ جو لوگ اس سے استدلال کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ اس کی کوئی سند پیش کریں۔ بے سروپا روایات پر اپنے عقیدہ وعمل کی بنیاد رکھنا کسی سچے مسلمان

کو زیب نہیں دیتا۔

۞ اسی طرح سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت میں ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَعَدَنِي إِذَا مِتُّ؛ أَنْ يُّسْمِعَنِي صَلَاةَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَأَنَا فِي الْمَدِينَةِ وَأُمَّتِي فِي مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَمَغَارِبِهَا ---» .

''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ جب مجھے موت آ جائے گی تو وہ جو مجھ پر درود پڑھے گا، اللہ مجھے اس کا درود سنا دے گا، حالانکہ میں مدینہ میں ہوں گا اور میری امت مشرق ومغرب میں پھیلی ہو گی۔''

('آبِ کوثر' از محمد امین بریلوی فیصل آبادی، ص: 87)

۞ دوسری بے پر روایت میں ہے:

«وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ؛ فَإِنِّي أَسْمَعُ صَلَاتِي مِمَّنْ يُّصَلِّي عَلَيَّ بِأُذُنِي» .

''جمعہ کے دن میں اپنے کانوں سے اس شخص کا درود سنتا ہوں، جو مجھ پر درود پڑھتا ہے۔'' ('آبِ کوثر' از محمد امین بریلوی فیصل آبادی، ص: 88)

ان لوگوں کی جسارت ملاحظہ فرمائیں کہ ایک طرف تو نبی اکرم ﷺ کی محبت کا دَم بھرتے ہیں لیکن دوسری طرف بے دریغ جھوٹی روایات گھڑ کر آپ ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیا محبتِ رسول کا یہی تقاضا ہے؟

روایت نمبر ⑤ : سلیمان بن سحیم کہتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْتُونَكَ، فَيُسَلِّمُونَ عَلَيْكَ؛ أَتَفْقَهُ سَلَامَهُمْ ؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَأَرُدُّ عَلَيْهِمْ» .

''میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی۔میں نے عرض کی:اللہ کے رسول! یہ کچھ لوگ آپ کی قبر مبارک کے پاس آ کر آپ پر سلام پیش کر رہے ہیں؛کیا آپ ان کا سلام سمجھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:جی ہاں!میں ان کا جواب بھی دیتا ہوں۔''

(شعب الإيمان للبيهقي : 3868، حياة الأنبياء في قبورهم للبيهقي : 19)

تبصرہ :

یہ سخت ''ضعیف'' روایت ہے،کیونکہ :

① عبدالرحمٰن بن ابو الرجال کا سلیمان بن سحیم سے سماع ثابت نہیں ہو سکا۔

② سوید بن سعید حدثانی کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

صَدُوقٌ فِي نَفْسِهِ؛ إِلَّا أَنَّهٗ عَمِيَ، فَصَارَ يَتَلَقَّنُ مَا لَيْسَ مِنْ حَدِيثِهِ .

''یہ بذات خود صدوق راوی تھا،مگر جب نابینا ہوا تو وہ ایسی باتوں کی تلقین قبول کرنے لگا، جو اس کی بیان کردہ نہیں تھیں۔''(تقريب التهذيب : 2690)

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ کا سوید سے قبل از اختلاط روایت لینا ثابت نہیں۔

روایت نمبر ⑥ : سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے منسوب روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِقَبْرِي مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ، فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ أَحَدٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ؛ إِلَّا بَلَّغَنِي بِاسْمِهٖ وَاسْمِ أَبِيهِ؛ هٰذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، قَدْ صَلّٰى عَلَيْكَ» .

''اللہ تعالیٰ میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جسے تمام مخلوقات کی آوازیں سننے

کی صلاحیت عطا کی گئی ہو گی۔روزِ قیامت تک جو بھی شخص مجھ پر درود پڑھے گا، وہ فرشتہ درود پڑھنے والے اور اس کے والد کا نام مجھ تک پہنچائے گا اور عرض کرے گا:اللہ کے رسول!فلاں کے بیٹے فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔''

(مسند البزّار : 254/4، ح : 1425، التاريخ الكبير للبخاري : 416/6، مسند الحارث :962/2، ح : 1063، الترغيب لأبي القاسم التيمي : 319/2، ح :1671)

ابوالشیخ ابن حیان اصبہانی رحمہ اللہ (العظمة : 263/2) **اور امام طبرانی** رحمہ اللہ (المعجم الكبير نقلا عن جلاء الأفهام لابن القيّم، ص : 84، مجمع الزوائد للهيثمي162/10 :، الضعفاء الكبير للعقيلي : 249/3) **کے بیان کردہ الفاظ یہ ہیں :**

«إِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ كُلِّهَا، وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى قَبْرِي؛ إِذَا مِتُّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَلَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِي يُصَلِّي عَلَيَّ صَلَاةً؛ إِلَّا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ وَاسْمِ أَبِيهِ، قَالَ : يَا مُحَمَّدُ، صَلّٰى عَلَيْكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ كَذَا وَكَذَا، فَيُصَلِّي الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ الرَّجُلِ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ عَشْرًا» .

''اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ایسا ہے، جسے تمام مخلوقات کی آوازیں سننے کی صلاحیت عنایت کی گئی ہے۔وہ میری وفات کے بعد قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا۔ میرا جو بھی امتی مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا، وہ فرشتہ پڑھنے والے کو اس کے والد کے نام سمیت مجھ تک پہنچاتے ہوئے عرض کرے گا :اے محمد!فلاں بن فلاں نے آپ پر اتنا اتنا درود بھیجا ہے۔اللہ رب العزت اس شخص پر ایک مرتبہ درود پڑھنے کے عوض دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔''

تبصرہ :

یہ روایت بھی سخت ''ضعیف'' ہے، کیونکہ :

① اس کا راوی عمران بن حمیری جعفی ''مجہول الحال'' ہے۔سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات : 223/5) کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

اس کے بارے میں:

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ . ''اس کی کوئی بھی تائید نہیں۔''

(التاريخ الكبير : 416/6)

❀ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے کوئی جرح و تعدیل ذکر نہیں کی۔

❀ علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

لَا يُعْرَفُ . ''یہ مجہول راوی ہے۔''(ميزان الاعتدال : 236/3)

❀ حافظ منذری رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔

(القول البديع للسخاوي، ص : 119)

❀ علامہ ہیثمی ،حافظ ذہبی پر اعتماد کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

وَقَالَ صَاحِبُ الْمِيزَانِ : لَا يُعْرَفُ .

''صاحب ِمیزان الاعتدال (علامہ ذہبی رحمہ اللہ) کا کہنا ہے کہ یہ راوی مجہول ہے۔''(مجمع الزوائد : 162/10)

❀ علامہ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ ،علامہ ہیثمی کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لَمْ اَعْرِفْهُ . "میں اسے پہچان نہیں پایا۔"(فیض القدیر : 612/2)

② اس کا راوی نعیم بن ضمضم "ضعیف" ہے۔اس کے بارے میں:

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف الحدیث راوی ہے۔

(المغني في الضعفاء : 701/2)

۞ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نَعِيمُ بْنُ ضَمْضَمَ ضَعِيفٌ .

"نعیم بن ضمضم ضعیف راوی ہے۔"(مجمع الزوائد : 162/10)

اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں۔

فائدہ :

حماد بن ابوسلیمان کوفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ عُرِضَ عَلَيْهِ بِاسْمِهٖ .

"کوئی شخص جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے تو وہ درود اس کے نام کے ساتھ آپ پر پیش کیا جاتا ہے۔"(الزهد والرقائق للإمام ابن المبارك : 1029، وسندهٗ صحيحٌ)

روایت نمبر ⑦ : ایک روایت یوں ہے:

قَالَ (شِيرْوَيْهِ بْنُ شَهْرِدَارَ) الدَّيْلَمِيُّ : أَنْبَأَنَا وَالِدِي (شَهْرِدَارُ بْنُ شِيرْوَيْهِ) : أَنْبَأَنَا أَبُو الْفَضْلِ الْكَرَابِيسِيُّ (مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَمْدَوَيْهِ) : أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ بْنُ تُرْكَانَ (الْفَرْضِيُّ) : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ سَعِيدٍ (لَعَلَّهُ ابْنُ مُوسَى بْنِ سَعِيدٍ أَبُو عِمْرَانَ الْهَمْدَانِيُّ) :

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَمَّادِ بْنِ سُفْيَانَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَالِحٍ الْمَرْوَزِيُّ : حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خِرَاشٍ عَنْ فِطْرِ بْنِ خَلِيفَةَ، عَنْ اَبِى الطُّفَيْلِ، عَنْ أَبِى بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) : «أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ، فَإِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِي مَلَكًا عِنْدَ قَبْرِي، فَإِذَا صَلّٰى عَلَيَّ رَجُلٌ مِّنْ اُمَّتِي، قَالَ لِي ذٰلِكَ الْمَلَكُ : يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ فُلانَ ابْنَ فُلانٍ صَلّٰى عَلَيْكَ السَّاعَةَ» .

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھا کرنا۔اللہ تعالیٰ میری قبر کے پاس ایک فرشتے کو مامور کرے گا۔جب میری امت میں سے کوئی فرد مجھ پر درود بھیجے گا تو یہ فرشتہ میری جناب میں عرض کرے گا:اے محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)!فلاں بن فلاں نے ابھی آپ پر درود بھیجا ہے۔''

(اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة للسيوطي :259/1، السلسلة الصحيحة للألباني : 1530)

تبصرہ :

اس کی سند''ضعیف'' ہے،کیونکہ :

① اس کا راوی بکر بن خداش ''مجهول الحال'' ہے۔سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات : 148/8) کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

② محمد بن عبداللہ بن صالح مروزی کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔

③ ابوالفضل کرابیسی کے حالات اور توثیق بھی نہیں ملی۔

اس روایت کے بارے میں حافظ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

وَفِي سَنَدِهٖ ضَعْفٌ . ''اس کی سند میں کمزوری ہے۔''

(القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع، ص :161)

روایت نمبر ⑧ : سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ، يُبَلِّغُونِّي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ، قَالَ : وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ، تُحَدِّثُونَ وَنُحَدِّثُ لَكُمْ، وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ، تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ، فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُّ اللّٰهَ عَلَيْهِ، وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللّٰهَ لَكُمْ» .

''زمین میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے گشت کر رہے ہیں، جو میری امت کی طرف سے پیش کیا گیا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔میری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے کہ ہم آپس میں ہم کلام ہوتے رہتے ہیں اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہو گی کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے رہیں گے۔میں جو بھلائی دیکھوں گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو بُرائی دیکھوں گا، اس پر تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کروں گا۔''

(مسند البزّار : 308/5، ح : 1925)

تبصرہ :

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ :

① امام سفیان ثوری رحمہ اللہ بصیغہ ''عن'' روایت کر رہے ہیں۔مسلّم اصول ہے کہ ''ثقہ مدلس'' جب صحیح بخاری و مسلم کے علاوہ محتمل الفاظ سے حدیث بیان کرے ،تو جب تک سماع کی تصریح نہ ملے، وہ ''ضعیف'' ہی ہوتی ہے۔

② اس میں عبد المجید بن ابو رواد بھی ''مدلس'' ہے۔ اس کی طرف سے سماع کی تصریح موجودنہیں۔

③ عبد المجید بن ابو رواد جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' اور مجروح بھی ہے۔

اس پر امام حمیدی(الضعفاء الكبير للبخاري :307)،امام ابوحاتم رازی(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم :65/6)،امام ابن حبان(كتاب المجروحين : 160/2)، امام دارقطنی (سؤالات البرقاني : 317)، امام محمد بن یحییٰ بن ابو عمر(الضعفاء الكبير للعقيلي : 96/3، وسندهٗ صحيحٌ)، امام ابن سعد(الطبقات الكبرىٰ :500/5)، امام ابن عدی(الكامل في ضعفاء الرجال :346/5)اور امام ابوزرعہ(أسامي الضعفاء : 637)رحمہم اللہ وغیرہ نے سخت جروح کر رکھی ہیں۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

فَقَدْ ضَعَّفَهٗ كَثِيرُونَ .

''یقیناً اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(المغني عن حمل الأسفار في تخريج الإحياء : 144/4)

لہٰذا حافظ بوصیری کا اس کے بارے میں (وَثَّقَهُ الْجُمْهُورُ) کہنا صحیح نہیں۔

روایت نمبر ⑨ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ مِائَةً مِّنَ الصَّلَاةِ؛ قَضَى اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ حَاجَةٍ، سَبْعِينَ مِنْ حَوَائِجِ الْآخِرَةِ، وَثَلَاثِينَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا، وَوَكَّلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِذٰلِكَ مَلَكاً يُّدْخِلُهٗ عَلٰى قَبْرِي كَمَا يُدْخِلُ عَلَيْكُمُ الْهَدَايَا، إِنَّ عِلْمِي بَعْدَ مَوْتِي كَعِلْمِي فِي الْحَيَاةِ».

''جو آدمی مجھ پر جمعہ کے دن اور رات سو مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کر دیتا ہے، جن میں ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی شامل ہوتی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے، جو وہ درود اس طرح میری قبر انور میں پیش کرتا ہے، جس طرح تمہیں تحائف پیش کیے جاتے ہیں۔ وفات کے بعد میرا علم ویسے ہی ہو گا، جیسے اب دنیوی زندگی میں ہے۔''

(الفوائد لابن مندة: 56، الترغيب والترهيب لأبي القاسم الأصبهاني: 2/320۔321، ح: 1674)

تبصرہ:

یہ جھوٹی اور باطل روایت ہے، کیونکہ:

① حکامہ بنت عثمان کے بارے میں:

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس کی بیان کردہ روایت کی کوئی حیثیت نہیں۔'' (الثقات: 7/194)

اس کی توثیق ثابت نہیں، لہٰذا یہ ''مجہولہ'' ہے۔

✿ حافظ عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَرْوِي عَنْهُ (عُثْمَانَ بْنِ دِينَارٍ) حَكَّامَةُ ابْنَتُهُ أَحَادِيثَ بَوَاطِيلَ، لَيْسَ لَهَا أَصْلٌ.

''عثمان بن دینار سے اس کی بیٹی حکامہ نے باطل روایتیں بیان کی ہیں، جن کی کوئی اصل نہیں۔''(الضعفاء الکبیر : 200/3)

نیز فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُ حَكَّامَةَ تُشْبِهُ حَدِيثَ الْقُصَّاصِ، لَيْسَ لَهَا أُصُولٌ.

''حکامہ کی بیان کردہ احادیث قصہ گولوگوں کی کہانیوں سے ملتی جلتی ہیں۔ان کی کوئی اصل نہیں۔''(الضعفاء الکبیر : 200/3)

② حکامہ کے باپ عثمان بن دینار کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے (الثقات : 194/7) میں ذکر کیا ہے،ان کے علاوہ کسی نے اس کی توثیق نہیں کی، لہٰذا یہ ''مجہول الحال'' راوی ہے۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَا شَيْءَ. ''اس کی کوئی حیثیت نہیں۔''(میزان الاعتدال : 33/3)

روایت نمبر ⑩ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے منسوب ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَقْرَبَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ أَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً فِي الدُّنْيَا، مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ؛

قَضَى اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ حَاجَةٍ، سَبْعِينَ مِنْ حَوَائِجِ الْآخِرَةِ، وَثَلَاثِينَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا، ثُمَّ يُوَكِّلُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ مَلَكًا يُدْخِلُهٗ فِي قَبْرِهٖ كَمَا يُدْخَلُ عَلَيْكُمُ الْهَدَايَا، يُخْبِرُنِي مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ بِاسْمِهٖ وَنَسَبِهٖ إِلَى عَشِيرَتِهٖ، فَأُثْبِتُهٗ عِنْدِي فِي صَحِيفَةٍ بَيْضَاءَ».

''بے شک روزِ قیامت ہر ایک مقام پر تم میں سے میرے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا، جو دنیا میں سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ چنانچہ جو آدمی مجھ پر جمعہ کے دن اور رات درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کر دیتا ہے، جن میں ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی شامل ہوتی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے، جو وہ درود اس طرح میری قبر انور میں پیش کرتا ہے، جس طرح تمہیں تحائف پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ فرشتہ مجھے اس شخص کا نام اور اس کے خاندان کا سلسلہ نسب بتاتا ہے، پس میں یہ ساری معلومات اپنے پاس ایک روشن کتاب میں محفوظ کر لیتا ہوں۔''

(شعب الإيمان للبيهقي : 2773، حياة الأنبياء في قبورهم للبيهقي : 13، فضائل الأوقات للبيهقي : 276، تاريخ دمشق لابن عساكر : 301/54)

تبصرہ :

یہ روایت سخت ''ضعیف'' ہے، اس میں وہی علتیں موجود ہیں جن کا ذکر مذکورہ بالا روایت کے ضمن میں کیا جا چکا ہے۔

روایت نمبر ⑪ : حاتم بن وردان کا بیان ہے :

كَانَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ يُوَجِّهُ بِالْبَرِيدِ قَاصِدًا إِلَى الْمَدِينَةِ، لِيُقْرِئَ عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''امام عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ ایک قاصد کو ڈاک دے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ کرتے کہ وہ ان کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کرے۔''

(شعب الإيمان للبيهقي : 3869)

تبصرہ :

اس روایت کی سند ''ضعیف'' اور باطل ہے، کیونکہ :

① اس کے راوی ابراہیم بن فراس کی توثیق نہیں ملی۔

② اس کا استاذ احمد بن صالح رازی بھی ''مجہول'' ہے۔

روایت نمبر ⑫ : یزید بن ابوسعید مقبری بیان کرتے ہیں :

قَدِمْتُ عَلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ؛ إِذْ كَانَ خَلِيفَةً، بِالشَّامِ، فَلَمَّا وَدَّعْتُهُ، قَالَ : إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً، إِذَا اَتَيْتَ الْمَدِينَةَ، فَتَرٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَاقْرَئْهُ مِنِّي السَّلَامَ .

''میں امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خلافت کے زمانے میں ان کے پاس شام میں گیا۔جب میں واپس ہونے لگا،تو انہوں نے فرمایا: مجھے تم سے ایک کام ہے۔وہ یہ کہ جب مدینہ منورہ میں جاؤ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت

کرو،تو میری طرف سے آپ ﷺ کو سلام پیش کرنا۔''

(شعب الإيمان للبيهقي : 3870، تاريخ دمشق لابن عساكر : 203/65)

تبصره :

اس قول کی سند ''ضعیف'' ہے۔اس کا راوی رباح بن بشیر ''مجہول'' ہے۔

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول'' قرار دیا ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 490/3)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات : 242/8) کے علاوہ کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

روایت نمبر ⑬ :

نُبَیہ بن وہب سے روایت ہے کہ کعب احبار رحمہ اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔سیدہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا،تو کعب کہنے لگے :

''جب بھی دن طلوع ہوتا ہے،ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں۔وہ نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو گھیر لیتے ہیں اور قبر پر اپنے پَر لگاتے ہیں اور آپ ﷺ پر درود پڑھتے ہیں۔''

(الزهد للامام عبد الله بن المبارك : 1600، مسند الدارمي : 47/1، ح : 94، فضل الصلاة على النبي لإسماعيل بن إسحاق القاضي : 102، حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني : 390/5)

تبصره :

اس روایت میں نُبَیہ بن وہب،کعب احبار سے بیان کر رہے ہیں،جبکہ ان کا کعب احبار

سے سماع ولقا ثابت نہیں۔یوں یہ سند ''منقطع'' ہے۔

امام طحاوی حنفی ایک ''منقطع'' روایت کے بارے میں لکھتے ہیں :

فَدَخَلَ هٰذَا الْحَدِيثُ فِي الْاَحَادِيثِ الْمُنْقَطِعَةِ الَّتِي لَا يَحْتَجُّ أَهْلُ الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهَا .

''یہ حدیث منقطع روایات میں سے ہے ،جنہیں محدثین کرام قابل حجت نہیں سمجھتے۔''(شرح مشكل الآثار للطحاوي : 36/10، ح : 4140)

الحاصل :

دین قرآنِ کریم اور صحیح احادیث سے ثابت شدہ تعلیمات کا نام ہے۔سند امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا امتیازی وصف اور خاص شناخت ہے۔مسلمانوں کا پورا دین صحیح احادیث میں موجود ہے۔دین اسلام کو ''ضعیف'' اور من گھڑت روایات کی کوئی ضرورت نہیں۔ایسی روایات کو اپنانا کسی مسلمان کو زیبا نہیں۔اہل حق کو صرف وہی احادیث کافی ہیں،جو محدثین کرام کے اجماعی اصولوں کے مطابق صحیح ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر مبارک میں درود سننا کسی صحیح وصریح حدیث سے ثابت نہیں۔اگر کسی کے پاس ایسی کوئی بھی صحیح حدیث موجود ہے،تو وہ پیش کرے،ورنہ ایسا عقیدہ رکھنا صحیح نہیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح احادیث ہی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین !

روح کی واپسی اور مسئلہ حیات النبی ﷺ

حافظ ابو یحییٰ نورپوری

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ؛ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ» .

''(میری وفات کے بعد) جب بھی کوئی مسلمان مجھ پر سلام کہے گا تو اتنی دیر اللہ تعالیٰ میری روح لوٹا دے گا کہ میں اس پر جواب لوٹا دوں۔''

(سنن أبي داوٗد:2041)

اس حدیث کی سند کو حافظ نووی (خلاصۃ الاحکام:441/1؛ح:1440)، شیخ الاسلام ابن تیمیہ(اقتضاء الصراط المستقیم،ص:324)، حافظ ابن القیم (جلاء الافہام:53/1)،حافظ ابن ملقن (تحفۃ المحتاج:190/2) رحمہم اللہ وغیرہ نے ''صحیح''اور حافظ عراقی (تخریج احادیث الاحیاء:1013) حافظ ابن الہادی(الصارم المنکی:114/1) رحمہ اللہ نے ''جید'' کہا ہے،نیز حافظ سخاوی (المقاصد الحسنۃ:587/1) اور حافظ عجلونی (کشف الخفاء:194/2) رحمہم اللہ وغیرہ نے اس حدیث کو''صحیح'' قرار دیا ہے۔

مذکورہ حدیث تو واقعی کم از کم حسن ہے، لیکن یہ سند منقطع ہے، کیونکہ یزید بن عبداللہ بن قسیط راوی جو کہ کثیر الارسال ہیں، انہوں نے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈائریکٹ یہ روایت نہیں سنی، بل کہ وہ ایک واسطے سے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں، جو کہ معجم اوسط طبرانی(262/3، ح:3092) میں موجود ہے اور اس کی سند''حسن'' ہے۔

اس روایت میں امام طبرانی رحمہ اللہ کے شیخ بکر بن سہل دمیاطی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، کیونکہ ضیا مقدسی رحمہ اللہ (المختارہ:159) اور امام حاکم رحمہ اللہ (177/4، 643، 646) نے ان کی توثیق کی ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

نیز مستخرج ابو نعیم (583، 586 وغیرہ) اور مستخرج ابی عوانہ (2524، 6903) میں بھی ان کی روایت موجود ہے جو کہ ان کے ثقہ ہونے پر واضح دلیل ہے۔

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعَّفَهُ النَّسَائِيُّ، وَوَثَّقَهُ غَيْرُهُ.

''امام نسائی رحمہ اللہ نے تو ان کو ضعیف کہا ہے، لیکن دوسروں نے انہیں ثقہ کہا ہے۔''

(مجمع الزوائد : 117/4)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کو متوسط یعنی درمیانے درجے کا راوی کہا ہے۔

(المغني في الضعفاء : 978)

نیز فرماتے ہیں:

حَمَلَ النَّاسُ عَنْهُ، وَهُوَ مُقَارِبُ الْحَالِ، قَالَ النَّسَائِيُّ : ضَعِيْفٌ.

''محدثین کرام نے ان سے روایات لی ہیں اور وہ حسن الحدیث راوی ہیں، البتہ امام نسائی رحمہ اللہ نے ان کو ضعیف کہا ہے۔'' (میزان الاعتدال : 62/2)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ایک سند پر حکم لگاتے ہوئے جس میں بکر بن سہل دمیاطی بھی موجود ہیں، لکھتے ہیں:

وَرِجَالُهُ مَوْثُوقُونَ؛ إِلَّا سُلَيْمَانَ بْنَ أَبِي كَرِيمَةَ، فَفِيهِ مَقَالٌ.

''سوائے سلیمان بن ابو کریمہ کے اس کے سارے راوی ثقہ ہیں، اس میں کچھ جرح موجود ہے۔'' (الأمالي المطلقة : 121/1)

حالانکہ لسان المیزان (51/2؛ ت: 195) میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ خود بکر بن سہل دمیاطی پر امام نسائی رحمہ اللہ کی جرح ذکر کی ہے۔

معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک بھی امام نسائی رحمہ اللہ کی بکر بن سہل دمیاطی پر جرح مقبول نہیں، بل کہ جمہور کی توثیق کی وجہ سے وہ ثقہ ہی ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ محدث البانی رحمہ اللہ کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ:

ضَعَّفَهُ النَّسَائِيُّ، وَلَمْ يُوَثِّقْهُ أَحَدٌ.

''اس (بکر بن سہل دمیاطی) کو امام نسائی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے، ثقہ کسی نے نہیں کہا۔'' (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة: 562/14)

رہا مسئلہ یہ کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں بکر بن سہل دمیاطی پر جو امام نسائی رحمہ اللہ اور مسلمہ بن قاسم رحمہ اللہ کی جرح نقل کی ہے، اس کا کیا معنی؟ تو عرض ہے کہ:

① امام نسائی رحمہ اللہ راویوں کے بارے میں بسا اوقات زیادہ احتیاط سے کام لیتے تھے، اس بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَكَمْ مِّنْ رَّجُلٍ أَخْرَجَ لَهٗ أَبُوْ دَاوٗدُ وَالتِّرْمَذِيُّ تَجَنَّبَ النَّسَائِيُّ إِخْرَاجَ حَدِيْثِهٖ، بَلْ تَجَنَّبَ النَّسَائِيُّ إِخْرَاجَ أَحَادِيْثِ جَمَاعَةٍ مِّنْ رِّجَالِ الصَّحِيْحَيْنِ، وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عَلِيِّ الزَّنْجَانِيُّ: إِنَّ لِأَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ شَرْطًا فِي الرِّجَالِ أَشَدُّ مِنْ شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

''کتنے ہی راوی ہیں، جن کی روایات امام ابو داؤد اور امام ترمذی رحمہما اللہ نے بیان کی ہیں، لیکن امام نسائی رحمہ اللہ نے ان کی احادیث بیان کرنے سے اجتناب کیا ہے بل کہ انہوں نے تو (مزید احتیاط کو مدنظر رکھتے ہوئے) صحیح بخاری و مسلم کے بہت

سے راویوں کی حدیث بیان کرنے سے بھی اجتناب کیا ہے، سعد بن علی زنجانی کا کہنا ہے کہ امام ابو عبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ کی راویوں کے بارے میں شرط امام بخاری ومسلم سے بھی کڑی ہے۔'' (النكت على كتاب ابن الصلاح :76/1)

④ امام نسائی رحمہ اللہ سے یہ جرح ثابت نہیں، کیوں کہ امام موصوف سے اس بات کو بیان کرنے والے ان کے بیٹے عبدالکریم کے حالات ہمیں نہیں مل سکے، واللہ اعلم۔

باقی رہا مسلمہ بن قاسم کا بکر بن سہل دمیاطی پر یہ جرح کرنا کہ:

كَلَّمَ النَّاسُ فِيْهِ .

''لوگوں نے اس پر جرح کی ہے۔'' (لسان الميزان : 51/2)

تو یہ کئی وجوہ سے مردود و باطل ہے۔

① مسلمہ بن قاسم خود ناقابل اعتبار شخص تھا، لہٰذا اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔

② امام نسائی رحمہ اللہ (کی غیر ثابت شدہ جرح) کے سوا کسی محدث نے ان پر جرح نہیں کی۔ مسلمہ بن قاسم کے ذکر کردہ لوگ مجہول ہونے کی بنا پر لائق اعتنا نہیں۔

③ مسلمہ بن قاسم ان راویوں کے بارے میں بھی یہ الفاظ ذکر کردیتا ہے جو خود اس کے نزدیک بھی حسن الحدیث ہوتے ہیں، لسان المیزان ہی میں موجود ہے:

وَقَالَ مَسْلَمَةُ بْنُ قَاسِمٍ : لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ ، تَكَلَّمَ النَّاسُ فِيْهِ .

''مسلمہ بن قاسم نے کہا ہے کہ اس (یحییٰ بن ابو طالب) میں کوئی جرح نہیں، (حالانکہ وہ حسن الحدیث راوی ہے) لوگوں نے اس پر جرح کی ہے۔''

(لسان الميزان : 262/6)

معلوم ہوا کہ بکر بن سہل دمیاطی پر تمام جروح مردود ہیں۔

تنبیه :

طبرانی اوسط کی مذکورہ سند میں حیوۃ بن شریح کے شاگرد عبداللہ بن یزید اسکندرانی ذکر کیے گئے ہیں، جن کا کتب تواریخ و رجال میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا، جبکہ باقی کتب احادیث میں یہ راوی عبداللہ بن یزید مقری ہیں، جو کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے معروف راوی ہیں۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ طبرانی میں مذکور عبداللہ بن یزید اسکندرانی دراصل مقری ہیں، کیونکہ حیوۃ بن شریح کے شاگردوں میں کسی اور عبداللہ بن یزید کا پتہ نہیں چل سکا۔ پھر طبرانی اوسط میں ہی امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی ایک دوسری سند بھی ذکر کی ہے، جس میں اگرچہ یزید بن عبداللہ بن قسیط اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ابو صالح کا واسطہ موجود نہیں، لیکن امام صاحب کے استاذ کے شیخ عبداللہ بن یزید کے نام کے ساتھ ''مقری'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جیسا کہ سنن ابو داؤد وغیرہ میں ہے۔

ان کو اسکندرانی کہے جانے کی وجہ شاید یہ ہے کہ معجم البلدان میں اسکندریہ نامی تیرہ (۱۳) شہر ذکر کیے گئے ہیں، جو کہ اب کسی اور نام سے معروف ہیں، عین ممکن ہے کہ ان کے علاقے کو بھی اسکندریہ کہا جاتا ہو اور شاید اسی وجہ سے ہی محدث البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ: وَ هُوَ الْمُقْرِئُ، ثِقَةٌ مِّنْ رِّجَالِ الشَّيْخَيْنِ.

''میں کہتا ہوں کہ یہ (عبداللہ بن یزید اسکندرانی) مقری ہی ہیں، جو کہ ثقہ ہیں، صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی ہیں۔''

(سلسلة الأحاديث الصحيحة: 338/5، ح: 2266)

لیکن اگر اس میں عبداللہ بن یزید اسکندرانی کو مجہول قرار دیا جائے تو لامحالہ طور پر سنن ابی داؤد والی سند ''حسن'' ہو جائے گی، کیونکہ اس کے ضعیف ہونے پر سوائے اس روایت کے اور کوئی دلیل نہیں کہ طبرانی اوسط میں یزید بن عبداللہ بن قسیط اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ابو صالح کا واسطہ موجود ہے، جبکہ سنن ابی داؤد میں موجود نہیں، اگر طبرانی اوسط والی یہ سند

ضعیف قرار پاتی ہے تو سنن ابو داوٗد کی سند میں موجود انقطاع کی یہ دلیل ختم ہو جائے گی اور پھر اسے منقطع قرار دینا بلا دلیل ہوگا۔

اگرچہ یزید بن عبداللہ بن قسیط ''کثیر الارسال'' ہیں، لیکن صرف یہ شبہ اس سند کے ضعف کی دلیل نہیں ہوگا کہ شاید یہاں بھی انہوں نے ارسال کر کے کوئی واسطہ گرایا ہو اور ڈائریکٹ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کر دیا ہو۔

یاد رہے کہ یزید بن عبداللہ بن قسیط کا سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لقاو سماع ثابت ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیهقي :122/1، ح : 598، وسندہٗ جیّدٌ)

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس اصول پر محدثین کرام کا اجماع نقل کیا ہے کہ ''غیر مدلس'' راوی اگر بصیغہ ''عن'' روایت کرے اور اپنے شیخ سے اس کا سماع ولقا کسی دلیل سے ثابت نہ ہو بلکہ اس کا امکان ہو تو بھی روایت اتصال پر محمول ہوگی، چہ جائے کہ کسی جگہ اس کے سماع کی صراحت بھی مل جائے، لہٰذا اگر طبرانی اوسط والی سند کو اسکندرانی کی وجہ سے ''ضعیف'' خیال کیا جائے تو بھی اس اجماع کے خلاف صرف شبہ انقطاع کو معتبر نہیں سمجھا جائے گا۔

﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾

پھر ہمارے علم کے مطابق ''کثیر الارسال'' راوی کی ''عن'' والی روایت کو متقدمین میں سے امام ابن سعد رحمہ اللہ (الطبقات:693/6) کے علاوہ کسی نے بھی شبہ انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' قرار نہیں دیا۔اور امام موصوف کی بات کو بھی اس صورت پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ ''کثیر الارسال'' راوی کسی ایسے صحابی سے ''عن'' کے ساتھ روایت کر رہا ہو، جس سے اس کا سماع کہیں بھی ثابت نہ ہو تو اس کی روایت ان کے نزدیک ''ضعیف'' ہوتی ہے۔

ورنہ پھر امام عطاء بن ابو رباح، امام مکحول شامی (خصوصاً حديثه في القراء ة خلف الإمام عنعن فيه) امام ضحاک بن مزاحم، امام عبداللہ بن زید ابو قلابہ جرمی، امام ابو العالیہ، رفیع

بن مہران ﷫ وغیرہ کی ”عن“ والی ساری روایات اس شبہ انقطاع کی نذر ہو کر ”ضعیف“ قرار پائیں گی، کیوں کہ یزید بن عبداللہ بن قسیط کی طرح یہ مذکور ائمہ بھی ”کثیر الارسال“ ہیں، حالانکہ ان کی ایسی روایات سب کے ہاں معتبر ہوتی ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ حدیث بہر حال حسن درجہ کی ہے۔

وفات کے بعد والا سلام مراد ہے :

اس حدیث کا تعلق آپ ﷺ کی وفات کے بعد والے زمانہ کے سلام سے ہے، گویا یہ کسی سوال کا جواب ہے، جسے راوی نے حدیث بیان کرتے ہوئے بیان نہیں کیا۔یعنی کسی صحابی نے آپ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اب تو ہم آپ ﷺ کو سلام کہتے ہیں اور آپ ﷺ جواب دیتے ہیں،آپ ﷺ کی وفات کے بعد ہمارا سلام کس طرح اور آپ ﷺ کا جواب کس طرح ہوگا؟ اس پر آپ ﷺ کی طرف سے یہ فرمان جاری ہوا۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ:

بعض لوگ اس حدیث سے مسئلہ حیات النبی کشید کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ یوں کہ کوئی بھی اگر رسول کریم ﷺ پر سلام کہتا ہے تو آپ ﷺ پر روح لوٹائی جاتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں،اس سے آپ ﷺ کی مستقل زندگی ثابت ہوتی ہے،کیوں کہ اس سلام میں انقطاع نہیں ہوتا۔ ہر وقت کسی نہ کسی جگہ پر آپ پر سلام بھیجا جا رہا ہوتا ہے اور آپ اس کا جواب دے رہے ہوتے ہیں۔کوئی وقت بھی اس عمل سے خالی نہیں رہتا، یوں ثابت ہوا کہ آپ ﷺ بھی مسلسل زندہ ہیں۔

لیکن جس بنیاد پر یہ استدلال کیا گیا ہے، وہ بہت ہی بودی اور کمزور ہے، اس پر تعمیر کی جانے والی عمارت تھوڑا سا غور کرنے پر فوراً منہدم ہو جاتی ہے،کیوں کہ اس استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ نہ آپ ﷺ پر سلام کبھی منقطع ہوتا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کی طرف سے اس کے

جواب میں انقطاع ہوتا ہے جبکہ یہ بات قطعی طور پر غلط ہے کیوں کہ:

① اس حدیث سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ ہر سلام کہنے والے کا جواب لوٹاتے ہیں، خواہ وہ قریب سے سلام کہے یا دور سے، بل کہ یہ حدیث تو صرف قریب سے سلام کہنے والے کے بارے میں ہے، کیونکہ دور سے سلام کہنے والے کے بارے میں آپ ﷺ نے خود صراحتاً یہ بات فرمادی ہے کہ اس کا سلام آپ ﷺ تک فرشتے پہنچاتے ہیں اور اس کا جواب بھی خود دینا ثابت نہیں، چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہ سابقہ حدیث کے راوی ہیں، جس سے حیات النبی پر دلیل لی جاتی ہے، وہی آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی نقل فرماتے ہیں:

«لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا، وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ؛ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ».

''تم اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، نہ ہی میری قبر کو میلہ گاہ بنانا، (بل کہ جہاں بھی ہو) مجھ پر درود پڑھو تم جہاں بھی ہو گے تمہارا درود مجھ تک پہنچے گا۔''

(مسند الإمام أحمد: 367/2، ح: 8790؛ سنن أبي داوٗد: 2042، واللفظ لہٗ، وسندہٗ حسنٌ)

نیز سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ، يُبَلِّغُونِّي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ».

''زمین میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے گشت کر رہے ہیں جو میری امت کی طرف سے پیش کیا گیا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد: 387/1، 441، 452؛ سنن النسائي الصغریٰ: 44/3، ح: 1282؛ الکبریٰ لہٗ: 22/6، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو بہت سے ائمہ نے صحیح قرار دیا ہے، مثلاً امام ابن حبان رحمہ اللہ (914) نے اسے ''صحیح''، جب کہ امام حاکم رحمہ اللہ (456/2) نے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

یاد رہے کہ اس حدیث میں سفیان ثوری ''تدلیس'' نہیں کر رہے، کیوں کہ ان کے سماع کی صراحت موجود ہے۔ فضل الصلاة على النبي للقاضي إسماعيل (نقلا عن الصارم المنكي لابن عبد الهادي : 202/1) اور مسند البزّار (1924) میں اس حدیث کو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ بیان کر رہے ہیں۔ اور امام قطان، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے وہی احادیث بیان کرتے ہیں، جن میں سماع کی صراحت ہوتی ہے، چناں چہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ نے فرمایا:

مَا كَتَبْتُ عَنْ سُفْيَانَ شَيْئًا؛ إِلَّا مَا قَالَ : حَدَّثَنِي أَوْ حَدَّثَنَا .

''میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے وہ احادیث لکھی ہیں، جن میں انہوں نے ''حدثنی'' یا ''حدثنا'' کے الفاظ کہے ہیں۔''

(العلل ومعرفة الرجال لأحمد بن حنبل :517/1)

پھر سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس کو ہم آئندہ بیان کریں گے، اسے بھی پڑھ لیں تو بالکل وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس سلام کا جواب اللہ تعالیٰ دس رحمتوں کی صورت میں دیتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَهِمَ الْعُلَمَاءُ مِنْهُ السَّلَامَ عِنْدَ قَبْرِهِ خَاصَّةً، فَلَا يَدُلُّ عَلَى الْبَعِيْدِ .

''اس حدیث سے علمائے کرام نے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس سلام (کے وقت آپ کی روح کا لوٹایا جانا) سمجھا ہے، یہ حدیث دور (سے سلام کہنے پر روح کے لوٹائے جانے پر) دلالت نہیں کرتی۔'' (الردّ على البكري :107/1)

نیز فرماتے ہیں:

وَهٰذَا الْحَدِيْثُ هُوَ الَّذِي اعْتَمَدَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ؛ كَأَحْمَدَ وَأَبِي دَاوُدَ وَغَيْرِهِمَا فِي السَّلامِ عَلَيْهِ عِنْدَ قَبْرِهٖ .

''یہی وہ حدیث ہے جس پر امام احمد بن حنبل اور امام ابوداوٗد ﷫ وغیرہ جیسے علما نے آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آپ ﷺ کو سلام کہنے کے سلسلہ میں اعتماد کیا ہے۔'' (الردّ علی البكري :106/1)

علامہ ابن عبدالہادی ﷫ بھی اسے اکثر علمائے کرام کی نزدیک قبر کے پاس پر محمول کرتے ہیں۔ (الصارم المنكي في الردّ على السبكي :115/1)

قریب سے مراد حجرۂ عائشہ ﷞ ہے :

قریب سے مراد صرف حجرۂ عائشہ ﷞ ہے، جہاں آپ ﷺ دفن ہیں، یہی وجہ ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن عمر ﷟ جب کسی سفر سے واپس آتے تو آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جا کر یہ الفاظ کہتے:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَتَاهُ .

''اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو! اے ابو بکر! آپ پر سلامتی ہو اور میرے ابا جان! آپ پر سلامتی ہو۔''

(فضل الصلاة على النبيّ للقاضي إسماعيل بن إسحاق، ص :81، 82، ح : 99؛ السنن الكبرٰى للبيهقي : 245/5، وسندهٗ صحيحٌ)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی روح لوٹائے جانے اور سلام کا جواب دینے کا تعلق صرف

اس شخص سے ہے جو قبر مبارک کے عین قریب جا کر سلام کہے، جیسا کہ علامہ شنقیطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَمُجْمِعُونَ أَنَّ ذٰلِكَ يَحْصُلُ لِمَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَرِيبٍ .

''اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ یہ (آپ کا جواب لوٹایا جانا) اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو کہ قریب سے آپ پر سلام کہتا ہے۔''

(أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن : 838/8)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تفسیر ابن کثیر:621/3) وغیرہ نے بھی اس حدیث کا تعلق اسی شخص سے قائم کیا ہے، جو قریب سے آپ ﷺ کو سلام کہتا ہے، دور سے سلام کہنے والوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اس کا جواب تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی صورت میں لوٹایا جاتا ہے۔

علامہ ابو طیب شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْقَوْلُ الصَّحِيْحُ أَنَّ هٰذَا لِمَنْ زَارَهٗ، وَمَنْ بَعُدَ عَنْهُ؛ تُبَلِّغُهُ الْمَلَائِكَةُ سَلَامَهٗ .

''صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث اس شخص کے بارے میں ہے، جو آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کرے اور جو دور سے درود پڑھے، فرشتے اس کا سلام آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں (اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ پر رحمت کر کے اس کا جواب دیتا ہے)۔''(عون المعبود في شرح سنن أبي داوٗد : 22/6)

علامہ ابو الحسن عبید اللہ بن محمد رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الصَّحِيْحَ أَنَّ الْمُرَادَ فِي الْحَدِيْثِ السَّلَامُ عَلَيْهِ عِنْدَ قَبْرِهٖ، كَمَا

فَهِمَهٗ كَثِيْرٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ .

''صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد آپ ﷺ کی قبر مبارک کے قریب کہا جانے والا سلام ہے جیسا کہ بہت سے علمائے کرام نے سمجھا ہے۔''

(مرعاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح : 263/3)

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کا اسے قبروں کی زیارت کے باب میں نقل کرنا بھی بہت واضح ہے۔

فائدہ :

سنن سعید بن منصور کی ایک روایت میں ہے کہ حسن بن حسین بن علی بن ابو طالب رحمہ اللہ نے ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس سلام پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا :

مَا أَنْتُمْ وَمَنْ بِالْأَنْدَلُسِ إِلَّا سَوَاءٌ .

''(قریب جا کر کہنے کی کیا ضرورت ہے؟) تم اور اندلس والے سلام کہنے میں برابر ہو۔'' (الفتاوی الکبرٰی لابن تیمیۃ : 431/2)

لیکن اس کی سند سہیل بن ابو سہل راوی کے ''مجہول'' ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

جب خود حدیثِ رسول سے اور محدثین کرام کی صراحت سے یہ ثابت ہو گیا کہ حدیث میں روح لوٹائے جانے اور آپ ﷺ کے جواب دینے کا تعلق صرف حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں کھڑے ہو کر سلام کہنے والے سے ہے، دنیا سے ہر درود و سلام پڑھنے والے سے نہیں تو یہ اس حدیث سے حیاۃ النبی پر استدلال سرے سے باطل ہو گیا، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے لے کر آج تک کوئی دور ایسا نہیں کہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہر وقت رسول اللہ ﷺ پر سلام کہا جا رہا ہو۔

لہٰذا اس حدیث سے یہ اخذ کرنا صحیح نہیں کہ چونکہ ہر وقت کہیں نہ کہیں سلام کہا جا رہا ہوتا ہے اور روح لوٹی ہی رہتی ہے، چنانچہ آپ مستقل زندہ ہیں۔ یوں اس حدیث سے حیاۃ

النبی کا عقیدہ تراشنا قطعاً درست نہیں۔

اس حدیث کے الفاظ عقیدۂ حیات النبی کے منافی ہیں، جیسا کہ علامہ ابن الہادی رحمہ اللہ اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَلَيْسَ هٰذَا الْمَعْنَى الْمَذْكُوْرُ فِي الْحَدِيْثِ، وَلَا هُوَ ظَاهِرُهُ، بَلْ هُوَ مُخَالِفٌ لِّظَاهِرِهٖ، فَإِنَّ قَوْلَهٗ: «إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِي» بَعْدَ قَوْلِهٖ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ.....» يَقْتَضِي رَدَّ الرُّوْحِ بَعْدَ السَّلَامِ، وَلَا يَقْتَضِي اسْتِمْرَارَهَا فِي الْجَسَدِ.

وَلْيُعْلَمْ أَنَّ رَدَّ الرُّوحِ (إِلَى الْبَدَنِ) وَعَوْدُهَا إِلَى الْجَسَدِ بَعْدَ الْمَوْتِ لَا يَقْتَضِي اسْتِمْرَارُهَا فِيْهِ، وَلَا يَسْتَلْزِمُ حَيَاةً أُخْرٰى قَبْلَ يَوْمِ النُّشُورِ نَظِيرَ الْحَيَاةِ الْمَعْهُودَةِ، بَلْ إِعَادَةُ الرُّوحِ إِلَى الْجَسَدِ فِي الْبَرْزَخِ إِعَادَةٌ بَرْزَخِيَّةٌ، لَا تَزِيلُ عَنِ الْمَيِّتِ اسْمَ الْمَوْتِ.

وَقَدْ ثَبَتَ فِي حَدِيثِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ الطَّوِيلِ الْمَشْهُورِ، فِي عَذَابِ الْقَبْرِ وَنَعِيمِهٖ، فِي شَأْنِ الْمَيِّتِ وَحَالِهٖ، أَنَّ رُوحَهٗ تُعَادُ إِلٰى جَسَدِهٖ، مَعَ الْعِلْمِ بِأَنَّهَا غَيْرُ مُسْتَمِرَّةٍ فِيهِ، وَأَنَّ هٰذِهِ الْإِعَادَةَ لَيْسَ مُسْتَلْزِمَةً لِّإِثْبَاتِ حَيَاةٍ مُّزِيلَةٍ لِّاسْمِ الْمَوْتِ، بَلْ هِيَ أَنْوَاعُ حَيَاةٍ بَرْزَخِيَّةٍ.

''نہ یہ مذکورہ معنی (حیات النبی ﷺ کا مسئلہ) حدیث میں موجود ہے، نہ ہی یہ حدیث کا ظاہری معنی ہے، بل کہ یہ تو اس کے ظاہری معنی کے خلاف ہے، کیوں

کہ آپ ﷺ کا کسی کے سلام کہنے کا ذکر کرنے کے بعد یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ میری روح لوٹا دے گا، اس بات کا مقتضی ہے کہ روح سلام کہنے کے بعد لوٹائی جاتی ہے۔ یہ الفاظ روح کے جسم میں ہمیشہ رہنے کا تقاضا نہیں کرتے۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ بدن کی طرف روح کا لوٹایا جانا اور موت کے بعد جسم کی طرف اس کا واپس آنا اس کے ہمیشہ وہیں رہنے پر دلالت نہیں کرتا، نہ ہی وہ قیامت سے پہلے کسی دوسری زندگی کو مستلزم ہے، جو دنیوی زندگی کی طرح ہو، بل کہ برزخ میں روح کا جسم کی طرف لوٹایا جانا ایک برزخی اعادہ ہے، جو میت سے موت کا نام ختم نہیں کرتا۔

قبر کے عذاب اور اس کی نعمتوں کے بارے میں سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مشہور طویل حدیث (سنن أبي داوٗد : 4753؛ المستدرك للحاكم : 95/1، وسندہٗ حسنٌ) میں ہے کہ (قبروں میں سوال و جواب کے وقت ہر) مردے کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے، حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ وہ روح اس جسم میں ہمیشہ نہیں رہتی، نہ ہی وہ ایسی زندگی کو مستلزم ہے، جو میت سے موت کا نام ہی ختم کر دے، بل کہ وہ تو برزخی زندگی کی ایک قسم ہے۔''

(الصارم المنكي في الرد على السبكي :1/222-223)

یعنی اگر روح کے لوٹائے جانے کو حیاتِ دنیوی شمار کیا جائے تو پھر مذکورہ حدیث کے مطابق ہر مسلم و کافر مردے کی روح لوٹائی جاتی ہے۔کیا وہ بھی سب دنیاوی زندگی جی رہے ہیں؟ اگر یہاں روح لوٹانے سے مراد حیاتِ دنیوی نہیں تو وہاں کیوں ہے؟

اس استدلال کے برعکس یہ حدیث تو ان لوگوں کے لیے سخت اشکال کا سبب ہے، جو لوگ حیاتِ انبیا کا اثبات کرتے ہیں، جیسا کہ علامہ عبیدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا مُشْكِلٌ عَلٰى مَنْ ذَهَبَ إِلٰى أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ بَعْدَ مَا قُبِضُوْا رُدَّتْ إِلَيْهِمْ أَرْوَاحُهُمْ، فَهُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ كَالشُّهَدَاءِ، وَوَجْهُ الْإِشْكَالِ فِيْهِ أَنَّ عَوْدَ الرُّوْحِ إِلَى الْجَسَدِ يَقْتَضِي انْفِصَالَهَا عَنْهُ، وَهُوَ الْمُوْتُ، وَهُوَ لَا يَلْتَئِمُ مَعَ كَوْنِهِ حَياًّ دِائِماً.

''یہ حدیث ان لوگوں کے لیے باعث ِ اشکال ہے، جو یہ مذہب رکھتے ہیں کہ انبیاے کرام کی ارواح قبض ہونے کے بعد دوبارہ ان کی طرف لوٹا دی گئیں ہیں، اب وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہدا کی طرح زندہ ہیں۔ اشکال کی وجہ یہ ہے کہ روح کا جسم کی طرف لوٹایا جانا یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس سے جدا ہو، اسی کا نام موت ہے۔ یہ صورت حال آپ کے ہمیشہ زندہ ہونے کے (دعویٰ کے) ساتھ فٹ نہیں آتی......''(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح : 269/3)

④ اگر کوئی شخص اس حدیث سے قریب کا سلام نبی کریم ﷺ کا خود سننا ثابت کرے اور پھر اس سے مسئلہ حیات النبی کشید کرے تو یہ بے بنیاد ہے۔ کسی بھی صحیح حدیث سے رسولِ اکرم ﷺ کا قبر مبارک میں خود درود وسلام سننا ثابت نہیں۔

پھر اس فرمان باری تعالیٰ سے اصل بات معلوم ہو سکتی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾

(الفاطر 35 : 22)

''(اے نبی!) آپ اُن لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔''

اگر قبر کے قریب سے سننا ہی عقیدہ حیات النبی کی دلیل ہے تو پھر عقیدہ حیاة الاموات بنانا چاہیے، کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے تمام مسلمانوں، بل کہ غیر مسلمانوں کو بھی قبر کے

قریب کی کوئی آواز سنا دیتا ہے، جیسا کہ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَلْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتُوُلِّيَ، وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ، حَتّٰى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ».

''جب انسان کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چلے جاتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آوازیں سن رہا ہوتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 1338؛ صحيح مسلم : 2870)

تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر مبارک کے قریب کہے جانے والے سلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خود سننے کا عقیدہ رکھنے والے اور اسے حیات النبی کی دلیل بنانے والے اس حدیث کو حیات المسلمین، بل کہ حیاتِ بنی آدم کی دلیل بنائیں گے؟

اسی طرح غزوۂ بدر میں کفارِ مکہ کے جو لوگ قتل ہو گئے تھے، انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کیا اور فرمایا تھا:

«إِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ».

''یقیناً اب وہ میری باتیں سن رہے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 3980؛ صحيح مسلم : 2870)

کیا حیات النبی کا عقیدہ رکھنے والے، کافروں کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب سننے کی وجہ سے حیات الکافرین کا عقیدہ بھی رکھیں گے؟

بات صرف اتنی ہے کہ اللہ رب العزت جب چاہے مردوں کو کوئی بات سنا دیتا ہے، چاہے وہ کافر ہی ہوں، چناں چہ اگر بالفرض والمحال قبر کے پاس کے سلام کے بارے میں یہ

تسلیم کر بھی لیا جائے کہ نبی کریم ﷺ اسے خود سنتے ہیں تو پھر بھی یہ حیات النبی کی دلیل نہیں بن سکتی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ عام مردوں کو بھی کبھی سنا دیتا ہے، کیا پھر عام مردوں کے لیے بھی حیات ثابت ہو جائے گی۔

پھر آپ ﷺ اس کا جو جواب دیتے ہیں، اس جواب کا تعلق بھی عالم برزخ کے ساتھ ہے۔ دنیاوی کانوں سے وہ سنا ہی نہیں جا سکتا، لہٰذا اس سے حیات النبی کا عقیدہ ثابت کرنا صحیح نہیں۔

سلام مأمور اور سلامِ تحیۃ میں فرق :

نیز یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ سلام دو طرح کا ہوتا ہے؛ ایک سلام مامور ہے، یعنی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

(الأحزاب 33 : 56)

''اے ایمان والو! تم ان (نبی کریم ﷺ) پر درود اور بہت زیادہ سلام بھیجو۔''

اور دوسرا سلام تحیہ کا ہے، یعنی وہ سلام جو کسی کے ملنے پر تحفتاً کہا جاتا ہے۔

جب اتنی بات سمجھ میں آ گئی ہے تو یہ بھی ذہن نشین رہے کہ سلام تحیہ آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کو کہا جاتا تھا تو اس کا جواب آپ ﷺ دیتے تھے اور اب بھی کہا جاتا ہے تو اس کا جواب آپ ﷺ خود ہی دیتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں بیان ہو گیا ہے۔

یہ بات بھی بخوبی واضح کی جا چکی ہے کہ سلام تحیہ آپ ﷺ کی زندگی میں قریب سے کہا جاتا تھا، اس طرح اب بھی قریب سے ہی کہا جائے گا۔ اس حوالے سے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ سفر سے واپسی پر حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں قبر مبارک کے پاس جا کر یہ سلام تحیہ کہتے تھے، اس کے برعکس سلام مامور تو سب صحابہ کرام نمازوں میں ہر

جگہ ہی پڑھتے تھے، اس کے لیے بھلا قبر مبارک کے پاس آنے اور سفر سے واپسی پر حاضری دینے کی آخر کیا ضرورت تھی؟ اگر اس سلام کا آپ دُور سے بھی جواب دیتے تھے تو سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبر مبارک کے پاس کیوں جاتے تھے؟۔

سلام تحیہ آپ ﷺ کو غیر مسلم بھی کہتے تھے، جبکہ سلام مامور صرف مومنوں کے ساتھ خاص ہے، اس کا جواب بھی آپ خود نہیں دیتے، بل کہ اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں اس شخص پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں، جیسا کہ حدیث نبوی ہے، سیّدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ، وَّالْبِشْرُ يُرٰى فِي وَجْهِهٖ، فَقُلْنَا : إِنَّا لَنَرَى الْبِشْرَ فِي وَجْهِكَ، فَقَالَ : «إِنَّهٗ أَتَانِي مَلَكٌ، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ : أَمَا يُرْضِيكَ أَنْ لَّا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِكَ؛ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ؛ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا» .

''ایک دن اللہ کے رسول تشریف لائے تو آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار تھے، ہم نے عرض کیا: ہم آپ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا ہے اور اس نے کہا ہے: اے محمد! آپ کا رب فرماتا ہے کہ کیا آپ اس بات سے خوش نہیں ہیں کہ کوئی بھی آپ پر درود پڑھے گا تو میں اس پر دس رحمتیں نازل فرماؤں گا اور کوئی بھی آپ پر سلام کہے گا تو میں اس پر بھی دس سلامتیاں نازل فرماؤں گا۔''

(مسند الإمام أحمد : 29/4، 30؛ سنن النسائي : 1283، 1295، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (915) اور امام ضیاء مقدسی رحمہ اللہ (الفتح الکبیر

للسيوطي، ح : 142) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' قرار دیا ہے۔

(تخريج أحاديث الإحياء، ح : 1004)

سلیمان مولیٰ حسن بن علی ثقہ ہیں، کیوں کہ امام ابن حبان، امام حاکم اور امام ضیاء مقدسی رحمہم اللہ وغیرہ نے ان کی حدیث کی ''تصحیح'' کر کے ان کی توثیق کی ہے۔

سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا ایک شاہد بھی مروی ہے، اس کی سند بھی حسن ہے۔(مسند الإمام أحمد :191/1)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (810) نے ''صحیح'' کہا ہے۔امام حاکم رحمہ اللہ (345/1) نے ''امام بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس کے راوی ابوحویرث عبدالرحمٰن بن معاویہ جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' نہیں، بل کہ جمہور کے نزدیک ''حسن الحدیث'' ہیں، کیوں کہ امام مالک(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي : 309/4؛ الجرح والتعديل : 284/5، وسندهٗ صحيحٌ)، امام نسائی(كتاب الضعفاء والمتروكين ت : 365؛ الكامل في ضعفاء الرجال : 309/4) اور امام ابوحاتم رازی(الجرح والتعديل : 284/5) رحمہم اللہ کی ''تضعیف'' کے مقابلے میں امام احمد بن حنبل(الجرح والتعديل : 284/5، وسندهٗ صحيحٌ)، امام ابن خزیمہ(صحيح ابن خزيمة : 145)، امام ابن حبان(الثقات : 406)، امام حاکم(72/3) اور امام ضیاء مقدسی (الأحاديث المختارة : 930) رحمہم اللہ کی توثیق مقدم ہو گی۔نیز امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا جمہور کی موافق توثیق والا قول(تاريخ ابن معين برواية الدارمي : 603) قبول کیا جائے گا۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ سلام کی دو قسمیں ہیں؛ایک وہ سلام جو

قریب سے کہا جاتا ہے، یعنی تحیہ سلام، اس کا جواب آپ خود دیتے ہیں، لیکن سلام مامور جو نماز وغیرہ میں درود کی طرح پڑھا جاتا ہے، اس کا جواب آپ ﷺ خود نہیں دیتے، بل کہ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس شخص پر سلامتی نازل فرماتا ہے۔

جب ہر سلام کے جواب کے لیے آپ ﷺ پر روح نہیں لوٹائی جاتی تو اس حدیث سے مسئلہ حیات النبی کا اثبات نہیں ہوسکتا۔

علامہ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ ان دو قسموں کو یوں بیان فرماتے ہیں:

وَالْمَقْصُوْدُ هُنَا أَنْ نَّعْرِفَ مَا كَانَ عَلَيْهِ السَّلَفُ مِنَ الْفَرْقِ بَيْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَيْهِ وَبَيْنَ سَلَامِ التَّحِيَّةِ الْمَوْجِبِ لِلرَّدِّ، الَّذِي يَشْتَرِكُ فِيْهِ كُلُّ مُؤْمِنٍ؛ حَيٌّ وَّمَيِّتٌ، وَيُرَدُّ فِيْهِ عَلَى الْكَافِرِ .

''یہاں مقصود یہ ہے کہ ہم سلف صالحین کے مطابق وہ فرق معلوم کریں، جو مامور من اللہ درود و سلام اور اس سلام تحیہ کے درمیان ہے، جس کا جواب دینا واجب ہے اور اس میں تمام زندہ و مردہ مسلمان مشترک ہیں اور جس میں کافر کو بھی جواب لوٹایا جاتا ہے۔'' (الصارم المنكي في الردّ على السبكي :125/1)

نیز لکھتے ہیں:

وَهٰذَا السَّلَامُ لَا يَقْتَضِي رَداًّ مِّنَ الْمُسَلَّمِ عَلَيْهِ، بَلْ هُوَ بِمَنْزِلَةِ دُعَاءِ الْمُؤْمِنِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَاسْتِغْفَارُهٗ لَهُمْ، فِيْهِ الْأَجْرُ وَالثَّوَابُ مِنَ اللّٰهِ، لَيْسَ عَلَى الْمَدْعُوِّ لَهُمْ مِّثْلَ ذٰلِكَ الدُّعَاءُ، بِخِلَافِ سَلَامِ التَّحِيَّةِ، فَإِنَّهٗ مَشْرُوْعٌ بِالنَّصِّ وَالْإِجْمَاعِ فِي حَقِّ كُلِّ مُسْلِمٍ .

وَعَلَى الْمُسَلَّمِ عَلَيْهِ أَنْ يَّرُدَّ السَّلَامَ وَلَوْ كَانَ الْمُسَلِّمُ عَلَيْهِ كَافِراً، فَإِنَّ هٰذَا مِنَ الْعَدْلِ الْوَاجِبِ، وَلِهٰذَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَى الْيَهُوْدِ إِذَا سَلَّمُوْا بِقَوْلِ «وَعَلَيْكُمْ» .

''یہ سلام (مامور) سلام کہنے والے پر جواب لوٹانے کا تقاضانہیں کرتا، بل کہ یہ ایک مؤمن کی دوسرے مؤمنوں کے لیے دعا اور استغفار کی طرح ہوتا ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر وثواب ہوتا ہے۔جس کے لیے دعا کی گئی ہو،اس پر دعا کرنے والوں کے لیے اسی طرح کی دعا کرنا ضروری نہیں ہوتا۔جب کہ سلامِ تحیہ کا معاملہ اس کے برعکس ہے کہ وہ قرآن وسنت کی نصوص اور اجماع امت سے ہر مسلمان کے لیےمشروع ہے۔پھر جس پرسلامِ تحیہ کہا گیا ہے،اس پر جواب دینا بھی واجب ہے، اگرچہ وہ (سلام کہنے والا) کافر ہی کیوں نہ ہو،کیوں کہ یہ اس کا ضروری حق ہے۔اسی لیے نبی کریم ﷺ کو جب یہود سلام کہتے تو آپ ان کا جواب بھی 'وعلیکم' کے لفظ سے دیتے تھے۔''

(الصارم المنكي في الرد على السبكي :1/118، 119)

نیز لکھتے ہیں:

فَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِهٖ وَسَائِرِ الْمَسَاجِدِ وَسَائِرِ الْبِقَاعِ مَشْرُوْعٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ، وَأَمَّا السَّلَامُ عَلَيْهِ عِنْدَ قَبْرِهٖ مِنْ دَاخِلِ الْحُجْرَةِ؛ فَهٰذَا كَانَ مَشْرُوْعاً لَّمَّا كَانَ مُمْكِناً بِدُخُوْلِ مَنْ يَّدْخُلَ عَلٰى عَائِشَةَ .

''آپ ﷺ پر درود وسلام مسجد نبوی، دوسری تمام مساجد اور دنیا کی تمام جگہوں

میں کتاب وسنت اور اجماع کے دلائل کی وجہ سے مشروع ہے۔رہا آپ ﷺ کی قبر مبارک پر حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں جا کر سلام کہنا تو یہ کسی شخص کے لیے اس وقت مشروع تھا، جب وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں داخل ہوسکتا تھا۔''

(الصارم المنكي في الرد على السبكي :119/1)

اگر سلام کی یہ دوقسمیں تسلیم نہ کی جائیں،بل کہ یہ اصرار کیا جائے کہ ہر سلام کا یہ معاملہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اس کا جواب خود لوٹاتے ہیں تو اس میں جہاں مذکورہ احادیث،یعنی فرشتوں کے سلام کو نبی کریم ﷺ تک پہنچانے اور اللہ تعالیٰ کے جواباً سلام کہنے والے پر رحمت کرنے والی احادیث کا انکار لازم آتا ہے،وہیں قبر میں نبی اکرم ﷺ کی دنیوی حیات مان کر یہ بات عقلاً بھی محال ہے۔

نیز ان دوقسموں کو نہ ماننے سے یہ بھی اعتراض آتا ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں بعض یہودی اور منافق آپ ﷺ کو سلام کہہ دیتے تھے، کیا ان پر بھی اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرماتا تھا؟ حالانکہ منافقین اور یہود پر رحمتِ الٰہی کا تصور بھی اسلام میں نہیں ہے۔معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے سامنے آ کر جو سلام کہا جاتا تھا،یعنی سلام تحیہ، اس کا حکم اور ہے، جب کہ فرشتوں کے نبی اکرم ﷺ تک پہنچانے اور اللہ کے جواباً رحمتیں نازل کرنے والا معاملہ سلامِ مامور کے ساتھ خاص ہے، جسے صرف مؤمن سرانجام دے سکتے ہیں۔اسی لیے اس سلام کا حکم صرف ایمان والوں ہی کو دیا گیا ہے۔

③ اگر آپ ﷺ قبر مبارک میں اسی طرح زندہ ہوتے،جس طرح سے وفات سے پہلے تھے، یعنی آپ ﷺ کی حیات برزخی نہیں،بل کہ دنیوی ہوتی اور کوئی اپنی بات آپ کو سنا سکتا ہوتا تو صحابہ کرام ضرور اپنی پریشانیاں اور مشکلات آپ ﷺ کو پیش کرتے۔کم از کم اس بارے میں آپ ﷺ سے دعا ہی کرواتے،لیکن ایسی کوئی بات کسی صحابی سے ثابت

نہیں کہ انہوں نے کبھی سلام کے علاوہ کوئی اور درخواست آپ ﷺ کی قبر مبارک کے قریب یا دور سے کی ہو۔اس کے برعکس کئی واقعات ایسے ہیں، جو صریح طور پر اس کی نفی کرتے ہیں۔مثلاً:

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقٰى بِالعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ : اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا، فَاسْقِنَا، قَالَ : فَيُسْقَوْنَ .

''سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب لوگوں پر قحط سالی آتی تو سیّدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارش کی دعا کرتے اور کہتے: اے اللہ! یقیناً ہم تیری طرف تیرے نبی کی دعا کا وسیلہ بناتے تھے تو تُو ہمیں بارش عطا کرتا تھا اور اب ہم تیری طرف تیرے نبی کے چچا کی دعا کا وسیلہ بناتے ہیں تو ہمیں بارش عطا کر، چنانچہ ان پر بارش نازل کی جاتی تھی۔''(صحيح البخاري : 3710)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کو نبی کریم ﷺ کی دعا کا واسطہ دیتے تھے، نہ کہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کا، ورنہ ذات کا واسطہ تو آپ ﷺ کی زندگی کے بعد بھی دیا جا سکتا تھا۔اگر اس واسطہ سے مراد ذات کا واسطہ تھا تو آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ کو چھوڑ کر سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کی ذات کا واسطہ دینا صریح گستاخی ہے، جو صحابہ کرام سے صادر ہونا محال ہے۔یہ واسطہ دعا کا تھا جو کہ آپ ﷺ زندگی میں کر دیتے تھے، لیکن آپ ﷺ کی وفات سے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ ہماری

باتیں نہیں سنتے، چاہے وہ قریب سے ہوں، ورنہ وہ مشکل اوقات میں نبی کریم ﷺ سے دعا کی ہی درخواست کر دیتے۔

اگر آپ ﷺ کی حیات دنیوی ہوتی، سب کچھ سنتے اور جانتے ہوتے تو سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی رسول کبھی بھی آپ ﷺ کو چھوڑ کر آپ ﷺ کے اُمتی سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ سے دعا نہ کرواتے۔

اسی طرح پورے ذخیرۂ حدیث و تاریخ میں باسند صحیح بعد از وفات کسی ایک صحابی رسول سے سلام کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے کوئی درخواست و دعا ثابت نہیں۔

④ حیات النبی ﷺ کے قائل لوگ اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں:

«اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ، يُصَلُّونَ».

''انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔''

(مسند أبي يعلٰي : 147/6، ح : 3425، أخبار أصبهان للأصبهاني : 83/2، نقلا عن السلسلة الصحيحة للألباني : 189/2؛ حياة الأنبياء في قبورهم للبيهقي :1)

قطع نظر اس بات سے کہ اس کی استنادی حیثیت کیا ہے؟ ہم ایسے لوگوں سے ایک سوال کرنا چاہتے ہیں کہ اگر تمہارے موقف کے مطابق آپ ﷺ پر ہر وقت سلام کہا جا رہا ہے اور آپ ﷺ ہر وقت اس کا جواب دے رہے ہیں، لہٰذا حیات النبی ثابت ہو گئی ہے تو کیا آپ ﷺ نماز پڑھتے وقت بھی سلام کا جواب دیتے ہیں، جو کہ احناف کے ہاں ممنوع ہے؟

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں لکھا ہے:

وَلَا يَرُدُّ السَّلَامَ بِلِسَانِهٖ، لِأَنَّهٗ كَلَامٌ، وَلَا بِيَدِهٖ، لِأَنَّهٗ سَلَامٌ مَّعْنًا.

''نمازی اپنی زبان سے سلام کا جواب نہیں دے گا، کیوں کہ وہ تو کلام ہے اور نہ ہی ہاتھ کے اشارہ سے جواب دے گا، کیوں کہ یہ بھی معنوی طور پر سلام ہے۔''

(الهداية : 142/1)

ٹھنڈے دل سے سوچنے کی بات ہے کہ اگر فقہ حنفی برحق ہے تو آپ ﷺ کے ہر وقت اور ہر ایک کے سلام کو سننے اور جواب دینے والا قول مردود ہے اور اگر یہ قول درست ہے تو فقہ حنفی کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

ثانیاً اگر انبیاے کرام قبروں میں زندہ ہیں تو روح لوٹائے جانے کا کیا مطلب ہے؟ روح تو زندہ کرنے کے لیے لوٹائی جاتی ہے، جو پہلے ہی زندہ ہے، اس میں روح کیوں لوٹائی جاتی ہے؟

⑤ بعض لوگ اس حدیث سے مسئلہ حیات النبی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے بارے میں فرمایا:

«لَئِنْ قَامَ عَلٰى قَبْرِي، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ، لَأُجِيبَنَّهٗ» .

''اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہوں اور کہیں اے محمد! تو میں ضرور ان کی بات کا جواب دوں گا۔''(مسند أبي يعلٰى : 6584)

لیکن اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیوں کہ عبداللہ بن وہب مصری راوی ''مدلس'' ہیں اور لفظ ''عن'' سے بیان کر رہے ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں قبر مبارک پر کھڑے ہونے سے مراد سلام کہنا اور جواب سے مراد سلام کا جواب ہے، جیسا کہ اسی حدیث کی دوسری سند میں ہے:

«وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِي حَتّٰى يُسَلِّمَ، وَلَأَرُدَّنَ عَلَيْهِ» .

''وہ ضرور میری قبر پر سلام کہنے کے لیے آئیں گے اور میں ضرور ان پر جواب لوٹاؤں گا۔''(المستدرك على الصحيحين للحاكم : 651/2، ح : 4162)

یہ سند بھی ''ضعیف'' ہے۔اس میں محمد بن اسحاق بن یسار ''مدلس'' ہیں اور لفظ ''عن'' سے بیان کر رہے ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

٦ ایک اور حدیث جو اس ضمن میں پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

«فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ» .

''اللہ کے نبی زندہ ہیں، وہ رزق دیئے جاتے ہیں۔''(سنن ابن ماجه : 1637)

اس کی سند ''منقطع'' ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے جیسا کہ:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَفِيهِ انْقِطَاعٌ بَيْنَ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ وَّأَبِي الدَّرْدَاءِ، فَإِنَّهُ لَمْ يُدْرِكْهُ .

''اس سند میں عبادہ بن نسی اور سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے کیوں کہ اس (عبادہ) نے ان (سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ) کا زمانہ نہیں پایا۔''

(تفسير ابن كثير : 620/3، تحت سورة الأحزاب : 56/33)

نیز اس سند میں ایک اور جگہ بھی انقطاع ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

زَيْدُ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ مُّرْسَلٌ .

''زید بن ایمن کی عبادہ بن نسی سے روایت مرسل (منقطع) ہوتی ہے۔''

(التاريخ الكبير للبخاري : 387/3)

حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۸۳۱۔۹۰۲ھ) نے بھی اسے ''منقطع'' قرار دیا ہے۔

(القول البديع : 164)

الحاصل :

نبی اکرم ﷺ پر کہا جانے والا سلام دو طرح کا ہے؛ ایک سلامِ تحیہ جو نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کو کیا جاتا تھا اور یہ سلام مسلمان، کافر اور منافق سب کہتے تھے اور نبی اکرم ﷺ اس کا جواب بھی دیتے تھے۔اب بھی حجرۂ عائشہ میں داخل ہو کر قبر مبارک پر سلام کہا جائے تو وہ اسی قبیل سے ہے۔اگر کسی شخص کو حجرہ مبارکہ میں جا کر قبر مبارک پر جا کر سلام کہنے کی سعادت نصیب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کی روح کو لوٹاتے ہیں اور آپ ﷺ خود اس سلام کا جواب دیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما خصوصی طور پر حجرۂ عائشہ میں جا کر قبر مبارک پر سلام کہتے تھے۔

دوسرا سلام وہ ہے،جس کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔یہ سلام فرشتوں کے ذریعے اللہ کے نبی ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے اور اس کا جواب اللہ تعالیٰ دس رحمتوں اور بخشش کی صورت میں دیتے ہیں۔

لہٰذا اس سے مروجہ عقیدہ حیاۃ النبی ثابت کرنا عقلاً ونقلاً وشرعاً کسی طرح بھی ممکن نہیں۔

درود کے فرض ہونے کے مواقع

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① نبی اکرم ﷺ کا ذکر خیر سن کر درود :

نبی اکرم ﷺ کا ذکر سن کر درود پڑھنا فرض ہے، کیوں کہ ایسے شخص کے بارے میں وعید وارد ہوئی ہے، جو آپ ﷺ کا ذکر سنتا ہے، لیکن درود نہیں پڑھتا، جیسا کہ :

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ؛ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ» .

''اس آدمی کا ناک خاک آلود ہو، جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو، لیکن وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔''

(مسند الإمام أحمد : 254/2؛ سنن الترمذي : 3545؛ فضل الصلاة على النبي للقاضي إسماعيل : 16، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (908) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یوں بیان ہوئی ہے :

صَعِدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهٗ عَلٰى مِرْقَاةٍ قَالَ : «آمِينَ»، ثُمَّ صَعِدَ، فَقَالَ : «آمِينَ»، ثُمَّ صَعِدَ، فَقَالَ : «آمِينَ»، فَقَالَ : «أَتَانِي جِبْرِيلُ، فَقَالَ : مَنْ أَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ؛ فَمَاتَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْتُ : آمِينَ، قَالَ :

وَمَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا؛ فَمَاتَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْتُ : آمِينَ، قَالَ : وَمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْتُ : آمِينَ» .

''رسولِ اکرم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ جب پہلی سیڑھی پر پاؤں مبارک رکھا تو آمین کہا، پھر (دوسری سیڑھی پر) چڑھے تو دوبارہ آمین کہا، پھر (تیسری سیڑھی پر) چڑھے تو پھر آمین کہا۔ پھر ارشاد فرمایا : میرے پاس جبریل آئے تھے اور (جب میں پہلی سیڑھی پر چڑھا تو) انہوں نے کہا : جو شخص رمضان کا مہینہ پائے اور پھر اس حالت میں مر جائے کہ (رمضان کی عبادت کی وجہ سے) اس کی مغفرت نہ ہو سکے، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دُور کر دے۔ میں نے آمین کہا۔ (جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو) انہوں نے کہا : جو شخص اپنے ماں باپ دونوں کو یا کسی ایک کو پائے ، پھر اس حالت میں مر جائے کہ (ان کی خدمت کی بنا پر) اس کی مغفرت نہ ہو سکے، تو اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دُور کر دے۔ میں نے آمین کہا۔ (جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو) انہوں نے کہا : جس شخص کے پاس آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے، اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دُور کر دے۔ اس پر بھی میں نے آمین کہا۔

(المعجم الأوسط للطبراني : 8131؛ مسند أبي يعلى : 5922، وسندهٗ حسنٌ)

❀ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں :

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقِيَ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ : «آمِينَ، آمِينَ، آمِينَ»، فَقِيلَ لَهُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا كُنْتَ تَصْنَعُ هٰذَا، فَقَالَ :

«قَالَ لِي جِبْرِيلُ : أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنْفَ عَبْدٍ ـ أَوْ بَعُدَ ـ دَخَلَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، فَقُلْتُ : آمِينَ، ثُمَّ قَالَ : رَغِمَ أَنْفُ عَبْدٍ ـ أَوْ بَعُدَ ـ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا لَمْ يُدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، فَقُلْتُ : آمِينَ، ثُمَّ قَالَ : رَغِمَ أَنْفُ عَبْدٍ ـ أَوْ بَعُدَ ـ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، فَقُلْتُ : آمِينَ»

''رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے تو تین دفعہ آمین کہا۔ پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول! آپ پہلے تو ایسا نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریل علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو ذلیل کرے جو رمضان میں موجود ہو لیکن اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ میں نے آمین کہا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ شخص بھی ذلیل ہو، جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو پائے، لیکن ان کی خدمت اسے جنت میں داخل نہ کرے۔ میں نے آمین کہا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ شخص بھی ذلیل ہو جائے جس کے پاس آپ کا ذکر ہو، لیکن وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے اس پر بھی آمین کہا۔'' (صحيح ابن خزيمة : 1888، وسندهٗ حسنٌ)

② سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «احْضُرُوا الْمِنْبَرَ»، فَحَضَرْنَا، فَلَمَّا ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ : «آمِينَ»، فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ : «آمِينَ»، فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ : «آمِينَ»، فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَّا كُنَّا نَسْمَعُهُ، قَالَ :

«إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَرَضَ لِي، فَقَالَ : بُعْدًا لِّمَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، قُلْتُ : آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّانِيَةَ قَالَ : بُعْدًا لِّمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، قُلْتُ : آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّالِثَةَ قَالَ : بُعْدًا لِّمَنْ أَدْرَكَ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ عِنْدَهُ أَوْ أَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ، قُلْتُ : آمِينَ».

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : منبر لاؤ۔ہم منبر لائے تو آپ ﷺ پہلی سیڑھی پر چڑھے اور آمین کہا۔ جب دوسری سیڑھی پر چڑھے تو آمین کہا۔ جب تیسری سیڑھی پر چڑھے تو پھر آمین کہا۔ جب آپ ﷺ نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آج ہم نے آپ سے ایسی چیز سنی ہے، جو پہلے نہیں سنتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا : اس شخص کے لیے ہلاکت ہو، جو رمضان کو پائے، لیکن اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ میں نے آمین کہہ دیا۔ جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا : وہ شخص بھی ہلاک ہو، جس کے پاس آپ کا تذکرہ ہو، لیکن وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے آمین کہا۔ جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا : وہ شخص بھی ہلاک ہو، جس کے پاس اس کے والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو اور وہ اس کے جنت میں داخلے کا سبب نہ بن سکیں۔ میں نے پھر آمین کہہ دیا۔''

(المستدرك على الصحيحين للحاكم : 153/4، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی نے ''صحیح'' کہا ہے۔

ان احادیث کی بنا پر آپ ﷺ کا تذکرہ سن کر درود پڑھنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

علامہ ابوعبداللہ، حسین بن حسن، حلیمی رحمہ اللہ (م:۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَظَاهَرَتِ الْأَخْبَارُ بِوُجُوبِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ كُلَّمَا جَرٰى ذِكْرُهٗ، فَإِنْ كَانَ يَثْبُتُ إِجْمَاعٌ يَّلْزَمُ الْحُجَّةَ بِمِثْلِهٖ عَلٰى أَنَّ ذٰلِكَ غَيْرُ فَرْضٍ؛ وَإِلَّا فَهُوَ فَرْضٌ.

''بہت سی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جب بھی آپ ﷺ کا تذکرہ ہو، آپ پر درود پڑھنا فرض ہے۔ اگر ایسا معتبر اجماع ثابت ہو جائے کہ یہ فرض نہیں تو (یہ مستحب ہو جائے گا)، ورنہ یہ فرض ہی ہے۔''

(شعب الإيمان للبيهقي : 149/3)

② آخري تشهد ميں درود فرض هے :

آخری تشہد میں درود پڑھنا فرض و واجب ہے۔

① سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَقْبَلَ رَجُلٌ حَتّٰى جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ، فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِي صَلَاتِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ؟ قَالَ : فَصَمَتَ حَتّٰى أَحْبَبْنَا أَنَّ الرَّجُلَ لَمْ يَسْأَلْهُ، قَالَ : «إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ؛ فَقُولُوا : اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ،

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ» .

''ایک شخص آیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ہم بھی آپ ﷺ کے پاس ہی موجود تھے۔اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ پر سلام کا طریقہ تو ہم جان چکے ہیں،لیکن جب نماز میں ہم آپ پر درود پڑھنا چاہیں تو کس طرح پڑھیں؟ اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے۔آپ ﷺ خاموش رہے حتی کہ ہم نے خواہش کی، کاش یہ شخص آپ سے سوال نہ کرتا۔(پھر) آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم مجھ پر درود پڑھو تو یوں کہو : اے اللہ! نبیِ اُمّی محمد ﷺ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما، جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی تھی، نیز تُو نبیِ اُمّی محمد ﷺ اور ان کی آل پر برکت نازل فرما،جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی تھی۔بلاشبہ تُو قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 119/4؛ سنن الدارقطني :354/1، 355، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۷۱۱) اور امام ابن حبان (۱۹۵۹) رحمہما اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔امام حاکم رحمہ اللہ (۲۶۸/۱) نے اسے ''امام مسلم کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ مُّتَّصِلٌ .

''یہ سند حسن اور متصل ہے۔''

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَإِنْ تَشَهَّدَ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَتَشَهَّدْ؛ فَعَلَيْهِ الْإِعَادَةُ حَتّٰى يَجْمَعَهُمَا جَمِيعًا .

''اگر کوئی شخص تشہد پڑھے،لیکن نبی اکرم ﷺ پر درود نہ پڑھے یا نبی ﷺ پر درود تو پڑھے،لیکن تشہد نہ پڑھے،اس پر نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے،حتی کہ تشہد اور درود دونوں کو جمع کر لے۔''

(الأمّ :117/1، باب التشهّد والصلاة على النبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم)

امام محمد بن مواز، مالکی رحمہ اللہ (م:۲۸۱ھ) کا بھی یہی موقف ہے۔

(أحكام والقرآن لابن العربي : 623/3، حسن المحاضرة في تاريخ مصر والقاهرة للسيوطي :310/1)

علامہ ابن العربی، مالکی رحمہ اللہ (۴۶۸۔۵۴۳ھ) لکھتے ہیں:

وَالصَّحِيحُ مَا قَالَهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمَوَّازِ لِلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ .

''صحیح حدیث کی بنا پر جو بات محمد بن موّاز نے کہی ہے،وہی ہے صحیح ہے۔''

(أحكام القرآن : 623/3)

امام ابو اسحاق، ابراہیم بن احمد، مروزی رحمہ اللہ (م:۳۴۰ھ) فرماتے ہیں:

أَنَا أَعْتَقِدُ أَنَّ الصَّلَاةَ عَلٰى آلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجِبَةٌ فِي التَّشَهُّدِ الْأَخِيرِ مِنَ الصَّلَاةِ .

''میرا اعتقاد یہ ہے کہ نماز کے آخری تشہد میں نبی ﷺ کی آل پر درود پڑھنا واجب ہے۔''(شعب الإيمان للبيهقي : 150/3، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابوبکر، محمد بن حسین آجری (م:۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

وَاعْلَمُوا، رَحِمَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ، لَوْ أَنَّ مُصَلِّيًا صَلّٰى صَلَاةً، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فِي تَشَهُّدِهِ الْأَخِيرِ؛ وَجَبَ عَلَيْهِ إِعَادَةُ الصَّلَاةِ.

''اللہ ہم پر اور آپ پر رحم کرے، یہ جان لیجیے کہ اگر کوئی نمازی نماز پڑھے، لیکن اس کے آخری تشہد میں نبی ﷺ پر درود نہ پڑھے، تو اس پر نماز کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔''(الشريعة : 1403/3)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلِلْقَوْلِ بِوُجُوبِهٖ ظَوَاهِرُ الْحَدِيثِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''آخری تشہد میں درود کے فرض ہونے پر احادیث کے ظاہری الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم!''(تفسير ابن كثير : 460/6، بتحقيق سلامة)

بعض اہل علم نے اس کے خلاف اجماع کا دعویٰ کر رکھا ہے کہ آخری تشہد میں درود کے فرض نہ ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

ان کے ردّ میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَلَا إِجْمَاعَ عَلٰى خِلَافِهٖ فِي هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ، لَا قَدِيمًا وَّلَا حَدِيثًا.

''اس مسئلہ میں درود کے فرض ہونے کے خلاف کوئی اجماع نہیں ہوا، نہ پرانے دور میں نہ ہی نئے دور میں۔''(تفسير ابن كثير : 460/6، بتحقيق سلامة)

② سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَّدْعُو فِي صَلَاتِهٖ، فَلَمْ

يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَجِلَ هٰذَا، ثُمَّ دَعَاهُ، فَقَالَ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ : «إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ، فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيدِ اللّٰهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ لْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لْيَدْعُ بَعْدُ بِمَا شَاءَ» .

''نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو نماز کے دوران دُعا مانگتے ہوئے سنا۔اس نے نبی کریم ﷺ پر درود نہیں پڑھا،تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:اس شخص نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے۔پھر آپ ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اسے یا کسی دوسرے شخص کو فرمایا:جب کوئی شخص دُعا مانگے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے، پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے،اس کے بعد جو چاہے دُعا مانگے۔''

(مسند الإمام أحمد : 18/6؛ سنن أبي داوٗد :1481، سنن الترمذي : 3477؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''،امام ابن خزیمہ(۷۱۰)اور امام ابن حبان(۱۹۶۰) رحمہما اللہ نے''صحیح'' کہا ہے،جب کہ امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۲۳۰،۲۸۶) نے''امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

ملا علی قاری حنفی (م:۱۰۱۴ھ) نے بھی اس کی سند کو''صحیح'' کہا ہے۔

(شرح الشفاء : 108/2)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ وَرَدَ فِي الصَّلَاةِ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَدُلُّ عَلَى الْوُجُوبِ حَدِيثُ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ ---.

''نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنے کے وجوب پر دلائل موجود ہیں،(ان میں سے

ایک) سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے۔۔۔''

(الدراية في تخريج أحاديث الهداية :157/1، ح : 89)

③ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں:

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی، کہنے لگے: کیا میں آپ کو عظیم الشان تحفہ نہ دوں، جسے میں نے رسول اللہ سے سن رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ضرور! کہنے لگے: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اللہ کے رسول! (اللہ تعالیٰ نے ہمیں درود وسلام کا حکم دیا ہے) آپ کے اہل بیت پر کیسے درود بھیجا جائے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر سلام کے متعلق تو تعلیم دے دی ہے (درود کی تعلیم نہیں دی گئی)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوں کہا کرو:

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ» .

''اے اللہ! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمت نازل کر، جیسا کہ تُو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت نازل کی، یقیناً تو قابلِ تعریف، بڑی شان والا ہے۔ اے اللہ! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر برکت نازل کر، جیسا کہ تُو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت نازل کی، یقیناً تو قابلِ تعریف، بڑی شان والا ہے۔''(صحيح البخاري : 3370، صحيح مسلم : 406)

احناف کا نظریہ

علامہ، ابن نجیم، حنفی (م:۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَمِنَ الْعَجِيبِ مَا وَقَعَ فِي فَتَاوٰى قَاضِي خَانْ فِي آخِرِ بَابِ الْوِتْرِ وَالتَّرَاوِيحِ، حَيْثُ قَالَ : وَإِذَا صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُنُوتِ، قَالُوا : لَا يُصَلِّي فِي الْقَعْدَةِ الْأَخِيرَةِ، وَكَذَا لَوْ صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَعْدَةِ الْأُولٰى سَاهِيًا؛ لَا يُصَلِّي فِي الْقَعْدَةِ الْأَخِيرَةِ.

''فتاویٰ قاضی خان میں وتر وتراویح کے بیان کے آخر میں بڑی عجیب بات لکھی ہے، انہوں نے یہ کہہ دیا ہے: جب کوئی شخص قنوت میں نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھ لے تو ہمارے مفتی حضرات کہتے ہیں کہ پھر وہ آخری تشہد میں درود نہ پڑھے۔ اسی طرح اگر وہ بھول کر پہلے تشہد میں درود پڑھ لے تو پھر بھی دوسرے تشہد میں درود نہیں پڑھ سکتا۔''(البحر الرائق شرح کنز الدقائق :348/1)

نیز حنفی مذہب کی معتبر کتاب میں لکھا ہے:

وَلَوْ سَلَّمَ الْإِمَامُ قَبْلَ أَنْ يَّفْرُغَ الْمُقْتَدِي مِنَ الدُّعَاءِ الَّذِي يَكُونُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ، أَوْ قَبْلَ أَنْ يُّصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَإِنَّهٗ يُسَلِّمُ مَعَ الْإِمَامِ.

''اگر امام تشہد کے بعد دعا سے مقتدی کے فارغ ہونے سے پہلے سلام پھیر دے یا مقتدی کے نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنے سے پہلے سلام پھیر دے، تو مقتدی امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دے گا۔''

(الفتاوی الهندية، المعروف به فتاویٰ عالمگیری :90/1)

کیا پہلے قعدہ میں درود فرض ہے ؟

نماز کی دو رکعتیں مکمل کرنے کے بعد بیٹھنا قعدہ کہلاتا ہے۔چار رکعتوں والی نماز میں دو قعدے ہوتے ہیں۔پہلا دو رکعتوں کے بعد اور دوسرا چار رکعتیں مکمل کرنے کے بعد۔

قعدہ پہلا ہو یا دوسرا اس میں تشہد (التحیّات۔۔۔،جس میں اللہ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت ہوتی ہے) پڑھا جاتا ہے۔تشہد سے زائد مثلاً درود پڑھنا اور دُعا کرنا صرف دوسرے تشہد کے ساتھ خاص ہے یا پہلے تشہد میں بھی اس کی اجازت ہے؟ اسی سوال کا جواب دینے کے لیے یہ تحریر قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

ہماری تحقیق میں پہلے قعدہ میں تشہد پر اکتفا کر لیا جائے یا تشہد سے زائد بھی کچھ پڑھ لیا جائے ،دونوں صورتیں جائز ہیں۔جو لوگ کہتے ہیں کہ اگر پہلے تشہد میں درود پڑھا گیا،تو سجدۂ سہو لازم آ جائے گا،ان کی بات بے دلیل ہے، کیونکہ دونوں طریقے رسول اللہ ﷺ کی سنت ِ مبارکہ سے ثابت ہیں، ملاحظہ فرمائیں :

تشہد پر اقتصار و اکتفا :

① سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو رسول اللہ ﷺ کا تشہد سکھایا۔ان کے ایک شاگرد اسود بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

ثُمَّ إِنْ كَانَ فِي وَسَطِ الصَّلَاةِ؛ نَهَضَ حِينَ يَفْرُغُ مِنْ تَشَهُّدِهِ، وَإِنْ كَانَ فِي آخِرِهَا؛ دَعَا بَعْدَ تَشَهُّدِهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّدْعُوَ، ثُمَّ يُسَلِّمُ .

’’آپ اگر نماز کے درمیانے تشہد میں ہوتے ،تو تشہد سے فارغ ہوتے ہی (اگلی رکعت کے لیے) کھڑے ہو جاتے اور اگر آخری تشہد میں ہوتے ،تو تشہد کے بعد جو دُعا مقدر میں ہوتی ،کرتے ،پھر سلام پھیرتے۔‘‘

(مسند الإمام أحمد :459/1، وسندهٗ حسنٌ)

امام الائمہ،ابن خزیمہ رحمہ اللہ (708) نے اس حدیث کو''صحیح''قرار دیا ہے۔

امام موصوف اس حدیث پر یوں باب قائم کرتے ہیں :

بَابُ الِاقْتِصَارِ فِي الْجَلْسَةِ الْأُولٰی عَلَی التَّشَهُّدِ، وَتَرْكِ الدُّعَاءِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ .

''اس بات کا بیان کہ پہلے قعدہ میں تشہد پر اکتفا کرنا اور دُعا کو ترک کرنا جائز ہے۔''(صحیح ابن خزیمة : 708)

۲ ام المومنین،سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے :

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَزِيدُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ عَلَی التَّشَهُّدِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں کے بعد (عام طور پر) تشہد سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔''(مسند أبي يعلى الموصلي : 4373، وسندهٗ صحيح)

پہلے قعدہ میں تشہد کے علاوہ درود و اذکار :

پہلے قعدہ میں تشہد سے زائد اذکار،مثلاً درود،دُعا وغیرہ مستحب ہیں،جیسا کہ :

۱ ام المومنین،سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کا حال بیان فرماتی ہیں :

وَيُصَلِّي تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَّا يَجْلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ، فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوهُ، ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ، ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوهُ، ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمًا يُّسْمِعُنَا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعت (وتر) ادا فرماتے اور صرف آٹھویں رکعت کے بعد بیٹھتے

تھے۔ پھر اللہ کا ذکر کرتے، اس کی حمد بجالاتے اور اس سے دُعا کرتے۔ پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت ادا فرماتے۔ پھر بیٹھ جاتے اور اللہ کا ذکر، اس کی حمد اور اس سے دُعا کرتے۔ پھر اتنی بلند آواز سے سلام پھیرتے کہ ہم سن لیتے تھے۔'' (صحیح مسلم: 139/746)

❀ اسی حدیث کے یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

ثُمَّ يُصَلِّي تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَّا يَجْلِسُ فِيهِنَّ إِلَّا عِنْدَ الثَّامِنَةِ، فَيَدْعُو رَبَّهٗ وَيُصَلِّي عَلٰى نَبِيِّهٖ، ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ، ثُمَّ يُصَلِّي التَّاسِعَةَ فَيَقْعُدُ، ثُمَّ يَحْمَدُ رَبَّهٗ وَيُصَلِّي عَلٰى نَبِيِّهٖ وَيَدْعُو، ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً يُّسْمِعُنَا.

''پھر آپ ﷺ نو رکعات ادا فرماتے اور ان میں سے صرف آٹھویں کے بعد بیٹھتے، اپنے رب سے دعا کرتے اور اس کے نبی ﷺ پر درود پڑھتے۔ پھر سلام پھیرے بغیر اٹھتے اور نویں رکعت ادا کرنے کے بعد بیٹھتے۔ پھر اپنے رب کی حمد و ثنا کرتے اور اس کے نبی پر درود پڑھ کر دعا کرتے۔ پھر بلند آواز سے سلام پھیرتے۔''

(سنن النسائي: 1721، السنن الکبرٰی للبیهقي: 500/2، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ صحیحٌ)

② سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھایا:

«إِذَا قَعَدْتُّمْ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، فَقُولُوا: التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا

اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ أَحَدُكُمْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ، فَلْيَدْعُ بِهِ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ».

''جب تم ہر دو رکعتوں کے بعد بیٹھو، تو یہ کہو: التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ پھر ہر شخص وہ دُعا منتخب کرے، جو اسے زیادہ محبوب ہو اور اس کے ذریعے اپنے ربّ عزوجل سے مانگے۔''

(مسند الإمام أحمد : 437/1، مسند الطيالسي : 304، سنن النسائي : 1164، المعجم الكبير للطبراني : 47/10، ح : 9912، شرح معاني الآثار للطحاوي : 237/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (720) اور امام ابن حبان (1951) رحمہما اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

③ نافع تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَتَشَهَّدُ، فَيَقُولُ : بِسْمِ اللّٰهِ، التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ، الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ، السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، شَهِدْتُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، شَهِدْتُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، يَقُولُ هٰذَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، وَيَدْعُو إِذَا قَضٰى تَشَهُّدَهُ، بِمَا بَدَا لَهُ.

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشہد میں یہ دُعا پڑھتے: بِسْمِ اللّٰهِ، اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ، الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ، السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، شَهِدْتُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، شَهِدْتُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ۔ پہلی دو رکعتوں کے بعد تشہد پڑھنے کے ساتھ جو دل میں آتی، وہ دُعا بھی کرتے۔''

(الموطّأ للإمام مالك: 191/1، وسندهٗ صحيحٌ)

یعنی جلیل القدر صحابی، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی پہلے قعدہ میں تشہد سے زائد پڑھتے تھے۔

امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔(الأمّ: 117/1)

حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) کہتے ہیں:

وَأَمَّا التَّشَهُّدُ الْأَوَّلُ؛ فَلَا تَجِبُ فِيهِ الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَا خِلَافٍ، وَهَلْ تُسْتَحَبُّ؟ فِيهِ قَوْلَانِ؛ أَصَحُّهُمَا: تُسْتَحَبُّ.

''جہاں تک پہلے تشہد کی بات ہے تو اس میں بلا اختلاف درود فرض نہیں۔ اب مستحب ہے کہ نہیں؟ اس میں دو قول ہیں، صحیح ترین بات یہی ہے کہ پہلے قعدہ میں درود مستحب ہے۔''(الأذكار: 67، بتحقيق الأرنؤوط)

تنبیہات:

① سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ

الْأُولَيَيْنِ، كَأَنَّهُ عَلَى الرَّضْفِ.

''رسول اللہ ﷺ جب دو رکعتوں کے بعد (تشہد کے لیے بیٹھتے)، تو (بہت جلد اٹھنے کی وجہ سے) ایسے لگتا کہ گرم پتھر پر بیٹھے ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد :386/1، سنن أبي داوٗد : 995، سنن النسائی : 1177، سنن الترمذي : 366)

اس کی سند ''مرسل'' ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، کیونکہ ابو عبیدہ کا اپنے والد سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

وَالرَّاجِحُ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ سَمَاعُهُ مِنْ أَبِيهِ.

''راجح بات یہی ہے کہ ابو عبیدہ کا اپنے والدِ گرامی سے سماع ثابت نہیں۔''

(تقریب التهذیب :8231)

نیز فرماتے ہیں : فَإِنَّهُ عِنْدَ الْأَكْثَرِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ.

''جمہور اہل علم کے نزدیک انہوں نے اپنے والدِ گرامی سے سماع نہیں کیا۔''

(موافقة الخبر الخبر :364/1)

لہٰذا امام حاکم رحمہ اللہ (296/1) کا اس روایت کو ''امام بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح'' قرار دینا صحیح نہیں۔

اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَهُوَ مُنْقَطِعٌ، لِأَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ.

''یہ روایت منقطع ہے، کیونکہ ابو عبیدہ نے اپنے والدِ گرامی سے سماع نہیں کیا۔''

(التلخیص الحبیر :263/1، ح : 406)

دوسری بات یہ ہے کہ اس سے پہلے تشہد میں دورد پڑھنے کی نفی نہیں ہوتی، بل کہ زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلا تشہد، دوسرے سے چھوٹا تھا۔یعنی پہلا تشہد درود سمیت بھی دوسرے کے مقابلے میں چھوٹا ہوسکتا ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (1173-1250ھ) لکھتے ہیں:

وَلَيْسَ فِيهِ إِلَّا مَشْرُوعِيَّةُ التَّخْفِيفِ، وَهُوَ يَحْصُلُ بِجَعْلِهِ أَخَفَّ مِنْ مُّقَابِلِهِ.

''اس حدیث میں صرف پہلے تشہد کو چھوٹا کرنے کی مشروعیت ہے اور وہ تو اسے دوسرے تشہد کے مقابلے میں چھوٹا کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔''

(نيل الأوطار : 333/2)

② تمیم بن سلمہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ؛ كَأَنَّهٗ عَلَى الرَّضْفِ، يَعْنِي حَتّٰى يَقُومَ.

''امیر المومنین، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے، تو یوں ہوتے جیسے گرم پتھر پر ہوں، حتی کہ اٹھ جاتے۔''(مصنّف ابن أبي شيبة :295/1)

اس کی سند بھی ''انقطاع'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، کیونکہ تمیم بن سلمہ کا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التلخيص الحبير :263/1، تحت الحديث : 406) کا اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دینا صحیح نہیں۔

③ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

مَا جُعِلَتِ الرَّاحَةُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ إِلَّا لِلتَّشَهُّدِ .

''دو رکعتوں کے بعد بیٹھنے کا موقع صرف تشہد پڑھنے کے لیے ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :295/1)

اس کی سند بھی ''ضعیف'' ہے، کیونکہ عیاض بن مسلم راوی ''مجهول الحال'' ہے۔ سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات : 265/5) کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

④ امام حسن بصری رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے :

لَا يَزِيدُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ عَلَى التَّشَهُّدِ .

''نمازی دو رکعتوں کے بعد تشہد سے زیادہ نہ پڑھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :296/1)

یہ قول امام حسن بصری رحمہ اللہ سے ثابت نہیں، کیونکہ حفص بن غیاث ''مدلس'' ہے اور اس نے امام موصوف سے سماع کی کوئی صراحت نہیں کی۔

نیز اس سند میں اشعث راوی کا تعین بھی درکار ہے۔

⑤ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

مَنْ زَادَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ عَلَى التَّشَهُّدِ؛ فَعَلَيْهِ سَجْدَتَا سَهْوٍ .

''جس شخص نے دو رکعتوں کے بعد تشہد کے علاوہ کچھ اور پڑھ لیا، اس پر سہو کے دو سجدے لازم ہو جائیں گے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :296/1، وسندهٗ صحيحٌ)

امام شعبی رحمہ اللہ کا یہ اجتہاد بے دلیل اور صحیح احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے خطا پر مبنی ہے۔

فقه حنفي اور پهلا تشهد :

فقہ حنفی کے مطابق بھی پہلے تشہد کے ساتھ درود پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔

(كبيري : 460)

علامہ ابن نجیم حنفی (م:۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي الْمُجْتَبٰى : وَفِي الْأَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَالْجُمُعَةِ وَبَعْدَهَا لَا يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَعْدَةِ الْأُولٰى .

''المجتبیٰ میں ہے کہ (حنفی) نمازی ظہر کی چار رکعتوں میں، جمعہ کی نماز میں اور جمعہ کے بعد کے نوافل میں پہلے قعدہ میں نبی اکرم ﷺ پر درود نہیں پڑھ سکتا۔''

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق : 53/2)

علامہ حصکفی حنفی (۱۰۲۵۔۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

وَلَا يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَعْدَةِ الْأُولٰى فِي الْأَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَالْجُمُعَةِ وَبَعْدَهَا، وَلَوْ صَلّٰى نَاسِيًا فَعَلَيْهِ السَّهْوُ .

''(حنفی) نمازی ظہر کی چار رکعتوں میں، جمعہ کی نماز میں اور جمعہ کے بعد کے نوافل میں پہلے قعدہ میں نبی اکرم ﷺ پر درود نہیں پڑھ سکتا۔ اگر بھول کر پڑھ بیٹھے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا۔''

(الدرّ المختار، ص : 95، باب الوتر والنوافل)

حنفی مذہب کی معتبر ترین کتاب میں لکھا ہے:

وَلَوْ كَرَّرَ التَّشَهُّدَ فِي الْقَعْدَةِ الْأُولٰى؛ فَعَلَيْهِ السَّهْوُ، وَكَذَا لَوْ زَادَ عَلَى التَّشَهُّدِ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَذَا فِي التَّبْيِينِ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى، كَذَا فِي الْمُضْمَرَاتِ، وَاخْتَلَفُوا فِي قَدْرِ

الزِّيَادَةِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : يَجِبُ عَلَيْهِ سُجُودُ السَّهْوِ بِقَوْلِهٖ : اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَا يَجِبُ عَلَيْهِ حَتّٰى يَقُولَ : وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ، وَلَوْ كَرَّرَهٗ فِي الْقَعْدَةِ الثَّانِيَةِ؛ فَلَا سَهْوَ عَلَيْهِ، كَذَا فِي التَّبْيِينِ.

''اگر کوئی (حنفی) پہلے قعدہ میں تشہد کو تکرار سے پڑھ بیٹھے تو اس پر سجدۂ سہو لازم آئے گا۔اسی طرح اگر تشہد پر درود کا اضافہ کر دیا تو بھی سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا۔تبیین میں یہی لکھا ہے۔مضمرات میں ہے کہ فتویٰ بھی اسی پر ہے۔البتہ اضافے کی مقدار کے بارے میں احناف نے اختلاف کیا ہے۔بعض نے کہا ہے کہ 'اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ' ہی کہہ دیا تو سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا،لیکن بعض کہتے ہیں کہ جب تک 'وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ' تک نہ کہے،سجدۂ سہو واجب نہیں ہو گا۔مگر پہلی بات ہی صحیح ترین ہے(کہ'اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ' کہہ دینے سے ہی سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا)۔ہاں اگر دوسرے قعدہ میں درود کو تکرار کے ساتھ پڑھے تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہو گا۔''

(الفتاوی الهندية، المعروف به فتاویٰ عالمگیری: 127/1)

علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی لکھتے ہیں:

''حنفیہ کے نزدیک دوسری رکعت میں درود پڑھنے سے جو تاخیر قیام کا باعث ہوتا ہے،سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔جب بقدر اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کے پڑھے اور بعض کے نزدیک جب اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ کے بقدر پڑھے۔زیلعی نے اولیٰ کو اور رملی نے ثانی کو ترجیح دی ہے اور

جس نے سہواً سجدہ ترک کیا، اس پر اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ، جلد اول، ص:303)

عبدالشکور فاروقی لکھنوی، دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''کوئی شخص قعدۂ اولیٰ میں بعد التحیات کے اتنی ہی دیر تک چپ بیٹھا رہے یا درود شریف پڑھے یا کوئی دعا مانگے، ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔''

(علم الفقہ، حصہ دوم، ص:283، نماز میں سہو کا بیان)

جناب رضاء الحق دیوبندی، مفتی دار العلوم زکریا، جنوبی افریقا کہتے ہیں:

''سنن مؤکدہ کے قعدۂ اولیٰ میں بھول سے، درود شریف پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔'' (فتاویٰ دار العلوم زکریا، جلد دوم، صفحہ:461)

اس مسئلہ کی تفصیل احسن الفتاویٰ از مفتی رشید احمد دیوبندی صاحب (جلد:۴، ص:۲۹) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

امجد علی بریلوی لکھتے ہیں:

''فرض و وتر سنن رواتب کے قعدۂ اولیٰ میں اگر تشہد کے بعد اتنا کہہ لیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ یا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا تو اگر سہواً ہو تو سجدۂ سہو کرے، عمداً ہو تو اعادہ واجب ہے، (درمختار)۔''

(بہار شریعت، حصہ سوم، ص:76، واجبات نماز)

یہ کتاب ''اعلیٰ حضرت'' بریلوی کی تصدیق شدہ ہے۔

یہ بات صحیح احادیث اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل التفات ہے۔

ایک جھوٹا خواب :

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

وَفِي الْمَنَاقِبِ : أَنَّ الْإِمَامَ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ، فَقَالَ : كَيْفَ أَوْجَبْتَ السَّهْوَ عَلٰى مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ؟ فَقَالَ : لِأَنَّهٗ صَلّٰى عَلَيْك سَهْوًا، فَاسْتَحْسَنَهٗ.

''المناقب میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر درود پڑھنے والے پر آپ نے سجدۂ سہو کیسے واجب کر دیا؟ تو امام صاحب نے جواب دیا: کیوں کہ اس نے آپ پر سہواً (بھول کر) درود پڑھا ہوتا ہے۔'' (ردّ المحتار على الدّرّ المختار لابن عابدين الحنفي : 81/2)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر جھوٹ باندھنے میں کتنے جرأت مند ہیں؟ کوئی ان سے پوچھے کہ امام ابوحنیفہ نے پہلے تشہد میں درود پڑھنے والے پر سجدہ سہو کہاں واجب کیا ہے؟ نیز امام صاحب نے اپنا یہ خواب کسے بیان کیا تھا؟

فائدہ :

علامہ ابن نجیم حنفی (م:۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَمِنَ الْعَجِيبِ مَا وَقَعَ فِي فَتَاوٰى قَاضِي خَانْ فِي آخِرِ بَابِ الْوِتْرِ وَالتَّرَاوِيحِ، حَيْثُ قَالَ : وَإِذَا صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُنُوتِ، قَالُوا : لَا يُصَلِّي فِي الْقَعْدَةِ الْأَخِيرَةِ، وَكَذَا لَوْ صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَعْدَةِ الْأُولٰى سَاهِيًا؛ لَا يُصَلِّي فِي الْقَعْدَةِ الْأَخِيرَةِ.

''فتاویٰ قاضی خان میں وتر وتراویح کے بیان کے آخر میں بڑی عجیب بات لکھی

ہے،انہوں نے یہ کہہ دیا ہے :جب کوئی شخص قنوت میں نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھ لے تو ہمارے مفتی حضرات کہتے ہیں کہ پھر وہ آخری تشہد میں درود نہ پڑھے۔اسی طرح اگر وہ بھول کر پہلے تشہد میں درود پڑھ لے تو پھر بھی دوسرے تشہد میں درود نہیں پڑھ سکتا۔'' (البحر الرائق شرح کنز الدقائق :348/1)

نیز حنفی مذہب کی معتبر کتاب میں لکھا ہے:

وَلَوْ سَلَّمَ الْإِمَامُ قَبْلَ أَنْ يَّفْرُغَ الْمُقْتَدِي مِنَ الدُّعَاءِ الَّذِي يَكُونُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ، أَوْ قَبْلَ أَنْ يُّصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَإِنَّهٗ يُسَلِّمُ مَعَ الْإِمَامِ .

''اگر امام تشہد کے بعد دعا سے مقتدی کے فارغ ہونے سے پہلے سلام پھیر دے یا مقتدی کے نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنے سے پہلے سلام پھیر دے،تو مقتدی امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دے گا (اور اس کی نماز درست ہو گی)۔''

(الفتاوی الهندية، المعروف به فتاویٰ عالمگیری :90/1)

فقہ حنفی کی ایک اور معتبر و مستند کتاب میں لکھا ہے:

فِي التَّتَارْخَانِيَّةِ عَنِ الْمُحِيطِ : وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ لَوْ سَبَّحَ بِالْفَارِسِيَّةِ فِي الصَّلَاةِ أَوْ دَعَا، أَوْ أَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، أَوْ تَعَوَّذَ، أَوْ هَلَّلَ أَوْ تَشَهَّدَ أَوْ صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْفَارِسِيَّةِ فِي الصَّلَاةِ أَيْ يَصِحُّ عِنْدَهٗ .

''فتاویٰ تاتارخانیہ میں المحیط کے حوالے سے لکھا ہے: اس اختلاف کی بنا پر اگر کوئی (حنفی) نماز میں فارسی زبان میں تسبیح،دعا،ثنا،تعوذ،تہلیل،تشہد یا درود پڑھ لے تو

اُن کے نزدیک اس کی نماز درست ہوگی۔''

(ردّ المحتار على الدّرّ المختار لابن عابدين الحنفي : 81/2)

الحاصل پہلے قعدہ میں تشہد پر بھی اکتفا کیا جا سکتا ہے اور تشہد کے علاوہ مثلاً درود اور دُعائیں وغیرہ بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔

③ طویل مجالس میں نبی کریم ﷺ پر درود :

تمام طویل مجالس ومحافل میں نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا فرض ہے، جیسا کہ :

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَّقْعَدًا لَّا يَذْكُرُونَ فِيهِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَيُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ، لِلثَّوَابِ» .

''لوگ کسی جگہ بیٹھیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں، نہ نبی کریم ﷺ پر درود بھیجیں تو یہ کوتاہی ان کے لیے روزِ قیامت باعث حسرت ہوگی۔اگرچہ وہ (اپنے ایمان کے) ثواب کی بنا پر جنت میں داخل بھی ہو جائیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 463/2، عمل اليوم والليلة للنسائي : 409، 410، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (591، 592) نے اس حدیث کو جب کہ حافظ منذری رحمہ اللہ (الترغيب والترهيب : 410/2) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحُ .

''اسے امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے ہیں۔''

(مجمع الزوائد : 79/10)

④ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَيُّمَا قَوْمٍ جَلَسُوا فَأَطَالُوا الْجُلُوسَ، ثُمَّ تَفَرَّقُوا قَبْلَ أَنْ يَّذْكُرُوا اللّٰهَ، وَيُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ إِلَّا كَانَتْ عَلَيْهِمْ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَذَّبَهُمْ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ».

''جو لوگ کافی دیر کہیں بیٹھیں اور پھر اللہ کا ذکر کیے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے بغیر منتشر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر حسرت رہے گی۔ اگر اللہ چاہے تو انہیں عذاب کرے گا اور چاہے تو انہیں معاف کر دے گا۔''

(الصلاة على النبيّ لابن أبي عاصم : 86، عمل اليوم والليلة لابن السنّي : 449، الدعاء للطبراني : 1924، المستدرك على الصحيحين للحاكم : 496/1، شعب الإيمان للبيهقيّ : 1468، وسندهٗ حسنٌ)

③ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَّجْلِسًا لَّمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيهِ، وَلَمْ يُصَلُّوا عَلٰى نَبِيِّهِمْ؛ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً».

''لوگ کہیں مل کر بیٹھیں لیکن وہاں اللہ کا ذکر نہ کریں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھیں تو ضرور یہ کوتاہی (روزِ قیامت) ان پر حسرت بنی رہے گی۔''

(مسند الإمام أحمد : 453/2، وسندهٗ حسنٌ)

④ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَّجْلِسًا لَّا يُصَلُّونَ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ؛ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً، وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ .

''لوگ کہیں مل کر بیٹھیں لیکن وہاں نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھیں تو ضرور یہ کوتاہی (روزِ قیامت) ان پر حسرت بنی رہے گی، اگرچہ وہ جنت میں داخل بھی ہو جائیں۔''

(مسند أحمد بن منيع، نقلًا عن اتّحاف الخيرة المهرة للبوصيري : 6069، وسندهٗ صحيحٌ)

ناصر السنۃ، محدث العصر، علامہ، البانی رحمہ اللہ (م:۱۴۲۰ھ) کہتے ہیں:

لَقَدْ دَلَّ هٰذَا الْحَدِيثُ الشَّرِيفُ وَمَا فِي مَعْنَاهُ عَلٰى وُجُوبِ ذِكْرِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ، وَكَذَا الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كُلِّ مَجْلِسٍ، وَدَلَالَةُ الْحَدِيثِ عَلٰى ذٰلِكَ مِنْ وُّجُوهٍ :

أَوَّلًا : قَوْلُهٗ «فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ»، فَإِنَّ هٰذَا لَا يُقَالُ إِلَّا فِيمَا كَانَ فِعْلُهٗ وَاجِبًا وَّتَرْكُهٗ مَعْصِيَةً .

ثَانِيًا : قَوْلُهٗ «وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ، لِلثَّوَابِ»، فَإِنَّهٗ ظَاهِرٌ فِي كَوْنِ تَارِكِ الذِّكْرِ وَالصَّلَاةِ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْتَحِقُّ دُخُولَ النَّارِ، وَإِنْ كَانَ مَصِيرُهٗ إِلَى الْجَنَّةِ ثَوَابًا عَلٰى إِيمَانِهٖ ــــ .

فَعَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَّتَنَبَّهَ لِذٰلِكَ، وَلَا يَغْفُلَ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَالصَّلَاةِ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي كُلِّ مَجْلِسٍ يَّقْعُدُهٗ، وَإِلَّا كَانَ عَلَيْهِ تِرَةً وَّحَسْرَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ .

''یہ حدیث شریف اور اس کے ہم معنیٰ احادیث واضح طور پر بتاتی ہیں کہ ہر مجلس میں اللہ سبحانہ کا ذکر اور نبی اکرم ﷺ پر درود فرض ہے۔ یہ حدیث کئی طرح سے

اس بات پر دلیل ہے:

اوّلاً: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ اللہ اگر چاہے تو انہیں عذاب دے اور چاہے تو انہیں معاف کر دے۔ایسا صرف اسی فعل کے بارے میں کہا جا سکتا ہے، جسے کرنا فرض اور جسے چھوڑنا گناہ ہو۔

ثانیاً: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ اگر چہ وہ ثواب کی بنا پر جنت میں داخل ہو بھی جائیں۔یہ الفاظ اس بات میں واضح ہیں کہ ذکرِ الٰہی اور نبی اکرم ﷺ پر درود کا تارک جہنم میں داخلے کا مستحق ہے،اگر چہ اپنے ایمان کے ثواب کی بنا پر وہ جنت میں داخل بھی ہو جائے گا۔۔۔

چنانچہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس وعید سے خبردار رہے اور اپنی کسی بھی مجلس و محفل میں ذکرِ الٰہی اور نبی اکرم ﷺ پر درود سے غافل نہ رہے۔ورنہ یہ کوتاہی قیامت کے دن اس کے لیے نقصان اور حسرت کا باعث ہو گی۔''

(سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها: 161/1)

فائده:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے:

إِنَّ قَوْمًا اجْتَمَعُوا فِي مَسْجِدٍ يُهَلِّلُونَ وَيُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَيَرْفَعُونَ أَصْوَاتَهُمْ، فَذَهَبَ إِلَيْهِمُ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَقَالَ: مَا عَهِدْنَا هٰذَا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ، وَمَا أَرَاكُمْ إِلَّا مُبْتَدِعِينَ، فَمَا زَالَ يَذْكُرُ ذٰلِكَ حَتّٰى أَخْرَجَهُمْ مِّنَ الْمَسْجِدِ.

''کچھ لوگ ایک مسجد میں جمع ہو کر بآوازِ بلند 'لا الہ الا اللہ' اور نبی اکرم ﷺ پر درود

پڑھنے لگے۔سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ایسا عمل نہیں دیکھا۔میں تو تمہیں بدعتی ہی سمجھتا ہوں۔آپ مسلسل یہی بات دوہراتے رہے،حتی کہ انہیں مسجد سے نکال دیا۔''

(المحيط البرهاني في الفقه النعماني لابن مازة الحنفي : 314/5)

اگر چہ لوگوں کا مل کر بلند آواز سے ذکر کرنا اور درود پڑھنا بے اصل اور بدعت ہی ہے، جو بہت سی نصوصِ شرعیہ اور صحابہ کرام کے فتاوی کی بنا پر مردود ہے،لیکن یہ قول بے سند ہے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹا منسوب کیا گیا ہے۔

اس کے باوجود بعض حنفی فقہا نے اپنی کتابوں میں اسے ذکر کرنے کے بعد' قد صح' کے الفاظ لکھے ہیں۔

دیکھیں (المحيط البرهاني في الفقه النعماني لابن مازة الحنفي : 314/5، ردّ المحتار : 398/6، غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر للحموي الحنفي : 60/4، بريقة محمودية للخادمي الحنفي : 54/4، درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ از محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی: 30)

یاد رہے کہ سرفراز صفدر صاحب نے 'قد صح' کا ترجمہ ''صحیح سند'' کیا ہے۔کوئی بتائے گا کہ جس قول کی سند دنیا جہاں میں نہ ہو اور جسے بعض ''فقہا'' نے خود گھڑ لیا ہو،اس کی سند کیسے ''صحیح'' ہو جاتی ہے؟

حافظ سیوطی (۸۴۹۔۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

قُلْتُ : هٰذَا الْأَثَرُ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ يَّحْتَاجُ إِلٰى بَيَانِ سَنَدِهٖ، وَمَنْ أَخْرَجَهٗ مِنَ الْأَئِمَّةِ الْحُفَّاظِ فِي كُتُبِهِمْ.

''میں کہتا ہوں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ روایت اس بات کی محتاج

ہے کہ اس کی سند بیان کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ کن ائمہ حفاظ نے اسے اپنی کتب میں جگہ دی ہے؟''(الحاوي للفتاوي :472/1)

ابن حجر ہیتمی (۹۰۹۔۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

فَلَمْ يَصِحَّ عَنْهُ، بَلْ لَّمْ يَرِدْ .

''یہ روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں، بل کہ اس کا کتبِ محدثین میں کہیں وجود ہی نہیں۔''(الفتاوى الفقهيّة الكبرىٰ :177/1)

علامہ عبدالرؤف مناوی (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں:

فَغَيْرُ ثَابِتٍ .

''یہ روایت غیر ثابت ہے۔''(فيض القدير شرح الجامع الصغير :457/1)

علامہ آلوسی حنفی (۱۲۱۷۔۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَصِحُّ عِنْدَ الْحُفَّاظِ مِنَ الْأَئِمَّةِ الْمُحَدِّثِينَ .

''یہ روایت حفاظ ائمہ محدثین کے ہاں ثابت نہیں۔''(روح المعاني : 479/8)

مجالس اہل حدیث کا اعزاز :

محدثین کرام اور ان کے پیروکاروں، یعنی اہل حدیثوں کی مجالس ومحافل کا یہ اعزاز ہے کہ ان میں بکثرت درود پڑھا جاتا ہے۔

سابقہ سطور میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ ہر طویل مجلس میں ایک بار درود پڑھنا فرض ہے۔ اہل حدیث کی مجالس میں یہ فرض بھی پورا ہوتا ہے اور بطورِ استحباب بھی کئی دفعہ درود پڑھ لیا جاتا ہے۔ یہ اعزاز وشرف کی بات ہے، جیسا کہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً» .

''روزِ قیامت سب لوگوں سے بڑھ کر میرے قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر زیادہ درود پڑھتے ہوں گے۔'' (سنن الترمذي : 484، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ بغوی (شرح السنۃ:٦٨٦) رحمہما اللہ نے ''حسن غریب''، جب کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۹۱۱) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

اس کا راوی موسیٰ بن یعقوب زمعی راوی جمہور کے نزدیک ''حسن الحدیث'' ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ (م:۳۵۴ھ) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْخَبَرِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقِيَامَةِ يَكُونُ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ، إِذْ لَيْسَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ أَكْثَرَ صَلَاةٍ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ .

''یہ حدیث بتاتی ہے کہ قیامت کے دن لوگوں میں سے اہل الحدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریبی ہوں گے، کیوں کہ اس امت میں کوئی گروہ اہل حدیث سے بڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھتا۔''

(صحيح ابن حبّان :911)

حافظ محمد بن عبدالرحمٰن بن زیاد، ابوجعفر، اصبہانی رحمہ اللہ (م:۳۲۲ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى تَفْضِيلِ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ، لَا نَعْلَمُ أَحَدًا أَكْثَرَ صَلاةً عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ .

''اس حدیث میں اہل الحدیث کی فضیلت کی دلیل موجود ہے۔ ہمارے علم میں ان سے بڑھ کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے والا کوئی نہیں۔''

(طبقات المحدّثين بأصبهان والواردين عليها : 223/4)

امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ (م:۴۳۰ھ) فرماتے ہیں:

وَهٰذِهِ مَنْقَبَةٌ شَرِيفَةٌ يَّخْتَصُّ بِهَا رُوَاةُ الْآثَارِ وَنَقَلَتُهَا؛ لِأَنَّهٗ لَا يُعْرَفُ لِعِصَابَةٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّلَاةِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ مِمَّا يُعْرَفُ لِهٰذِهِ الْعِصَابَةِ نَسْخًا وَّذِكْرًا.

''یہ اعزاز والی منقبت ہے جو احادیث کو روایت اور نقل کرنے والے لوگوں کے ساتھ خاص ہے، کیوں کہ علما کے کسی بھی طبقہ سے رسول اللہ ﷺ پر اتنا زیادہ درود معلوم نہیں، جتنا اس گروہ کا لکھ اور بول کر درود پڑھنا معلوم ہے۔''

(شرف أصحاب الحديث للخطيب البغدادي : 35، وسندهٗ صحيحٌ)

امام سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ (۹۷۔۱۶۱ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ لَمْ يَكُنْ لِّصَاحِبِ الْحَدِيثِ فَائِدَةٌ إِلَّا الصَّلَاةُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّهٗ يُصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي الْكِتَابِ.

''اگر اہل حدیث کو صرف رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے ہی کا فائدہ ہو(تو یہی شرف سب سے عظیم ہے)، کیوں کہ وہ جب تک پڑھنے لکھنے میں مصروف رہتا ہے، درود پڑھتا ہی رہتا ہے۔''

(شرف أصحاب الحديث للخطيب البغدادي، ص : 35، وسندهٗ صحيحٌ)

علامہ عمر بن علی، ابوحفص، بزار رحمہ اللہ (م:۷۴۹ھ) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَكَانَ لَا يَذْكُرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ؛ إِلَّا وَيُصَلِّي

وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ، وَلَا وَاللّٰهِ، مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشَدَّ تَعْظِيمًا لِّرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا أَحْرَصَ عَلٰى أَتْبَاعِهٖ، وَنَصْرِ مَا جَاءَ بِهٖ مِنْهُ.

''شیخ الاسلام رحمہ اللہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام ضرور پڑھتے۔ اللہ کی قسم! میں نے ان سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تعظیم کرنے والا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر زیادہ حرص رکھنے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی زیادہ نصرت کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔''

(الأعلام العليّة في مناقب ابن تيميّة، ص: 28)

④ نماز جنازہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود:

نمازِ جنازہ میں بھی درود پڑھنا فرض ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نماز میں درود پڑھنے کا جو حکم دیا ہے، نمازِ جنازہ اس سے خارج نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نمازِ جنازہ کا نبوی طریقہ درود سے خالی نہیں۔

❀ سیدنا ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

السُّنَّةُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَنْ تُكَبِّرَ، ثُمَّ تَقْرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ، ثُمَّ تُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ تُخْلِصَ الدُّعَاءَ لِلْمَيِّتِ، وَلَا تَقْرَأَ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى، ثُمَّ تُسَلِّمَ فِي نَفْسِهٖ عَنْ يَّمِينِهٖ.

''نماز جنازہ میں نبوی طریقہ یہ ہے کہ آپ تکبیر کہیں، پھر سورۂ فاتحہ کی قراءت کریں، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں، پھر میت کے لیے خلوص کے ساتھ دعا

کریں، پہلی تکبیر کے علاوہ قراءت نہ کریں۔ پھر اپنے دل میں اپنی دائیں طرف سلام پھیر دیں۔‘‘(المنتقیٰ لابن الجارود : 540، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، وَكَانَ مِنْ كُبَرَاءِ الْأَنْصَارِ وَعُلَمَائِهِمْ، وَأَبْنَاءِ الَّذِينَ شَهِدُوا بَدْرًا مَّعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَهٗ رِجَالٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجِنَازَةِ، أَنْ يُكَبِّرَ الْإِمَامُ، ثُمَّ يُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُخْلِصَ الصَّلَاةَ فِي التَّكْبِيرَاتِ الثَّلَاثِ، ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمًا خَفِيًّا حِينَ يَنْصَرِفُ، وَالسُّنَّةُ أَنْ يَّفْعَلَ مَنْ وَّرَائَهٗ مِثْلَ مَا فَعَلَ إِمَامُهٗ، قَالَ الزُّهْرِيُّ : حَدَّثَنِي بِذٰلِكَ أَبُو أُمَامَةَ، وَابْنُ الْمُسَيِّبِ يَسْمَعُ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيْهِ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : فَذَكَرْتُ الَّذِي أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ لِمُحَمَّدِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ : وَأَنَا سَمِعْتُ الضَّحَّاكَ بْنَ قَيْسٍ يُّحَدِّثُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ فِي صَلَاةٍ صَلَّاهَا عَلَى الْمَيِّتِ مِثْلَ الَّذِي حَدَّثَنَا أَبُو أُمَامَةَ .

’’مجھے ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی۔ابو امامہ رضی اللہ عنہ انصار کے بزرگ ترین لوگوں اور علمائے کرام میں سے تھے،نیز غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہونے والے صحابہ کرام کی اولاد میں سے تھے۔انہوں نے

مجھے بتایا کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے ایک صحابی نے ان کو یہ بیان کیا : نماز جنازہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ امام تکبیر کہے، پھر خاموشی سے سورۂ فاتحہ کی قراءت کرے، پھر (پہلی تکبیر کے بعد) تین تکبیروں میں نماز ختم کرے۔امام کی اقتدا کرنے والے کے لیے بھی سنت یہی ہے کہ وہ اسی طرح کرے، جیسے اس کا امام کرتا ہے۔امام زہری بیان کرتے ہیں کہ جب ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث بیان فرمائی تو سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سن رہے تھے،لیکن انہوں نے اس کا ردّ نہیں فرمایا۔امام زہری یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ نماز جنازہ کے نبوی طریقے والے حدیث محمد بن سوید کو سنائی تو انہوں نے کہا: میں نے سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ سے سنا ،وہ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے نماز جنازہ کا وہی طریقہ بیان کر رہے تھے،جو ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔''

(المستدرك على الصحيحين للحاكم : 360/1، السنن الكبرٰى للبيهقيّ : 40/4، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''امام بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ سَأَلَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ عَنِ الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ، فَقَالَ : أَنَا وَاللّٰهِ أُخْبِرُكَ، تَبْدَأُ فَتُكَبِّرُ، ثُمَّ تُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، وَتَقُولُ : اللّٰهُمَّ إِنَّ عَبْدَكَ فُلَانًا كَانَ لَا يُشْرِكُ بِكَ شَيْئًا، أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ، إِنْ كَانَ مُحْسِنًا؛ فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا؛ فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، اللّٰهُمَّ، لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ .

انہوں نے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے نماز جنازہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا : اللہ کی قسم! میں ضرور آپ کو بتاؤں گا۔آپ تکبیر کہہ کر ابتدا کریں، پھر(فاتحہ پڑھنے کے بعد) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پردرود پڑھیں اور کہیں : اے اللہ! تیرا یہ بندہ تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا تھا۔تو اس کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔اگر یہ نیکوکار تھا تو اس کی نیکی میں مزید اضافہ کر دے اور اگر یہ خطا کار تھا تو اس سے درگزر فرما۔اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھنا اور اس کے بعد ہمیں گم راہ نہ کر دینا۔''(السنن الكبرٰى للبيهقي : 40/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبید بن سباق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلّٰى بِنَا سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ عَلٰى جَنَازَةٍ، فَلَمَّا كَبَّرَ التَّكْبِيرَةَ الْأُولٰى؛ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ حَتّٰى أَسْمَعَ مَنْ خَلْفَهُ، قَالَ : ثُمَّ تَابَعَ تَكْبِيرَهُ حَتَّى إِذَا بَقِيَتْ تَكْبِيرَةٌ وَّاحِدَةٌ؛ تَشَهَّدَ تَشَهُّدَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ كَبَّرَ وَانْصَرَفَ .

''ہمیں سیدنا سہل بن حنیف نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔جب انہوں نے پہلی تکبیر کہی تو سورۂ فاتحہ (اتنی اونچی) پڑھی کہ مقتدیوں کو سنائی۔پھر باقی تکبیریں کہتے گئے۔

جب ایک تکبیر رہ گئی تو نماز کے تشہد کی طرح تشہد (درود وسلام) پڑھا۔ پھر تکبیر کہا اور سلام پھیر دیا۔''

(سنن الدارقطني : 73/2، السنن الكبرٰى للبيهقي : 39/4، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابو سعید مقبری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ تُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : أَنَا، لَعَمْرُ اللّٰهِ، أُخْبِرُكَ، أَتَّبِعُهَا مِنْ أَهْلِهَا، فَإِذَا وُضِعَتْ؛ كَبَّرْتُ، وَحَمِدْتُ اللّٰهَ وَصَلَّيْتُ عَلٰى نَبِيِّهٖ، ثُمَّ أَقُولُ : اللّٰهُمَّ إِنَّهٗ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ، كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ، اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِنًا؛ فَزِدْ فِي إِحْسَانِهٖ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا؛ فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهٖ، اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهٗ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ.

''انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نمازِ جنازہ کیسے ادا کرتے ہیں؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : اللہ کی قسم! میں آپ کو بتاتا ہوں۔ میں میت کے گھر سے اس کے پیچھے چلتا ہوں، پھر جب اسے رکھ دیا جاتا ہے تو میں اللہ اکبر کہہ کر اللہ کی حمد (سورۂ فاتحہ) پڑھتا ہوں اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں۔ پھر یہ دعا کرتا ہوں : اے اللہ! بلاشبہ یہ تیرا بندہ، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا

ہے۔ یہ گواہی دیتا تھا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں۔تو اسے بہتر جانتا ہے۔اے اللہ!اگر یہ نیک تھا تو اس کی نیکی میں اضافہ فرما دے اور اگر یہ خطا کار تھا تو اس سے درگزر فرما۔اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھنا اور اس کے بعد ہمیں فتنے کا شکار نہ بننے دینا۔‘‘

(المؤطّأ للإمام مالك : 228/1، فضل الصلاة على النبي للقاضي إسماعيل : 93، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام عامر شعبی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَوَّلُ تَكْبِيرَةٍ مِّنَ الصَّلَاةِ عَلَى الْجِنَازَةِ ثَنَاءٌ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَالثَّانِيَةُ صَلَاةٌ عَلَى النَّبِيِّ، وَالثَّالِثَةُ دُعَاءٌ لِّلْمَيِّتِ، وَالرَّابِعَةُ السَّلَامُ.

’’نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی ثنا (سورۂ فاتحہ) ہے، دوسری کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود، تیسری کے بعد میت کے لیے دعا اور چوتھی کے بعد سلام ہے۔‘‘

(فضل الصلاة على النبيّ للإمام إسماعيل بن إسحاق القاضي :91، وسندهٗ صحيحٌ)

بعض لوگ نماز جنازہ کے درود میں كَمَا صَلَّيْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ کا اضافہ کرتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔اس پر کوئی دلیل نہیں اور یہ بعد کی ایجاد ہے۔نماز کے الفاظ اپنی طرف سے نہیں بنائے جا سکتے۔

درود کے مستحب مقامات

ابن الحسن محمدی

اب ہم وہ مقامات پیش کرتے ہیں، جن میں درود پڑھنا مستحب ہے:

① دعا میں درود :

❀ سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُو فِي صَلَاتِهِ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «عَجِلَ هٰذَا»، ثُمَّ دَعَاهُ، فَقَالَ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ : «إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ؛ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيدِ اللّٰهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ لْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لْيَدْعُ بَعْدُ بِمَا شَاءَ» .

''نبی کریم ﷺ نے ایک شخص نماز کے دوران دُعا مانگتے ہوئے سنا۔اس نے نبی کریم ﷺ پر درود نہیں بھیجا تھا۔نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:اس نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا۔پھر آپ ﷺ نے اس شخص کو یا کسی دوسرے شخص کو فرمایا:جب کوئی شخص دُعا مانگے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے، پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے، اس کے بعد جو چاہے دُعا مانگے۔''

(مسند الإمام أحمد : 18/6؛ سنن أبي داوٗد :1481؛ سنن الترمذي : 3477، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''،امام ابن خزیمہ(۷۱۰)اور امام ابن حبان(۱۹۶۰) رحمہما اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔امام حاکم رحمہ اللہ (۲۳۰/۱، ۲۸۶) نے ''امام بخاری ومسلم

کی شرط پر صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔
ملا علی قاری حنفی (۱۰۱۴ھ) نے بھی اس حدیث کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(شرح الشفاء : 108/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أُصَلِّي وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ مَعَهُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللّٰهِ، ثُمَّ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَلْ تُعْطَهْ، سَلْ تُعْطَهْ».

''میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی آپ کے ساتھ تھے۔جب بیٹھا تو میں نے اللہ کی ثنا اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر آغاز کیا۔اس کے بعد میں نے اپنے لیے دعا کی۔اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ یہ فرمایا: آپ سوال کیجیے، آپ کو عطا کیا جائے گا۔''

(سنن الترمذي : 593، وسندهٗ حسنٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

❁ خالد بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ الْحَمِيدِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ دَعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ حِينَ عَرَّسَ عَلَى ابْنِهِ، فَقَالَ: يَا أَبَا عِيسٰى، كَيْفَ بَلَغَكَ فِي الصَّلاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مُوسٰى: سَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ خَارِجَةَ عَنِ الصَّلاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ زَيْدٌ: أَنَا

سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسِي : كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ؟ قَالَ : «صَلُّوا وَاجْتَهِدُوا، ثُمَّ قُولُوا : اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ» .

''عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے جب اپنے بیٹے کا ولیمہ کیا تو موسیٰ بن طلحہ سے کہا : ابوعیسیٰ! نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنے کے حوالے سے آپ کے پاس کیا تعلیم پہنچی ہے؟ موسیٰ کہنے لگے : میں نے نبی اکرم ﷺ پر درود کے بارے میں سیدنا زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا۔انہوں نے کہا تھا : میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا : آپ پر درود کیسے پڑھا جائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا : نماز پڑھو اور (ذکرِ الٰہی میں) خوب کوشش کرو، پھر کہو : اے اللہ! تُو محمد ﷺ اور ان کی آل پر اس طرح برکت نازل فرما، جس طرح تُو نے ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی تھی، بلاشبہ تُو قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 199/1؛ سنن النسائي : 1292، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

أَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ صَدَقَةٌ؛ فَلْيَقُلْ فِي دُعَائِهٖ : اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ، فَإِنَّهَا لَهٗ زَكَاةٌ .

''جس مسلمان شخص کے پاس صدقہ (کرنے کے لیے مال) نہ ہو، وہ اپنی دعا میں یوں کہے : اے اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما، نیز مؤمن

مردوں عورتوں اور مسلمان مردوں عورتوں پر بھی رحمت فرما۔ یہ الفاظ کہنا اس کے لیے صدقہ بن جائے گا۔'' (الأدب المفرد للبخاري : 640، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۹۰۳) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱۔۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى اسْتِحْبَابِ ابْتِدَاءِ الدُّعَاءِ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ الصَّلَاةِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَذٰلِكَ تُخْتَمُ الدُّعَاءُ بِهِمَا .

''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ دعا کو اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ ﷺ پر درود کے ساتھ شروع کرنا اور اسی طرح اس کا اختتام کرنا مستحب ہے۔''

(الأذكار : 99، وفي نسخة : 117)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَالَّذِينَ يَتَوَسَّلُونَ بِذَاتِهِ لِقَبُولِ الدُّعَاءِ عَدَلُوا عَمَّا أُمِرُوا بِهِ وَشُرِعَ لَهُمْ، وَهُوَ مِنْ أَنْفَعِ الْأُمُورِ لَهُمْ، إِلٰى مَا لَيْسَ كَذٰلِكَ، فَإِنَّ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ مِنْ أَعْظَمِ الْوَسَائِلِ الَّتِي بِهَا يُسْتَجَابُ الدُّعَاءُ، وَقَدْ أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا، وَالصَّلَاةُ عَلَيْهِ فِي الدُّعَاءِ هُوَ الَّذِي دَلَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَالْإِجْمَاعُ .

''جو لوگ دُعا کی قبولیت کے لیے نبی اکرم ﷺ کی ذات کا وسیلہ دیتے ہیں، وہ اس چیز کو چھوڑ کر، جس کا انہیں حکم تھا اور جو ان کے لیے شریعت بنائی گئی تھی، ایسی چیز کی طرف چلے گئے ہیں، جس کا نہ انہیں حکم ہے اور نہ وہ ان کے لیے مشروع کی

گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا دُعا کی قبولیت کے بڑے اسباب میں سے ہے،اس کا اللہ تعالیٰ نے حکم بھی فرمایا ہے۔ نیز دُعا میں درود پڑھنے (کے استحباب) پر قرآن، حدیث اور اجماعِ امت دلیل ہیں۔'' (مجموع الفتاوی :347/1)

② دعائے قنوت میں درود :

❀ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ قنوت کرتے تو:

ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا کرتے تھے۔''

(صحيح ابن خزيمة : 1100، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ :

سنن نسائی (۱۷۴۷) میں دُعا کے اختتام پر وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ کے الفاظ بھی ہیں۔

ان الفاظ کو عبداللہ بن علی رحمہ اللہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بیان کر رہے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا رِوَايَتُهٗ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ؛ فَلَمْ يَثْبُتْ.

''سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے اس کی روایت ثابت نہیں۔''

(تهذيب التهذيب : 284/5)

یہ روایت ''انقطاع'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

لہٰذا حافظ نووی کا (المجموع شرح المهذب:۴۴۱/۳) اس کی سند کو ''صحیح'' کہنا صحیح نہیں۔

فقہ حنفی اور قنوت میں درود :

اب اس کے خلاف فقہ حنفی کا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو:

وَلَا يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُنُوتِ، وَهُوَ اخْتِيَارُ مَشَايِخِنَا .

''نبی کریم ﷺ پر قنوت میں درود نہ پڑھا جائے۔ہمارے مشائخ کا پسندیدہ مسلک یہی ہے۔''(فتاوی عالمگیری:111/1)

ابن نجیم حنفی (م:۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَمِنَ الْعَجِيبِ مَا وَقَعَ فِي فَتَاوٰى قَاضِي خَانْ فِي آخِرِ بَابِ الْوِتْرِ وَالتَّرَاوِيحِ، حَيْثُ قَالَ : وَإِذَا صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُنُوتِ، قَالُوا : لَا يُصَلِّي فِي الْقَعْدَةِ الْأَخِيرَةِ، وَكَذَا لَوْ صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَعْدَةِ الْأُولٰى سَاهِيًا؛ لَا يُصَلِّي فِي الْقَعْدَةِ الْأَخِيرَةِ .

''فتاویٰ قاضی خان میں وتر وتراویح کے بیان کے آخر میں بڑی عجیب بات لکھی ہے،انہوں نے یہ کہہ دیا ہے :جب کوئی شخص قنوت میں نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھ لے تو ہمارے مفتی حضرات کہتے ہیں کہ پھر وہ آخری تشہد میں درود نہ پڑھے۔اسی طرح اگر وہ بھول کر پہلے تشہد میں درود پڑھ لے تو پھر بھی دوسرے تشہد میں درود نہیں پڑھ سکتا۔''(البحر الرائق شرح کنز الدقائق :348/1)

③ جمعہ کے دن بہ کثرت درود :

نبی کریم ﷺ پر جمعہ کے دن بہ کثرت درود پڑھنا مستحب ہے۔

❁ سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ؛ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ».

''بلاشبہ تمہارے دنوں میں جمعہ کا دن سب سے بہتر ہے۔اس دن سیدنا آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سخت آواز ظاہر ہوگی۔لہٰذا اس دن مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔''

ایک آدمی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ کی وفات کے بعد آپ کو کیسے پیش کیا جائے گا؟ کیا آپ کا جسدِ مبارک خاک میں نہیں مل چکا ہوگا؟

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ».

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 8/4؛ سنن أبي داوٗد : 1047، 1531؛ سنن النسائي : 1375؛ سنن ابن ماجه : 1085، 1636؛ فضل الصلاة على النبيّ للقاضي إسماعيل : 22، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (1733)، امام ابن حبان (910) اور حافظ ابن قطان فاسی (بیان الوہم والایہام: 574/5) رحمہم اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ (278/1) نے اسے ''امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(رياض الصالحين : 1399، خلاصة الأحكام : 441/1، 814/2)

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (م:751ھ) لکھتے ہیں:

وَمَنْ تَأَمَّلَ هٰذَا الْإِسْنَادَ؛ لَمْ يَشُكَّ فِي صِحَّتِهٖ، لِثِقَةِ رُوَاتِهٖ، وَشُهْرَتِهِمْ، وَقُبُولِ الْأَئِمَّةِ أَحَادِيثَهُمْ .

''جو شخص اس روایت کی سند پر غور کرے گا، وہ اس کی صحت میں شک نہیں کرے گا، کیونکہ اس کے راوی ثقہ، مشہور ہیں اور ائمہ حدیث کے ہاں ان کی بیان کردہ احادیث مقبول ہیں۔'' (جلاء الأفهام:81)

④ خطبہ میں درود :

❀ عون بن ابی جحیفہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

فَحَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهٗ صَعِدَ الْمِنْبَرَ، يَعْنِي عَلِيًّا، فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ : خَيْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ، وَالثَّانِي عُمَرُ، وَقَالَ : يَجْعَلُ اللّٰهُ تَعَالَى الْخَيْرَ حَيْثُ أَحَبَّ .

''میرے والد نے بیان کیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور فرمایا: اس امت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہستی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہے اور دوسرا نمبر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ جہاں چاہے بھلائی رکھ دیتا ہے۔''

(زوائد مسند الإمام أحمد :106/1، ح : 837، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَقَلُّ مَا يَقَعُ عَلَيْهِ اسْمُ خُطْبَةٍ مِّنَ الْخُطْبَتَيْنِ؛ أَنْ يَّحْمَدَ اللّٰهَ تَعَالٰى

وَيُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُوصِيَ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَيَدْعُوَ فِي الْآخِرَةِ؛ لِأَنَّ مَعْقُولًا أَنَّ الْخُطْبَةَ جَمْعُ بَعْضِ الْكَلَامِ مِنْ وُّجُوهٍ إِلٰى بَعْضٍ، وَهٰذَا أَوْجَزُ مَا يُجْمَعُ مِنَ الْكَلَامِ .

''(جمعہ کے) دونوں خطبوں میں سے ہر خطبہ کا مصداق ایسا وعظ ہوتا ہے جس میں کم از کم اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے، نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا جائے، اللہ سے ڈرنے کی وصیت کی جائے اور اس کے آخر میں دُعا کی جائے۔ کیوں کہ عقلی طور پر بھی کلام کی کچھ اقسام کو باہم جمع کرنے کا نام ہے۔ کلام کے جمع کرنے کا یہ سب سے مختصر طریقہ ہے۔''(معرفة السنن والآثار للبيهقي : 6467، وسندهٗ صحيحٌ)

ثابت ہوا کہ ہر خطبہ میں درود شریف پڑھنا مشروع اور مستحب ہے۔

فائدہ:

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے:

لَيْسَ مِنَ السُّنَّةِ الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةَ عَلَى الْمِنْبَرِ .

''جمعہ کے دن منبر پر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا مسنون نہیں ہے۔''

(المعجم الكبير للطبراني : 114/13، ح : 280، 235/14، ح : 14863، جامع المسانيد والسنن لابن كثير : 6390، مجمع الزوائد للهيثمي : 188/2)

لیکن اس کی سند میں لیث بن ابوسلیم راوی کے جمہور کے نزدیک ''سیئ الحفظ'' ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

پھر امام ابوالشیخ اصبہانی رحمہ اللہ کی کتاب ''ذکر الاقران''(ح:337) میں سیدنا عبداللہ بن

زبیر رضی اللہ عنہ کی جگہ ابن ابوملیکہ کا ذکر ہے۔

⑤ صفا و مروہ پر درود :

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُكَبِّرُ عَلَى الصَّفَا ثَلَاثًا يَّقُولُ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَدْعُو وَيُطِيلُ الْقِيَامَ وَالدُّعَاءَ، ثُمَّ يَفْعَلُ عَلَى الْمَرْوَةِ نَحْوَ ذٰلِكَ .

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صفا پر تین مرتبہ یہ کہتے ہوئے تکبیر پڑھتے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت بھی اسی کی اور تعریف بھی۔ وہ ہر چیز پر قادر بھی ہے)۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے، پھر دُعا کرتے اور کافی دیر تک کھڑے دُعا کرتے رہتے۔ پھر مروہ پر بھی اسی طرح کرتے۔''

(فضل الصلاة على النبيّ للإمام إسماعيل بن إسحاق القاضي، ص : 185، بتحقيق عبد الحقّ التركماني، وسندهٗ صحيحٌ)

⑥ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر درود :

❀ **عبد اللہ بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقِفُ عَلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلٰى أَبِي بَكْرٍ

وَّعُمَرَ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے اور سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو سلام کہتے تھے۔''

(المؤطّأ للإمام مالك :166/1، السنن الكبرٰى للبيهقي : 245/5، وسندهٗ صحيحٌ)

جس طرح قبرستان میں جا کر فوت شدگان کو سلام کہا جاتا ہے، یہ بعینہٖ وہی سلام ہے۔

ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے واپس آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس جا کر یہ الفاظ کہتے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَتَاهُ .

''اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو! اے ابوبکر! آپ پر سلامتی ہو اور میرے ابا جان! آپ پر سلامتی ہو۔''

(فضل الصلاة على النبيّ للقاضي إسماعيل بن إسحاق، ص :81-82، ح : 99؛ السنن الكبرٰى للبيهقي : 245/5، وسندهٗ صحيحٌ)

ان روایات کے الفاظ سے واضح ہے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ درود وسلام قبر مبارک پر کھڑے ہو کر تھا۔ فوت شدگان کو دُور سے اس طرح سلام کہنا درست نہیں۔

اگر آج بھی کسی شخص کو حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہو جائے تو اس کے لیے ان الفاظ سے سلام کہنا مستحب ہوگا۔

⑦ اذان کے بعد درود پاک :

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ؛ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً؛ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ، لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ؛ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ».

''جب تم مؤذن کو (اذان دیتے ہوئے) سنوتو وہی کلمات کہو جو مؤذن کہہ رہا ہو، پھر مجھ پر درود بھیجو، کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس شخص پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے ''الوسیلہ'' کی دعا کرو۔ ''الوسیلہ'' جنت میں ایک مخصوص مقام ہے، جو اللہ کے تمام بندوں میں سے صرف ایک بندے کو نصیب ہو گا اور میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ ایک بندہ میں ہوں گا۔ جو شخص میرے لیے ''الوسیلہ'' کی دعا مانگے گا، اسے میری شفاعت ضرور نصیب ہو گی۔'' (صحيح مسلم : 384)

اس حدیث ِمبارک سے ثابت ہوا کہ اذان کا جواب دے کر نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی پر درود پڑھنا مسنون ہے۔

⑧ مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت سلام :

مسجد میں داخل ہوتے وقت نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجنا مسنون ومستحب ہے، جیسا کہ :

❀ سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں کوئی مسجد میں داخل ہو، وہ اپنے نبی ﷺ پر سلام کے بعد یہ دُعا پڑھے:

«اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ».

(اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے)۔

نیز مسجد سے نکلتے وقت اپنے نبی ﷺ پر سلام پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ» .

(اے اللہ! میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں)۔''

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''مسجد سے نکلنے والا اپنے نبی ﷺ پر سلام پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

«اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ» .

(اے اللہ! مجھے شیطان مردود سے محفوظ فرمالے)۔''

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''مسجد میں داخل ہونے والا نبی کریم ﷺ پر سلام پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

«اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ» .

(اے اللہ! مجھے شیطان مردود سے بچالے)۔''

(سنن ابن ماجه : 773؛ عمل اليوم والليلة للنسائي : 90، عمل اليوم والليلة لابن السنّي : 87، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۴۵۲، ۲۷۰۶) وامام ابن حبان (۲۰۴۷، ۲۰۵۰) رحمہما اللہ نے ''صحیح''، جب کہ امام حاکم رحمہ اللہ (۲۰۷/۱) نے اسے ''امام بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں: هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ، وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''اس کی سند صحیح ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں۔''(مصباح الزجاجة :97/1)

درود کے بدعی مقامات

ابوعبداللہ صارم

① اذان سے قبل درود :

اذان سے پہلے الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ وغیرہ پڑھنا بدعت ہے۔ شریعت محمدیہ ﷺ میں اس کی کوئی اصل نہیں۔صحابہ کرام،تابعین عظام، تبع تابعین اعلام اور ائمہ اسلام سے اس کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا۔اگر اذان سے پہلے ان کلمات کو پڑھنا جائز ہوتا تو صحابہ کرام ضرور اس کا اہتمام فرماتے۔

جناب غلام رسول بریلوی صاحب نے اس حقیقت کو کھلے دل سے تسلیم کیا ہے کہ اذان سے پہلے درود نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے۔

(شرح صحیح مسلم، جلد :۱، ص : 1092)

بریلویوں کے ممدوح،علامہ، ابن حجر ہیتمی (م:۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

وَلَمْ نَرَ فِي شَيْءٍ مِّنْهَا التَّعَرُّضَ لِلصَّلَاةِ عَلَيْهِ قَبْلَ الْأَذَانِ، وَلَا إِلٰى مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ بَعْدَهٗ، وَلَمْ نَرَ أَيْضًا فِي كَلَامِ أَئِمَّتِنَا تَعَرُّضًا لِّذٰلِكَ أَيْضًا، فَحِينَئِذٍ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْ هٰذَيْنِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ فِي مَحَلِّهِ الْمَذْكُورِ فِيهِ، فَمَنْ أَتٰى بِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا فِي ذٰلِكَ مُعْتَقِدًا سُنِّيَّتَهٗ فِي ذٰلِكَ الْمَحَلِّ الْمَخْصُوصِ؛ نُهِيَ عَنْهُ وَمُنِعَ مِنْهُ، لِأَنَّهٗ تَشْرِيعٌ بِغَيْرِ دَلِيلٍ، وَمَنْ شَرَّعَ بِلَا دَلِيلٍ؛ يُزْجَرُ عَنْ ذٰلِكَ وَيُنْهٰى عَنْهُ.

''ہم نے کسی بھی حدیث میں اذان سے پہلے اور (دورانِ اذان) محمد رسول اللہ (کے کلمات کہنے) کے بعد درود پڑھنے کی دلیل نہیں دیکھی۔اسی طرح ائمہ کرام کے کلام میں بھی ایسے کوئی بات نہیں ملتی۔لہٰذا ان دونوں مقامات پر درود پڑھنا مسنون نہیں ہے۔جو شخص ان میں سے کسی مقام پر درود کو مسنون سمجھتے ہوئے پڑھے گا،اسے منع کیا جائے اور روکا جائے،کیوں کہ ایسا کرنا بغیر دلیل کے شریعت سازی ہے۔جو شخص بلا دلیل شریعت بناتا ہے،اسے ڈانٹا اور روکا جائے گا۔''

(الفتاوی الفقهيّة الكبرٰى: 131/1)

❁ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (م:۷۳۷ھ) لکھتے ہیں:

فَالصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُوهَا فِي أَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ؛ لَمْ تَكُنْ تُفْعَلُ فِيهَا فِي عَهْدِ مَنْ مَّضٰى، وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الِاتِّبَاعِ لَهُمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ---.

وَالصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ لَا يَشُكُّ مُسْلِمٌ أَنَّهَا مِنْ أَكْبَرِ الْعِبَادَاتِ وَأَجَلِّهَا، وَإِنْ كَانَ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنًا، سِرًّا وَّعَلَنًا، لٰكِنْ لَّيْسَ لَنَا أَنْ نَّضَعَ الْعِبَادَاتِ إِلَّا فِي مَوَاضِعِهَا الَّتِي وَضَعَهَا الشَّارِعُ فِيهَا، وَمَضَى عَلَيْهَا سَلَفُ الْأُمَّةِ.

''نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام کو بھی انہوں ایسے چار مقامات پر بدعت کے طور پر رائج کیا ہے،جن مقامات پر صحابہ وتابعین اور ائمہ دین کے عہد میں درود وسلام نہیں پڑھا جاتا تھا۔جب کہ ساری کی ساری بھلائی اسلافِ امت کی پیروی ہی

میں ہے۔کوئی مسلمان اس بات میں شک نہیں کرسکتا کہ نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بہت عظیم اور جلیل القدر عبادت ہے، نیز ذکرِ الٰہی اور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام سری اور علانیہ دونوں طرح سے نیکی ہے، لیکن ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ عبادات کو ایسے مقامات سے ہٹا دیں، جن میں شارع علیہ السلام نے انہیں رکھا ہے اور جن میں اسلافِ امت انہیں بجالاتے تھے۔''(المدخل : 249/2، 250)

یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ بدعت اپنا رنگ بدلتی رہتی ہے۔زمان و مکان کے ساتھ اس میں تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔سنت کا یہی تو امتیاز ہے کہ وہ ہر جگہ ایک ہی رہتی ہے، کیوں کہ اس میں صرف اور صرف پیروی کی جاتی ہے، جب کہ بدعت تو ہوتی ہی خانہ ساز ہے، اس لیے ہر شخص اپنے علاقے اور دور کے اعتبار سے اس میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے۔

اذان سے پہلے درود والی بدعت بھی اپنے آغاز سے لے کر اب تک مختلف سانچوں میں ڈھلتی رہی ہے۔دسویں صدی ہجری میں اپنے آغاز کے وقت اس کی صورت کیسی تھی؟اس حوالے سے بریلوی احباب کے ممدوح، علامہ، ابن حجر ہیتمی (۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ أَحْدَثَ الْمُؤَذِّنُونَ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ عَقِبَ الْأَذَانِ لِلْفَرَائِضِ الْخَمْسِ؛ إِلَّا الصُّبْحَ وَالْجُمُعَةَ، فَإِنَّهُمْ يُقَدِّمُونَ ذٰلِكَ فِيهِمَا عَلَى الْأَذَانِ؛ وَإِلَّا الْمَغْرِبَ، فَإِنَّهُمْ لَا يَفْعَلُونَهُ غَالِبًا لِّضِيقِ وَقْتِهَا، وَكَانَ ابْتِدَاءُ حُدُوثِ ذٰلِكَ فِي أَيَّامِ السُّلْطَانِ النَّاصِرِ صَلَاحِ الدِّينِ بْنِ أَيُّوبَ وَبِأَمْرِهٖ فِي مِصْرَ وَأَعْمَالِهَا، وَسَبَبُ ذٰلِكَ أَنَّ الْحَاكِمَ الْمَخْذُولَ لَمَّا قُتِلَ؛ أَمَرَتْ أُخْتُهُ الْمُؤَذِّنِينَ أَنْ يَّقُولُوا فِي حَقِّ وَلَدِهِ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ الطَّاهِرِ، ثُمَّ اسْتَمَرَّ السَّلَامُ عَلَى

الْخُلَفَاءِ بَعْدَهٗ إِلٰی أَنْ أَبْطَلَهٗ صَلَاحُ الدِّینِ الْمَذْکُورُ، وَجَعَلَ بَدَلَهُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَی النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَنِعْمَ مَا فَعَلَ، فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَیْرًا، وَلَقَدِ اسْتُفْتِيَ مَشَایِخُنَا وَغَیْرُهُمْ فِي الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَیْهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْأَذَانِ عَلَی الْکَیْفِیَّةِ الَّتِي یَفْعَلُهَا الْمُؤَذِّنُونَ، فَأَفْتَوْا بِأَنَّ الْأَصْلَ سُنَّةٌ وَّالْکَیْفِیَّةُ بِدْعَةٌ، وَهُوَ ظَاهِرٌ.

''اذان دینے والوں نے دین میں اضافہ کرتے ہوئے پانچوں فرض نمازوں کی اذان کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کا اضافہ کر لیا ہے۔ہاں صبح اور جمعہ میں وہ اذان سے پہلے درود وسلام پڑھتے ہیں اور مغرب کی اذان میں وقت کی کمی کی وجہ سے پڑھتے ہی نہیں۔اس بدعت کی ابتدا سلطان ناصر صلاح الدین بن ایوب کے دور میں ہوا اور اسی کے حکم سے مصر اور اس کی عمل داری والے علاقوں میں اس کا اجرا ہوا۔اس بدعت کی پیدائش کا سبب یہ ہوا کہ جب حاکم مخذول قتل ہوا تو اس کی بہن نے مؤذنوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے بیٹے امام طاہر پر سلام کہیں۔پھر بعد والے خلفا پر بھی سلام کہا جاتا رہا، یہاں تک کہ مذکور صلاح الدین نے اسے ختم کر کے اس کی جگہ نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام شروع کرا دیا۔اس نے بہت اچھا کیا۔اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائے۔ہمارے مشائخ اور دیگر اہل علم سے پوچھا گیا کہ ان مؤذنوں کی طرح اذان کے بعد درود وسلام کیسا ہے؟ تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ درود وسلام فی نفسہٖ تو سنت ہے، لیکن یہ طریقہ کار بدعت ہے۔یہ بات بالکل واضح ہے۔''

(الفتاویٰ الفقهیة الکبریٰ:131/1)

یعنی اگر چہ اذان کے بعد درود وسلام مسنون ہے، لیکن اس کا من پسند طریقہ کار بدعت ہو گا۔اذان سے پہلے کے درود وسلام کی بدعت کا آغاز بھی اسی طرح ہوا کہ فجر ومغرب کے علاوہ باقی نمازوں کی اذان کے بعد ہی درود وسلام پڑھا جاتا تھا،لیکن فجر میں اذان سے پہلے پڑھا جاتا تھا،پھر آہستہ آہستہ یہ سب اذانوں سے پہلے شروع کر دیا گیا۔نیز آغاز میں حکم رانوں پر سلام پڑھا جاتا تھا اور ایک حاکم نے اس بدعت کوختم کرنے کے لیے اس کی جگہ نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام شروع کروا دیا۔اس حاکم کی نیت بہت اچھی تھی کہ وہ ایک بدعت کوختم کرنا چاہتا تھا،لیکن اس دور کے اہل علم کی دور اندیشی دیکھیں کہ انہوں نے اس وقت ہی اس کی کیفیت کو بدعت ہی قرار دیا۔آج دیکھ لیجیے کہ اس بدعت میں کس قدر اضافہ ہو گیا ہے!

دین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات و ارشادات کا نام ہے، اعمال کی قبولیت کے لیے بنیادی شرط قرآن وسنت کی پیروی ہے۔ درود وسلام اگر چہ بہت مبارک اور نیک عمل ہے،لیکن اس کے لیے وہی طریقہ کار ضروری ہے، جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ اس سے ہٹ کر کوئی بھی طریقہ اسے بدعت بنا دے گا،جیسا کہ:

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے:

عَطَسَ رَجُلٌ إِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : وَأَنَا أَقُولُ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ لَّيْسَ هٰكَذَا، أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَّقُولَ : إِذَا عَطَسْنَا؛ أَمَرَنَا أَنْ نَّقُولَ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ .

''ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں چھینک لگائی اور کہا: اَلْحَمْدُ

لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو)۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بھی اللہ کی تعریف کرتا اور رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتا ہوں، لیکن (اس موقع پر) ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یوں نہیں سکھایا، بل کہ آپ ﷺ نے ہمیں چھینک کے وقت یہ دُعا سکھائی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (ہر حال میں ساری کی ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں)۔''

(سنن الترمذي : ٢٧٣٨، مسند الحارث (بغية الباحث : ٨٠٧)، المستدرك للحاكم : ٤/٢٦٥_٢٦٦، شعب الإيمان للبيهقي : ٨٨٨٤، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے، جب کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

اس کے راوی حضرمی بن عجلان مولیٰ جارود کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات:۶/۲۴۹) نے ''ثقہ'' کہا ہے۔امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی حدیث کی سند کو''صحیح''قرار دیا ہے۔یہ اس کی توثیق ہے۔

اسی لیے حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے''صدوق'' کہا ہے۔(الکاشف :239/1)

مستدرک حاکم میں حضرمی بن لاحق چھپ گیا ہے۔یہ وہم ہے۔

مسند شامیین طبرانی (۳۲۳) میں''حسن''سند کے ساتھ اس کا ایک شاہد بھی مروی ہے۔

علامہ سیوطی (۸۴۹_۹۱۱ھ) کہتے ہیں:

لِأَنَّ الْعُطَاسَ وَرَدَ فِيهِ ذِكْرٌ يَّخُصُّهٗ، فَالْعُدُولُ إِلٰى غَيْرِهٖ أَوِ الزِّيَادَةُ فِيهِ؛ عُدُولٌ عَنِ الْمَشْرُوعِ وَزِيَادَةٌ عَلَيْهِ، وَذٰلِكَ بِدْعَةٌ وَّمَذْمُومٌ.

''(سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بجا اعتراض فرمایا) کیوں کہ چھینک کے بارے

میں خاص ذکر وارد ہے،اسے چھوڑ کر کوئی ذکر کرنا یا اس میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا شریعت کے بتائے گئے طریقے سے ہٹنا اور اس میں اضافہ کرنے کی کوشش ہے۔یہ کام بدعت اور قابل مذمت ہے۔''

(الحـــاوي للفتـــــــــاوي :254/1، 255)

② اذان کے بعد بدعي درود :

اذان کے بعد اگرچہ درود پڑھنا مستحب ہے،جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں،البتہ بعض مؤذن اذان کے بعد بآواز بلند الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ پڑھتے ہیں،جو کہ بدعت ہے۔شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہیں،خیر القرون کے سلف صالحین اس سے ناواقف تھے۔

ملاعلی قاری حنفی (م:۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

فَمَا يَفْعَلُهُ الْمُؤَذِّنُونَ الْآنَ عَقِبَ الْأَذَانِ مِنَ الْإِعْلَانِ بِالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ مِرَارًا أَصْلُهُ سُنَّةٌ، وَالْكَيْفِيَّةُ بِدْعَةٌ .

''اب جو مؤذّن اذان کے بعد کئی دفعہ بلند آواز سے درود وسلام کہتے ہیں۔اس کی اصل تو سنت ہے(یعنی اذان کے بعد درود سنت سے ثابت ہے)،لیکن اس کی کیفیت بدعت ہے۔''(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح : 350,349/2)

تنبیه :

علامہ شامی حنفی نے لکھا ہے:

يُسْتَحَبُّ أَنْ يُقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْأُولٰى مِنَ الشَّهَادَةِ : صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْك يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا : قَرَّتْ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ

اللّٰهِ، ثُمَّ يَقُولُ : اللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَيِ الْإِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ، فَإِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُونُ قَائِدًا لَّهٗ إِلَى الْجَنَّةِ، كَذَا فِي كَنْزِ الْعِبَادِ .

''اذان میں پہلی شہادت (پہلی دفعہ أشهد أنّ محمّدا رسول اللّٰه) سن کر صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ کہنا اور دوسری شہادت سن کر قَرَّتْ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ (اللہ کے رسول! آپ کے سبب میری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں) کہنا مستحب ہے۔ پھر اذان سننے والا اپنے انگوٹھوں کے ناخن اپنی دونوں آنکھوں پر رکھ کر یہ کلمات بھی کہے: اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ (اے اللہ! مجھے کانوں اور آنکھوں کے ساتھ فائدہ دے) تو رسول اللہ ﷺ جنت کی طرف جانے میں اس کی راہ نمائی فرمائیں گے۔ کنز العباد میں اسی طرح لکھا ہے۔''

(ردّ المحتار المعروف به فتاویٰ شامی: 398/3)

نہ جانے بعض لوگ کیوں نبی اکرم ﷺ کے دیے ہوئے دین پر راضی نہیں ہوتے اور اپنی طرف سے بدعات جاری کر کے دین سازی کرتے رہتے ہیں؟

③ دورانِ وضو درود :

پانچ سو حنفی فقہا کا فتویٰ ہے:

وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ غَسْلِ كُلِّ عُضْوٍ .

''وضو کرنے والا ہر عضو دھونے کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھے۔''

(الفتاوی الهنديّة المعروف به فتاویٰ عالمگیری: 9/1، ردّ المحتار: 127/1)

یہ وضو میں ایک بدعت متعارف کروائی گئی ہے،جس سے پہلے مسلمان ناواقف تھے۔ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

④ نماز جمعه کے بعد اجتماعي درود :

نماز جمعہ کے بعد کھڑے ہو کر اجتماعی درود وسلام پڑھنا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، بل کہ واضح گم راہی اور ضلالت ہے۔ بے شک نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھنا باعثِ ثواب اور موجبِ سعادت ہے،لیکن کسی جگہ وہیئت کے ساتھ اسے خاص کرنا جائز نہیں۔صحابہ کرام اور ائمہ اسلام سب سے بڑھ کر نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے والے تھے،ان سے ایسا کرنا قطعاً ثابت نہیں،لہٰذا یہ محبت رسول کا تقاضا نہیں۔نیز یہ عقیدہ رکھنا کہ وقتِ درود نبی پاک ﷺ بنفس نفیس تشریف لاتے ہیں،یہ نِری ضلالت ہے۔پہلے مسلمان اس کے تصور سے بھی واقف نہ تھے۔

وفات کے بعد آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری یا آپ ﷺ کے لیے آنی موت (ایک لمحے کے لیے موت) کا نظریہ رکھنا اور آپ ﷺ کی برزخی زندگی کو حقیقی دنیاوی زندگی سمجھنا قرآن وسنت اور اجماعِ امت کی مخالفت اور قبیح بدعت ہے۔

یہ وہ بدعی عقائد ونظریات ہیں جو سلف صالحین کے عقائد ونظریات کے خلاف گھڑے گئے ہیں۔سلف صالحین تو قرآن وسنت پر کاربند تھے،ان کا ان عقائد کا حامل نہ ہونا اس بات کی واضح اور ٹھوس دلیل ہے کہ یہ عقائد ونظریات بے اصل ہیں۔جب کہ سلف سب سے بڑھ کر قرآن وسنت کی نصوص کو سمجھنے اور اپنانے والے تھے۔

درود پڑھنے کے لیے قیام

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

نبیِ اکرم ﷺ پر درود پڑھنے کے لیے یا آپ کا ذکر خیر سن کر یا میلاد کا ذکر کرتے ہوئے کھڑے ہو جانا بے اصل اور بے ثبوت عمل ہے، جس کی بنیاد محض نفسانی خواہشات اور غلو پر ہے۔ شرعی احکام، قرآن وحدیث اور اجماعِ امت سے فہمِ سلف کی روشنی میں ثابت ہوتے ہیں۔ ان مصادر میں سے کسی میں بھی اس کا ثبوت نہیں، لہٰذا یہ کام بدعت ہے۔

ایک صاحب کہتے ہیں :

''نبیِ اکرم ﷺ پر درود وسلام کھڑے ہو کر پڑھنا انبیاے کرام کی سنت ہے۔''

ان صاحب کے دلائل پر تبصرہ تو آئندہ سطور میں کیا جائے گا، سر دست اس حوالے اہل علم کا بیان ملاحظہ فرما لیں؛

❁ علامہ محمد بن یوسف، صالحی، شامی رحمہ اللہ (م : ۹۴۲ھ) لکھتے ہیں :

جَرْتْ عَـادَةُ كَثِيرٍ مِّنَ الْمُحِبِّينَ إِذَا سَمِعُوا بِذِكْرِ وَصْفِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّقُومُوا تَعْظِيمًا لَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهٰذَا الْقِيَامُ بِدْعَةٌ، لَا أَصْلَ لَهُ .

''نبی اکرم ﷺ کی محبت کے بہت سے دعوے داروں میں یہ عادت رواج پا گئی ہے کہ وہ جب آپ ﷺ کی کسی صفت کا ذکر سنتے ہیں تو آپ ﷺ کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ قیام ایسی بدعت ہے، جس کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں۔''

(سبل الهدٰی والرشاد في سيرة خير العباد : ۱/۴۱۵)

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی (۱۲۶۴۔۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا أَي مِنَ الْقِصَصِ الْمُخْتَلَقَةِ الْمَوْضُوعَةِ مَا يَذْكُرُونَهُ مِنْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْضُرُ بِنَفْسِهِ فِي مَجَالِسِ وَعْظٍ عِنْدَ ذِكْرِ مَوْلِدِهِ، بَنَوْا عَلَيْهِ الْقِيَامَ عِنْدَ ذِكْرِ الْمَوْلِدِ تَعْظِيمًا وَّإِكْرَامًا، وَهٰذَا أَيْضًا مِّنَ الْأَبَاطِيلِ، لَمْ يَثْبُتْ ذٰلِكَ بِدَلِيلٍ، وَمُجَرَّدُ الِاحْتِمَالِ وَالْإِمْكَانِ خَارِجٌ عَنْ حَدِّ الْبَيَانِ.

''انہی من گھڑت باتوں میں یہ بات بھی ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ وعظ کی مجلسوں میں اس وقت خود حاضر ہوتے ہیں، جب ان کے میلاد کا ذکر کیا جاتا ہے۔اس کو بنیاد بنا کر انہوں نے آپ کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام گھڑ لیا ہے۔یہ بھی ان جھوٹی باتوں میں سے ہیں جو کسی دلیل سے ثابت نہیں۔صرف احتمال اور امکان ہے، وہ بھی دلیل سے عاری ہے۔''(الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة لعبد الحي، ص: ٤٦)

بریلوی حضرات کے ممدوح، ابنِ حجر ہیتمی (۹۰۹۔۹۷۴ھ) کہتے ہیں:

وَنَظِيرُ ذٰلِكَ فِعْلُ كَثِيرٍ عِنْدَ ذِكْرِ مَوْلِدِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَضْعِ أُمِّهِ لَهُ مِنَ الْقِيَامِ، وَهُوَ أَيْضًا بِدْعَةٌ، لَمْ يَرِدْ فِيهِ شَيْءٌ عَلٰى أَنَّ النَّاسَ إِنَّمَا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ تَعْظِيمًا لَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَالْعَوَّامُ مَعْذُورُونَ لِذٰلِكَ بِخِلَافِ الْخَوَاصِّ.

''اسی طرح (بدعت) کا کام بہت سے لوگوں کا نبیِ اکرم ﷺ کے میلاد اور آپ کی والدہ کے آپ کو جننے کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا ہے۔یہ بھی بدعت ہے۔اس کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ملتی۔لوگ اسے آپ ﷺ کی تعظیم کی نیت سے

کرتے ہیں۔عام لوگوں کا تو (لاعلمی کی وجہ سے) عذر قبول ہو جائے گا،برعکس خاص(جاننے والے) لوگوں کے(کہ وہ بدعتی ہی شمار ہوں گے)۔''

(الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمي، ص : ٥٨)

یہاں یہ بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ ایسے نظریات رکھنے والے لوگ بھی کوئی ایک بات نہیں کرتے ،بل کہ باہمی اختلافات کا شکار ہیں۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ خود اس محفل میں تشریف فرما ہوتے ہیں،جب کہ بعض کہتے ہیں :

''تاہم یہ بات ممکنات میں سے ہے کہ حضور نبیِ اکرم ﷺ روحانی طور پرمحفلِ میلاد میں تشریف لائیں۔''

اور بعض نے کہا ہے :

''ایسا ہونا گو بصورتِ معجزہ ممکن ہے۔'' وغیرہ

یہ سب ان لوگوں کے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔قرآن وسنت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

بعض صوفیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ بیداری کی حالت میں نبیِ اکرم ﷺ کو دیکھتے ہیں یا نبیِ اکرم ﷺ ان کی منعقد کردہ محفلِ میلاد میں حاضر ہوتے ہیں یا اس سے کوئی ملتی جلتی بات کرتے ہیں۔یہ سراسر غلط بات ہے اور کتاب وسنت اور اہلِ علم کے اجماع کی مخالفت ہے۔

فوت ہو جانے والے تو روزِ قیامت ہی اپنی قبروں سے نکالے جائیں گے ،قیامت سے پہلے نہیں،جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۞ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾

(المؤمنون : ١٥۔١٦)

''پھر تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو، پھر تم روزِ قیامت زندہ کیے جاؤ گے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی ہے کہ فوت شدگان روزِ قیامت ہی زندہ ہوں گے، دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ اس حق کو نہیں پہچان پایا جسے سلف صالحین نے پہچانا تھا اور جس پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعینِ عظام رحمہم اللہ چلتے رہے ہیں۔

بعض دیوبندی اکابر بھی نبی اکرم ﷺ کے بعد از وفات محافلِ میلاد میں تشریف لانے اور آپ کے ذکر پر قیام کو جائز قرار دیتے ہیں، جیسا کہ:

❀ دیوبندی احباب کے ''سید الطائفہ'' حاجی امداد اللہ مکی صاحب (م: ۱۳۱۷ھ) کہتے ہیں:

''البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے۔ اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ عالمِ خلق مقید بزمان ومکان ہے، لیکن عالمِ امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذاتِ بابرکات کا بعید نہیں۔''

(امداد المشتاق از اشرف علی تھانوی: ۵۶)

❀ نیز جناب اشرف علی تھانوی صاحب کی کتاب میں ہے:

''جب مثنوی شریف ختم ہوگئی۔ بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا (روم) کی نیاز بھی کی جاوے گی۔ گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنیٰ ہیں۔ ایک عجز وبندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے، بل کہ ناجائز شرک ہے۔ اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا، یہ جائز ہے۔ لوگ انکار کرتے ہیں۔ اس میں کیا خرابی ہے؟ اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے، نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے۔ ایسے

امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے، جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آئے نام آنحضرت کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے؟ جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر اس سردارِ عالم وعالمیان (روحی فداہ) کے اسمِ گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا؟''

(امداد المشتاق از تھانوی: ص ۸۸)

یہ مع الفارق ہے کہ عالمِ ارواح کو عالمِ اجساد پر قیاس کیا جائے، جب کہ دونوں کے احکام جُدا جُدا ہیں۔ اس پر سہاگہ یہ کہ سلف صالحین میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ قرآن وحدیث میں اس کا کہیں تذکرہ نہیں۔ اہلِ علم نے اسے بدعت بھی قرار دیا ہے۔

کیا قیام تعظیم کا جائز طریقہ ہے؟

نبی اکرم ﷺ کی تعظیم ہر مؤمن کے ایمان کا جزوِ لازم ہے، لیکن اس تعظیم کی حدود کون متعین کرے گا؟ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا ہی حق ہے۔

امام اہلِ حدیث، علامہ بشیر احمد سہسوانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰۔۱۳۲۶ھ) فرماتے ہیں:

فَنَحْنُ مَعَاشِرَ أَهْلِ الْحَدِيثِ نُعَظِّمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكُلِّ تَعْظِيمٍ جَاءَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الثَّابِتَةِ، سَوَاءً كَانَ ذٰلِكَ التَّعْظِيمُ فِعْلِيًّا أَوْ قَوْلِيًّا أَوِ اعْتِقَادِيًّا، وَالْوَارِدُ فِي الْكِتَابِ الْعَزِيزِ وَالسُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي غَايَةِ الْكَثْرَةِ ----، وَأَهْلُ الْبِدَعِ؛ فَمُعْظَمُ تَعْظِيمِهِمْ تَعْظِيمٌ مُّحْدَثٌ كَشَدِّ الرِّحَالِ إِلٰى قَبْرِ الرَّسُولِ، وَالْفَرَحِ بِلَيْلَةِ وِلَادَتِهٖ، وَقِرَائَةِ الْمَوْلِدِ، وَالْقِيَامِ عِنْدَ ذِكْرِ وِلَادَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَقْبِيلِ الْإِبْهَامِ عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ :

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، وَالتَّمَثُّلِ بَيْنَ يَدَيْهِ قِيَامًا، وَطَلَبِ الْحَاجَاتِ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّذْرِ لَهٗ، وَمَا ضَاهَاهَا، وَأَمَّا التَّعْظِيمَاتُ الثَّابِتَةُ؛ فَهُمْ عَنْهَا بِمَرَاحِلَ .

''ہم تمام اہلِ حدیث رسولِ اکرم ﷺ کی ہر وہ تعظیم بجا لاتے ہیں جو قرآنِ کریم اور سنتِ ثابتہ میں وارد ہے،خواہ وہ تعظیم فعلی ہو،قولی ہو یا اعتقادی۔قرآنِ عزیز اور سنتِ مطہرہ میں اس طرح کی بہت زیادہ تعظیم موجود ہے۔۔۔لیکن بدعتوں کے خوگر لوگوں کی طرف سے زیادہ سے زیادہ تعظیم یہ ہوتی ہے کہ وہ کوئی بدعت جاری کر لیتے ہیں،جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی طرف شدِّ رحال،ولادتِ رسول کی رات جشن،مولد کی قرائت،آپ ﷺ کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام کرنا،اذان میں مؤذّن کے أشهد أنّ محمّدا رّسول اللّٰه کہنے کے وقت انگوٹھے چومنا،آپ ﷺ کی قبر مبارک کے سامنے بُت بن کر کھڑے ہونا،آپ ﷺ سے حاجات طلب کرنا اور آپ ﷺ کے نام کی نیاز دینا وغیرہ۔رہی قرآن وسنت میں ثابت شدہ تعظیمات تو وہ ان سے کوسوں دُور ہیں۔''

(صيانة الإنسان عن وسوسة دحلان، ص : ٢٤٤)

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱ ـ ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں :

وَإِنَّمَا تَعْظِيمُ الرُّسُلِ بِتَصْدِيقِهِمْ فِيمَا أَخْبَرُوا بِهٖ عَنِ اللّٰهِ، وَطَاعَتِهِمْ فِيمَا أَمَرُوا بِهٖ، وَمُتَابَعَتِهِمْ، وَمَحَبَّتِهِمْ، وَمُوَالَاتِهِمْ .

''رسولوں کی تعظیم تو بس ان کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق کرنے ، ان کے احکام میں ان کی اطاعت کرنے،ان کی پیروی کرنے اور ان سے محبت ومودّت کرنے

میں ہے۔''(کتاب الردّ علی الأخنائي لابن تیمیة، ص: ٢٤-٢٥)

اس کے برعکس بعض لوگوں کی آزادی بھی ملاحظہ فرمائیں۔جناب احمد یار خان نعیمی بریلوی گجراتی صاحب (۱۳۲۴-۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:

''تعظیم میں کوئی پابندی نہیں،بل کہ جس زمانہ میں اور جس جگہ جو طریقہ بھی تعظیم کا ہو،اس طرح کرو،بشرطیکہ شریعت نے اس کو حرام نہ کیا ہو،جیسے کہ تعظیمی سجدہ ورکوع۔اور ہمارے زمانہ میں شاہی احکام کھڑے ہو کر بھی پڑھے جاتے تھے۔لہٰذا محبوب کا ذکر بھی کھڑے ہو کر ہونا چاہیے۔ دیکھو ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾ میں مطلقا کھانے پینے کی اجازت ہے کہ ہر حلال غذا کھاؤ پیو تو بریانی،زردہ،قورما سب ہی حلال ہوا خواہ خیر القرون میں ہو یا نہ ہو۔''(''جاء الحق'' از نعیمی: جلد ۱ ص ۲۵۴)

اگر نبیِ اکرم ﷺ کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا آپ ﷺ کی تعظیم ہے تو صحابہ کرام، تابعینِ عظام اور تبع تابعین، ائمہ دین اور سلف صالحین اس سے محروم کیوں تھے؟ کہاں ہمارے نبیِ اکرم ﷺ کی تعظیم جو کہ دین وایمان ہے اور کہاں کھانے پینے کے دنیاوی مسائل۔قرآن وسنت کی روشنی میں مسلّم اصول ہے کہ دینی معاملات میں کرنے کی دلیل ضروری ہے،جبکہ دنیاوی معاملات میں منع کی دلیل۔

کسي کي تعظیم میں کھڑا ھونا ناجائز ھے:

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا كَانَ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ شَخْصًا مِّنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَا يَقُومُ لَهٗ أَحَدٌ مِّنْهُمْ، لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لِذٰلِكَ.

''صحابہ کرام کے ہاں کوئی بھی اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ محبوب نہ تھا۔ ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر کھڑا نہ ہوتا، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ اسے ناپسند کرتے ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٣٤/٣، وسندهٗ صحيحٌ؛ سنن الترمذي : ٢٧٥٤، وقال : حسن صحيحٌ)

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١۔٧٢٨ھ) فرماتے ہیں :

لَمْ تَكُنْ عَادَةُ السَّلَفِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخُلَفَائِهِ الرَّاشِدِينَ أَنْ يَّعْتَادُوا الْقِيَامَ كُلَّمَا يَرَوْنَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا يَفْعَلُهٗ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ .

''نبیِ اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفائے راشدین کے عہد میں سلف صالحین کی یہ عادت نہ تھی کہ وہ آپ ﷺ (یا کسی اور بزرگ شخصیت) کو جب دیکھیں کھڑے ہو جائیں، جیسا کہ بہت سے لوگ (اب) کرتے ہیں۔''

(مجموع الفتـــــاوى : ٣٧٤/١)

کسی صحابی سے نبیِ اکرم ﷺ کی تعظیم میں یا آپ کے ذِکر کی تعظیم میں کھڑے ہونا قطعاً ثابت نہیں ہے۔

ابومجلز لاحق بن حمید تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنِ عَامِرٍ، فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَّجَلَسَ ابْنُ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِ عَامِرٍ : اجْلِسْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا؛ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ» .

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عامر کے پاس آئے تو ابنِ عامر کھڑے ہو گئے، جبکہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیٹھے رہے۔ سیدنا معاویہ نے عبداللہ بن عامر سے کہا: بیٹھ جائیے، کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ آدمی اس کے لیے بُت بن کر کھڑے ہوں، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٥٨٦/٨؛ مسند الإمام أحمد : ٩١/٤، ٩٣، ١٠٠؛ مسند عبد بن حميد : ٤١٣؛ الأدب المفرد للبخاري : ٩٧٧؛ سنن أبي داوٗد : ٥٢٢٩؛ سنن الترمذي : ٢٧٥٥، وقال : حسن؛ تهذيب الآثار للطبري : ٥٦٨/٢، ٥٦٩، وسندهٗ صحيحٌ)

تہذیب الآثار طبری (۲/ ۵٦٧، ۵٦٨، وسندہ حسن) میں یہ الفاظ ہیں:

خَرَجَ مُعَاوِيَةُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَوَثَبُوا فِي وَجْهِهٖ قِيَامًا، فَقَالَ : اجْلِسُوا، اجْلِسُوا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : «مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَّسْتَخِمَّ بَنُو آدَمَ قِيَامًا؛ دَخَلَ النَّارَ» .

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دن باہر تشریف لائے تو لوگ ان کے سامنے جلدی سے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں، وہ آگ میں داخل ہوگا۔''

❁ محدث البانی رحمہ اللہ (م: ۱۴۲۰ھ) اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

دَلَّنَا هٰذَا الْحَدِيثُ عَلٰى أَمْرَيْنِ؛ الْأَوَّلُ تَحْرِيمُ حُبِّ الدَّاخِلِ عَلَى النَّاسِ الْقِيَامَ مِنْهُمْ لَهٗ، وَهُوَ صَرِيحُ الدَّلَالَةِ بِحَيْثُ أَنَّهٗ لَا يَحْتَاجُ

إِلٰى بَيَانٍ، وَالْآخَرُ كَرَاهَةُ الْقِيَامِ مِنَ الْجَالِسِينَ لِلدَّاخِلِ، وَلَوْ كَانَ لَا يُحِبُّ الْقِيَامَ، وَذٰلِكَ مِنْ بَابِ التَّعَاوُنِ عَلَى الْخَيْرِ، وَعَدَمِ فَتْحِ بَابِ الشَّرِّ، وَهٰذَا مَعْنًى دَقِيقٌ دَلَّنَا عَلَيْهِ رَاوِي الْحَدِيثِ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَذٰلِكَ بِإِنْكَارِهِ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قِيَامَهُ لَهُ، وَاحْتَجَّ عَلَيْهِ بِالْحَدِيثِ، وَذٰلِكَ مِنْ فِقْهِهِ فِي الدِّينِ، وَعِلْمِهِ بِقَوَاعِدِ الشَّرِيعَةِ الَّتِي مِنْهَا سَدُّ الذَّرَائِعِ .

''اس حدیث سے ہمیں دو باتوں کا علم ہوتا ہے : پہلی یہ کہ داخل ہونے والے کا اپنے لیے لوگوں کے کھڑے ہونے کو پسند کرنا حرام ہے۔یہ بات تو بالکل صریح ہے کہ اس کی شرح کی ضرورت ہی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بیٹھنے والوں کا باہر سے آنے والے کے لیے کھڑا ہونا ناپسندیدہ عمل ہے،اگرچہ داخل ہونے والا بھی اس عمل کو پسند نہ کرتا ہو۔اس پیچیدہ معنیٰ کی خبر ہمیں راویٔ حدیث سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دی ہے،جیسا کہ انہوں نے عبداللہ بن عامر کو اپنے لیے کھڑے ہونے سے منع کیا اور انہیں حدیث سے دلیل دی۔یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی دینی فقاہت ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قواعدِ شریعت سے واقف تھے۔سدِّ ذرائع بھی انہی قواعد میں سے ایک ہے۔''(السلسلة الصحيحة : ٦٢٩/١)

اس وعید کا تعلق اس شخص سے ہے جو تعظیماً کھڑا ہوتا ہے۔کسی کے آنے پر اس کے استقبال کے لیے کھڑا ہونا اس وعید میں داخل نہیں۔

شیخ الاسلام،احمد بن عبد الحلیم،ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١۔٧٢٨ھ) ان الفاظ کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

فَإِنَّ ذٰلِكَ أَنْ يَّقُومُوا لَهٗ وَهُوَ قَاعِدٌ، لَيْسَ هُوَ أَنْ يَّقُومُوا لِمَجِيئِهٖ إِذَا جَاءَ، وَلِهٰذَا فَرَّقُوا بَيْنَ أَنْ يُّقَالَ : قُمْتُ إِلَيْهِ، وَقُمْتُ لَهٗ، وَالْقَائِمُ لِلْقَادِمِ سَاوَاهُ فِي الْقِيَامِ بِخِلَافِ الْقَائِمِ لِلْقَاعِدِ .

''اس وعید سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی بیٹھے ہوئے کے لیے کھڑے ہوں۔کسی آنے والے کے لیے کھڑے ہونا اس سے مراد نہیں۔اسی لیے علمائے کرام نے کسی کی طرف کھڑے ہونے اور کسی کے لیے کھڑے ہونے میں فرق کیا ہے۔کسی باہر سے آنے والے کی طرف کھڑا ہونے والا کھڑے ہونے میں اس کے برابر ہوتا ہے، برعکس اس شخص کے جو بیٹھنے والے کے کھڑا ہو۔''

(مجموع الفتاوی : ۳۷۵/۱)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں :

كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا، فَأَخَذَ بِيَدِهَا، فَقَبَّلَهَا، وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهٖ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا؛ قَامَتْ إِلَيْهِ، فَأَخَذَتْ بِيَدِهٖ فَقَبَّلَتْهُ، وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا .

''وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف کھڑے ہوتے، ان کے ہاتھ کو پکڑتے، اسے بوسہ دیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔اسی طرح جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو آپ رضی اللہ عنہا آپ کی طرف کھڑی ہوتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑتیں، آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔''

(سنن أبي داوٗد : ۵۲۱۷؛ سنن الترمذي : ۳۸۷۲، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام ابنِ حبان(۶۹۵۲)اور امام حاکم(۴/۲۶۴)رحمہما اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

یعنی استقبال کے لیے قیام جائز ہے۔

اگرچہ بظاہر یہ روایت ان احادیث کے مخالف ومعارض ہے، جن میں کھڑے ہونے سے منع کیا گیا ہے، لیکن ان کے درمیان جمع وتطبیق ہوسکتی ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

فَالْمَذْمُومُ الْقِيَامُ لِلرَّجُلِ، وَأَمَّا الْقِيَامُ إِلَيْهِ لِلتَّلَقِّي إِذَا قَدِمَ؛ فَلَا بَأْسَ بِهٖ، وَبِهٰذَا تَجْتَمِعُ الْأَحَادِيثُ .

''کسی آدمی کے لیے (تعظیماً) کھڑا ہونا مذموم عمل ہے، البتہ جب کوئی آئے تو اس کی طرف اس کے استقبال کے لیے کھڑا ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ اس سے تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔''

(شرح ابن القيّم لسنن أبي داوٗد مع عون المعبود : ١٢٧/١٤)

ایک وضاحت :

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

اِشْتَكٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّيْنَا وَرَائَهٗ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَأَبُو بَكْرٍ يُّسْمِعُ النَّاسَ تَكْبِيرَهٗ، فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا فَرَآنَا قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْنَا، فَقَعَدْنَا، فَصَلَّيْنَا بِصَلَاتِهٖ قُعُودًا، فَلَمَّا سَلَّمَ؛ قَالَ : «إِنْ كِدْتُّمْ آنِفًا لَّتَفْعَلُونَ فِعْلَ فَارِسَ وَالرُّومِ، يَقُومُونَ عَلٰى مُلُوكِهِمْ، وَهُمْ قُعُودٌ، فَلَا تَفْعَلُوا، ائْتَمُّوا بِأَئِمَّتِكُمْ إِنْ صَلّٰى

قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِنْ صَلّٰى قَاعِدًا؛ فَصَلُّوا قُعُودًا» .

''نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے۔ہم نے آپ ﷺ کی اقتدا میں اس طرح نماز ادا کی کہ آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی تکبیر کی آواز لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔آپ ﷺ نے ہماری طرف توجہ کی اور ہمیں کھڑے محسوس کیا تو اشارے کے ذریعے بیٹھنے کا حکم دیا۔ہم بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کی اقتدا میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی تم نے ایرانیوں اور رومیوں جیسا طرزِ عمل اپنا رکھا تھا،یعنی وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اور بادشاہ بیٹھا رہتا ہے،تم اپنے امام کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہ کرو۔اگر وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرے،تم بھی کھڑے ہو کر نماز ادا کرو اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔''

(صحیح مسلم : 413)

شارح صحیح مسلم حافظ نووی رحمہ اللہ (631۔676ھ) فرماتے ہیں :

فِيهِ النَّهْيُ عَنْ قِيَامِ الْغِلْمَانِ وَالتُّبَّاعِ عَلٰى رَأْسِ مَتْبُوعِهِمُ الْجَالِسِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ، وَأَمَّا الْقِيَامُ لِلدَّاخِلِ إِذَا كَانَ مِنْ أَهْلِ الْفَضْلِ وَالْخَيْرِ؛ فَلَيْسَ مِنْ هٰذَا، بَلْ هُوَ جَائِزٌ، قَدْ جَاءَتْ بِهِ أَحَادِيثُ، وَأَطْبَقَ عَلَيْهِ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ .

''حدیث میں مذکورہ ممانعت اس قیام کے متعلق ہے،جو چھوٹے بچے اور خادم بغیر ضرورت کے اپنے آقاؤں کے سر کی جانب کھڑے ہوتے ہیں اور وہ (بادشاہ وغیرہ) بیٹھے ہوتے ہیں۔باقی جو قیام اہل فضل و خیر کی آمد پر ہوتا ہے، وہ اس میں

شامل نہیں ہے، بل کہ وہ تو جائز ہے۔اس بارے میں احادیث بیان ہوئی ہیں اور سلف وخلف کا اس (کے جواز) پر اتفاق ہے۔'' (شرح صحیح مسلم : 4/135)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661۔728ھ) فرماتے ہیں:

فَفِي هٰذَا الْحَدِيْثِ أَنَّهٗ أَمَرَهُمْ بِتَرْكِ الْقِيَامِ الَّذِي هُوَ فَرْضٌ فِي الصَّلَاةِ، وَعُلِّلَ ذٰلِكَ بِأَنَّ قِيَامَ الْمَأْمُوْمِيْنَ مَعَ قُعُوْدِ الْإِمَامِ يُشْبِهُ فِعْلَ فَارِسٍ وَّالرُّوْمِ بِعُظَمَائِهِمْ، فِي قِيَامِهِمْ وَهُمْ قُعُوْدٌ، وَمَعْلُوْمٌ أَنَّ الْمَأْمُوْمَ إِنَّمَا نَوٰى أَنْ يَّقُوْمَ لِلّٰهِ لَا لِإِمَامِهٖ، وَهٰذَا تَشْدِيْدٌ عَظِيْمٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْقِيَامِ لِلرَّجُلِ الْقَاعِدِ، وَنَهْيٌ أَيْضًا عَمَّا يُشْبِهُ ذٰلِكَ، وَإِنْ لَّمْ يَقْصُدْ بِهٖ ذٰلِكَ، وَلِهٰذَا نَهٰى عَنِ السُّجُوْدِ لِلّٰهِ بَيْنَ يَدَيِ الرَّجُلِ، وَعَنِ الصَّلَاةِ إِلٰى مَا قَدْ عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، كَالنَّارِ وَنَحْوِهَا، وَفِي هٰذَا الْحَدِيْثِ أَيْضًا نَهْيٌ عَمَّا يُشْبِهُ فِعْلَ فَارِسٍ وَّالرُّوْمِ، وَإِنْ كَانَتْ نِيَّتُنَا غَيْرُ نِيَّتِهِمْ، لِقَوْلِهٖ : «فَلَا تَفْعَلُوْا» .

''اس حدیث میں جس قیام کے ترک کا حکم ہے،وہ نماز میں فرض ہے،اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ امام کے بیٹھے ہونے کے باوجود مقتدیوں کا کھڑا رہنا فارسیوں اور رومیوں سے مشابہت رکھتا ہے،کیوں کہ وہ اپنے معززین کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں۔یہ تو پکی بات ہے کہ مقتدی کے کھڑے رہنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہوتی ہے،اس کا قیام امام کے لیے نہیں ہوتا۔بیٹھے ہوئے شخص کے لیے کھڑا رہنے کے حوالے سے یہ بہت سخت ممانعت ہے،نیز اس ممانعت کی وجہ فارسیوں اور رومیوں کے ساتھ مشابہت

بھی ہے،اگر چہ ہمارا ان جیسا مقصود نہ بھی ہو۔اسی لیے کسی بندے کے سامنے اللہ تعالیٰ کو بھی سجدہ کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے،اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبودان باطلہ کی طرف منہ کرکے نماز سے بھی روکا گیا ہے،جیسا کہ آگ اور اس جیسی دوسری چیزیں ہیں،چنانچہ اس حدیث میں جو ممانعت مذکور ہے،اس سے مراد فارسیوں اور رومیوں سے مشابہت رکھنا ہے،اگر چہ ہماری نیت ان جیسی نہ بھی ہو،کیونکہ آپ نے ایسا کرنے سے منع فرمادیا ہے۔''

(اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم :1/226، 227)

شیخ الاسلام ثانی،عالم ربانی،علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ) لکھتے ہیں :

وَحَمْلُ أَحَادِيثِ النَّهْيِ عَنِ الْقِيَامِ عَلٰى مِثْلِ هٰذِهِ الصُّورَةِ مُمْتَنِعٌ، فَإِنَّ سِيَاقَهَا يَدُلُّ عَلٰى خِلَافِهِ، وَأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهٰى عَنِ الْقِيَامِ لَهُ إِذَا خَرَجَ عَلَيْهِمْ، وَلِأَنَّ الْعَرَبَ لَمْ يَكُونُوا يَعْرِفُونَ هٰذَا، وَإِنَّمَا هُوَ مِنْ فِعْلِ فَارِسٍ وَّالرُّومِ، وَلِأَنَّ هٰذَا لَا يُقَالُ لَهُ قِيَامٌ لِلرَّجُلِ، إِنَّمَا هُوَ قِيَامٌ عَلَيْهِم فَفَرْقٌ بَيْنَ الْقِيَامِ لِلشَّخْصِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ، وَالْقِيَامِ عَلَيْهِ الْمُشَبِّهِ لِفِعْلِ فَارِسٍ وَّالرُّومِ، وَالْقِيَامُ إِلَيْهِ عِنْدَ قُدُوْمِهِ الَّذِي هُوَ سُنَّةُ الْعَرَبِ، وَأَحَادِيثُ الْجَوَازِ تَدُلُّ عَلَيْهِ فَقَطْ .

''ممانعت والی احادیث کو ایسی صورت پر محمول کرنا ممکن نہیں،کیوں کہ اس حدیث کا سیاق اس کے خلاف ہے،نیز نبی کریم ﷺ نے تب منع فرماتے جب آپ ﷺ باہر تشریف لاتے اور عربوں کے ہاں یہ طریقہ معروف نہیں تھا۔یہ صرف فارسیوں اوررومیوں کا وطیرہ تھا۔نیز اسے کسی آدمی کے لیے کھڑا ہونا نہیں کہا جائے گا،بل

کہ یہ تو کسی آدمی کے پاس کھڑے رہنا ہے۔کسی بندے کے لیے کھڑے ہونا، جس سے منع کیا گیا ہے، نیز فارس وروم کے فعل سے مشابہ قیام، یہ دونوں اور چیز ہیں، جب کہ کسی آدمی کی آمد پر قیام اور چیز ہے، جو کہ عربوں کا طرزِ عمل ہے اور جو احادیث قیام کو جائز ثابت کرتی ہیں، وہ صرف اسی (دوسرے) قیام کے متعلق ہیں۔''

(تهذيب السنن : 93/8)

تنبیهات :

① عمرو بن السائب بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کے رضاعی باپ آ گئے۔آپ ﷺ نے ان کے لیے اپنی چادر کا بعض حصہ بچھا دیا۔وہ اس پر بیٹھ گئے۔پھر آپ ﷺ کی رضاعی والدہ آئیں تو آپ ﷺ نے چادر کی دوسری جانب ان کے لیے بچھا دی۔وہ اس پر بیٹھ گئیں۔پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آ گئے۔نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔''

(سنن أبي داوٗد : ٥١٤٥)

اس کی سند ''مرسل'' ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

② سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَآهُ (أَيِ الْعَبَّاسُ) قَامَ إِلَيْهِ وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ، ثُمَّ أَقْعَدَهٗ عَنْ يَّمِينِهٖ .

''نبی اکرم ﷺ آئے۔جب سیدنا عباس رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ کی طرف کھڑے ہوئے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، پھر آپ کو اپنی دائیں جانب بٹھا لیا۔''

(المعجم الكبير للطبراني : ٢٣٥/١، المعجم الأوسط للطبراني : ٩٢٤٦، تاريخ بغداد : ٦٣/١)

یہ جھوٹی روایت ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے باطل قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال : ۹۷/۱)

اس کے راوی احمد بن رشدین الہلالی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

فَهُوَ الَّذِي اخْتَلَقَهُ بِجَهْلٍ .

''اسی نے اپنی جہالت کی بنا پر اس روایت کو گھڑا ہے۔''

(میزان الاعتدال : ۹۷/۱)

صرف اور صرف امام ابنِ حبان رحمہ اللہ نے اسے الثقات (۴۰/۸) میں ذکر کیا ہے۔یہ ان کا تساہل ہے۔

شبہاتِ ضعیفہ اور ان کا ازالہ :

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام، نبی اکرم ﷺ کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے تھے۔اس پر وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا :

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ مَعَنَا فِي مَسْجِدٍ يُّحَدِّثُنَا، فَإِذَا قَامَ؛ قُمْنَا قِيَامًا حَتّٰى نَرَاهُ قَدْ دَّخَلَ بَعْضُ بُيُوتِ أَزْوَاجِهٖ .

''رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھے باتیں کرتے تھے۔جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہوجاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک آپ ﷺ کو اپنی کسی زوجہ مطہرہ کے گھر میں داخل ہوتا نہ دیکھ لیتے۔''

(سنن أبي داوٗد : ٤٧٧٥؛ السنن الكبرٰى للنسائي : ٤٧٨٠؛ سنن ابن ماجه مختصرا : ٢٠٩٣؛ شعب الإيمان للبيهقي : ٨٩٣٠)

یہ حدیث کئی وجہ سے قیامِ تعظیمی کی دلیل نہیں بن سکتی :

① اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔اس کے راوی ہلال بن ابو ہلال مدنی کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهٗ .

''میں اس کو نہیں پہچانتا۔''(العلل : ١٤٧٦)

امام ابنِ شاہین رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهٗ .

''میں اس کو نہیں جانتا۔''(الثقات لابن شاهين : ١٢٤٥)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ .

''یہ غیر معروف ہے۔''(ميزان الاعتدال : ٣١٧/٤)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اسے ''مقبول''(مستور الحال) کہا ہے۔

(تقريب التهذيب : ٧٣٥١)

صرف امام ابنِ حبان رحمہ اللہ نے اسے ''الثقات''(۵/۵۰۳) میں ذکر کیا ہے،لہٰذا یہ ''مجہول الحال'' راوی ہے۔

② حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وَالَّذِي يَظْهَرُ لِي فِي الْجَوَابِ أَنْ يُّقَالَ : لَعَلَّ سَبَبُ تَأْخِيرِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلَ لِمَا يَحْتَمِلُ عِنْدَهُمْ مِّنْ أَمْرٍ يَّحْدُثُ لَهٗ حَتّٰى لَا يَحْتَاجَ إِذَا تَفَرَّقُوا أَنْ يَّتَكَلَّفَ اسْتَدْعَائَهُمْ، ثُمَّ رَاجَعْتُ سَنَنَ أَبِي دَاوُدَ، فَوَجَدْتُّ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ مَا يُؤَيِّدُ مَا قُلْتُهٗ، وَهُوَ قِصَّةُ الْأَعْرَابِيِّ

الَّذِي جَبَذَ رِدَائَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَعَا رَجُلًا فَأَمَرَهُ أَنْ يَّحْمِلَ لَهُ عَلٰى بَعِيرِهٖ تَمْرًا وَّشَعِيرًا، وَفِي آخِرِهٖ : ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا، فَقَالَ : انْصَرِفُوا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

''جو بات میرے ذہن میں آتی ہے، وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں داخل ہونے تک صحابہ کرام کے کھڑے رہنے کا سبب شاید یہ ہو کہ ان کے ذہن میں یہ احتمال ہوتا تھا کہ ان کے چلے جانے کے بعد کسی ضرورت کے لیے رسول اللہ ﷺ کو انہیں بلانے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ پھر میں نے سنن ابوداؤد کی طرف رجوع کیا تو اس حدیث کے آخر میں مجھے وہ الفاظ مل گئے جو میری اس بات کی تائید کرتے ہیں۔ وہ اعرابی کا واقعہ ہے جس نے نبی اکرم ﷺ کی چادر مبارک کو کھینچا۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بلایا اور حکم فرمایا کہ وہ اس اعرابی کے اونٹ پر کھجور اور جو لاد دے اور اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اللہ آپ لوگوں پر رحم کرے، اب آپ لوگ جا سکتے ہو۔'' (فتح الباري : ١١/٥٢-٥٣)

③ ملا علی قاری حنفی ماتریدی (م۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں :

وَلَعَلَّهُمْ كَانُوا يَنْتَظِرُونَ رَجَاءَ أَنْ يَّظْهَرَ لَهُ حَاجَةٌ إِلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ، أَوْ يَعْرِضَ لَهُ رُجُوعٌ إِلَى الْجُلُوسِ مَعَهُمْ، فَإِذَا أَيِسُوا؛ تَفَرَّقُوا، وَلَمْ يَقْعُدُوا لِعَدَمِ حَلَاوَةِ الْجُلُوسِ بَعْدَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

''شاید کہ وہ اس امید سے انتظار کرتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کو ان میں سے کسی سے کوئی کام پڑ جائے یا آپ ﷺ کا ان کی طرف دوبارہ آنے کا ارادہ بن جائے۔

جب وہ اس بات سے ناامید ہوجاتے تو چلے جاتے۔دوبارہ نہ بیٹھتے تھے، کیوں کہ آپ ﷺ کے بعد انہیں بیٹھنے کا مزہ نہیں آتا تھا۔''

(مـــــــــرقاة المفـــــاتيح : ١٣/٤٨٨)

لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، نبیِ اکرم ﷺ کی تعظیم میں کھڑے ہوتے تھے، صحیح نہ ہوا۔ نیز اس کو دلیل بنا کر ان کا درود پڑھنے کے لیے یا آپ کے ذکر کی تعظیم میں کھڑا ہونا غلط دَرغلط ہے۔

② سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لَمَّا قَدِمَ جَعْفَرٌ مِّنْ هِجْرَةِ الْحَبَشَةِ؛ تَلَقَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَانَقَهُ، وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَقَالَ : مَا أَدْرِي بِأَيِّهِمَا أَنَا أَسُرُّ؛ بِفَتْحِ خَيْبَرَ أَوْ بِقُدُومِ جَعْفَرٍ؟

''جب سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ ہجرتِ حبشہ سے واپس آئے تو نبیِ اکرم ﷺ نے ان کا استقبال کیا،ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا : مجھے معلوم نہیں کہ دو چیزوں میں زیادہ خوشی مجھے کس بات کی ہے، فتحِ خیبر کی یا جعفر کی آمد کی؟''

(المعجم الكبير للطبراني : ٢/١٠٨؛ المعجم الأوسط للطبراني : ٢٠٠٣؛ المعجم الصغير للطبراني : ٣٠)

اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔اس میں احمد بن خالد حرانی راوی ہے،جس کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

ضَعِيفٌ، لَيْسَ بِشَيْءٍ، مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَثْنٰى عَلَيْهِ .

''یہ ضعیف راوی ہے۔کسی کام کا نہیں۔میں نے کسی کو اس کی تعریف کرتے نہیں دیکھا۔''(سؤالات حمزة السهمي للدارقطني، ص : ١٤٨)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

وَاهٍ . ''یہ کمزور راوی ہے۔''(المغني للذهبي : ٦٥/١)

اس کے متابع راوی انس بن سلم کے بارے میں حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

وَلَمْ أَعْرِفْهُ .

''میں اسے پہچان نہیں سکا۔''(مجمع الزوائد : ٢٧١/٩)

اس کی متابعت ایک اور راوی عثمان بن محمد بن عثمان نے بھی کی ہے۔

(تاريخ بغداد للخطيب البغدادي : ٢٩٢/١١)

اس کے بارے میں بھی تعدیل وتوثیق کا کوئی قول ثابت نہیں۔لہٰذا یہ روایت بھی ''ضعیف'' ہے۔

③ عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے :

فَلَمَّا بَلَغَ بَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَبْشَرَ، وَوَثَبَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا عَلٰى رِجْلَيْهِ، فَرَحًا بِقُدُومِهٖ .

''جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اوران کے آنے کی خوشی میں ان کے لیے جلدی سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوگئے۔''

(المغازي للواقدي : ٨٥٠/٢۔٨٥٣؛ المستدرك للبيهقي : ٢٦٩/٣؛ المدخل إلى السنن الكبرٰى للبيهقي : ٧١٠)

یہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔اس کا راوی محمد بن عمر واقدی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف''اور''متروک'' ہے۔نیز اس کا استاذ ابوبکر بن عبداللہ بن ابوسبرہ ''وضّاع''(جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا)اورکذاب(جھوٹا) راوی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

يَضَعُ الْحَدِيثَ .

''یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔''(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : ٣٠٦/٧)

④ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری قیام گاہ میں تشریف فرما تھے۔انہوں نے دروازہ کھٹکٹایا :

فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَّجُرُّ ثَوْبَهٗ، وَاللّٰهِ، مَا رَأَيْتُهٗ عُرْيَانًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ، فَاعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف مکمل لباس کے بغیر اپنے کپڑے کو سنبھالتے ہوئے کھڑے ہوئے۔اللہ کی قسم!میں نے اس سے پہلے اور بعد کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل لباس کے بغیر کسی سے ملتے نہیں دیکھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معانقہ کیا اور ان کو بوسہ دیا۔''

(سنن الترمذي : ٢٧٣٢، وقال : حسن، شرح معانی الآثار للطحاوي : ٩٢/٤)

یہ روایت سخت ترین ''ضعیف'' ہے، کیوں کہ:

① اس کا راوی ابراہیم بن یحییٰ بن محمد شجری ''لین الحدیث'' ہے۔

(تقريب التهذيب لابن حجر : ٢٦٨)

② یحییٰ بن محمد بن عباد مدنی شجری راوی بھی ''ضعیف'' ہے۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

وَكَانَ ضَرِيرًا يَّتَلَقَّنُ .

''یہ نابینا تھا اور لوگوں کی باتوں میں آجاتا تھا۔''(تقريب التهذيب : ٧٦٣٧)

③ محمد بن اسحاق مدنی ''مدلس'' ہیں ۔

④ امام زہری رحمہ اللہ بھی مدلس ہیں۔

دونوں نے سماع کی تصریح نہیں کی، لہٰذا روایت ''ضعیف'' ہے۔

تاریخ ابنِ عساکر(۳۶۰/۱۹) کی سند میں محمد بن عمر واقدی راوی ''متروک'' ہے۔

⑤ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مسئلہ بتایا:

فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ لَهُ : بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَنْتَ أَحَقُّ بِهَا .

''میں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف کھڑا ہوا اور ان سے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : ٦/١؛ مسند البزّار : ٤؛ مسند أبي يعلٰى : ٢٤)

اس کی سند ''رجل مبہم'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

⑥ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا بھیجا تو وہ دراز گوش پر سوار ہوکر آئے۔ جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا:

قُومُوا إِلٰى سَيِّدِكُمْ .

''اپنے سردار کی طرف اُٹھو۔''

(صحيح البخاري : ٩٢٦/٢، ح : ٦٢٦٢، صحيح مسلم : ٩٥/٢، ح : ١٧٦٨)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ سعد جو اپنے قبیلے کے سردار ہیں، ان کی تعظیم میں کھڑے ہوجاؤ، بل کہ مطلب یہ تھا کہ کھڑے ہو کر ان کو سواری سے اتارو، کیوں کہ اس وقت وہ زخمی تھے۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

قُومُوا إِلٰى سَيِّدِكُمْ فَأَنْزِلُوهُ، فَقَالَ عُمَرُ : سَيِّدُنَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ : أَنْزِلُوهُ، فَأَنْزَلُوهُ .

''اپنے سردار کی طرف اُٹھو اور ان کو سواری سے نیچے اُتارو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے

لگے: ہمارا سردار اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سعد کو نیچے اُتارو تو صحابہ کرام نے ان کو نیچے اُتار دیا۔'' (مسند الإمام أحمد : ٦/١٤١۔١٤٢، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (٧٠٢٨) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

وَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ تَخْدُشُ فِي الِاسْتِدْلَالِ بِقِصَّةِ سَعْدٍ عَلٰى مَشْرُوعِيَّةِ الْقِيَامِ الْمَتَنَازَعِ فِيهِ .

''یہ زائد الفاظ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے واقعے سے متنازع فیہ (تعظیمی) قیام پر استدلال کو باطل قرار دیتے ہیں۔'' (فتح الباري : ١١/٥١)

❁ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ فِي قِيَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ حَدِيثًا أَصَحَّ مِنْ هٰذَا، وَهٰذَا الْقِيَامُ عَلٰى وَجْهِ الْبِرِّ لَا عَلٰى وَجْهِ التَّعْظِيمِ، أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ أَنْ يَّقُومُوا إِلٰى سَيِّدِهِمْ .

''میرے علم کے مطابق کسی آدمی کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے۔ البتہ اس قیام سے مراد خوش اخلاقی کے طور پر کھڑا ہونا ہے، نہ کہ بطور تعظیم۔ رسول اللہ ﷺ نے انصاریوں کو حکم دیا تھا کہ اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔''

(المدخل إلى السنن الكبرٰى للبيهقي : 708، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهٰذَا الْقِيَامُ يَكُونُ عَلٰى وَجْهِ الْبِرِّ وَالْإِكْرَامِ، كَمَا كَانَ قِيَامُ الْأَنْصَارِ

لِسَعْدٍ، وَقِيَامُ طَلْحَةَ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَلَا يَنْبَغِي لِلَّذِي يُقَامُ لَهٗ أَنْ يُّرِيدَ ذٰلِكَ مِنْ صَاحِبِهٖ، حَتّٰى إِنْ لَّمْ يَفْعَلْ حَنِقَ عَلَيْهِ، أَوْ شَكَاهُ، أَوْ عَاتَبَهٗ.

''اس قیام سے مراد حسن سلوک اور بطور عزت کھڑے ہونا ہے، جیسا کہ انصاریوں کا سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے کھڑا ہونا ثابت ہے۔ البتہ جو آدمی اپنے لیے کسی کے کھڑے ہونے کو پسند کرے اور جو اس کے لیے کھڑا نہ ہو، اس پر غصے اور شکایت کے ساتھ ساتھ برہمی کا اظہار کرے، وہ اس کے لیے کھڑا ہونا درست نہیں ہے۔'' (شعب الإيمان: 277/11)

❀ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (م:۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

وَعِنْدِي أَنَّهٗ لَا اخْتِلَافَ فِيْهَا فِي الْحَقِيقَةِ، فَإِنَّ الْمَعَانِيَ الَّتِي يَدُوْرُ عَلَيْهَا الْأَمْرُ وَالنَّهْيُ مُخْتَلِفَةٌ، فَإِنَّ الْعَجَمَ كَانَ مِنْ أَمْرِهِمْ أَنْ تَقُوْمَ الْخَدَمُ بَيْنَ أَيْدِي سَادَتِهِمْ، وَالرَّعِيَّةُ بَيْنَ أَيْدِي مُلُوْكِهِمْ، وَهُوَ مِنْ إِفْرَاطِهِمْ فِي التَّعْظِيْمِ، حَتّٰى كَادَ يَتَاخَّمُ الشِّرْكَ، فَنُهُوْا عَنْهُ، وَإِلٰى هٰذَا وَقَعَتِ الْإِشَارَةُ فِي قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَام: «كَمَا يَقُوْمُ الْأَعَاجِمُ».

''میرے نزدیک ان احادیث اور روایات میں درحقیقت کچھ بھی اختلاف نہیں، کیونکہ جن معانی اور مقاصد پر امر اور نہی کا انحصار ہے، وہ مختلف ہیں۔ چنانچہ عجمیوں کا یہ دستور تھا کہ خدام اپنے آقاؤں کے سامنے اور رعیت کے لوگ بادشاہ کے سامنے (بیٹھتے نہیں تھے، بل کہ دست بست) کھڑے رہتے تھے۔ ایسا کرنا تعظیم میں افراط تھا اور شرک کے ساتھ اس کے تانے بانے مل جاتے تھے۔ لہٰذا اس قسم

کے قیام کو آپ ﷺ نے ممنوع قرار دیا۔اسی بات کی طرف آپ ﷺ کے اس فرمان میں اشارہ موجود ہے کہ: عجمیوں کی مانند کھڑے نہ ہو جاؤ۔''

(حجـــة اللّٰه البالغة : 306/2)

✿ علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ (م: ۱۳۲۹ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ أَوْرَدَ الْمُؤَلِّف فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثَيْنِ دَالَّيْنِ عَلٰى جَوَازِ الْقِيَامِ، ثُمَّ تَرْجَمَ بَعْدَ عِدَّةِ أَبْوَابٍ بِلَفْظِ : بَابُ الرَّجُلِ يَقُوم لِلرَّجُلِ يُعَظِّمُهُ بِذٰلِكَ، وَأَوْرَدَ فِيهِ حَدِيثَيْنِ يَدُلَّانِ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الْقِيَامِ، فَكَأَنَّهُ أَرَادَ بِصَنِيعِهِ هٰذَا الْجَمْعَ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ الْمُخْتَلِفَةِ فِي جَوَازِ الْقِيَام وَعَدَمِهِ، بِأَنَّ الْقِيَامَ إِذَا كَانَ لِلتَّعْظِيمِ مِثْلَ صَنِيعِ الْأَعَاجِمِ؛ فَهُوَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ، وَإِذَا كَانَ لِأَجْلِ الْعِلْمِ، وَالْفَضْلِ، وَالصَّلَاحِ، وَالشَّرَفِ، وَالْوُدِّ، وَالْمَحَبَّةِ؛ فَهُوَ جَائِزٌ .

''مصنف (امام ابو داوُد رحمہ اللہ) اس باب کے تحت دو احادیث لائے ہیں، جو کہ قیام کے جواز پر دلالت کرتی ہیں، پھر کئی ایک ابواب کے بعد بایں الفاظ باب قائم کیا ہے: 'آدمی کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا بیان' اور اس میں بھی دو حدیثیں نقل کی ہیں جن سے کھڑا ہونا ممنوع ثابت ہوتا ہے۔گویا اس طرزِ عمل سے امام صاحب قیام کے جواز اور عدمِ جواز کے متعلق مختلف احادیث میں جمع و تطبیق کی یہ صورت بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جب قیام تعظیم کی خاطر ہو، جیسا کہ عجمی لوگ کرتے ہیں تو یہ منع ہے، جبکہ علم و فضل، نیکی و شرف اور الفت و محبت کی وجہ سے کھڑا ہونا جائز ہے۔''(عون المعبود شرح سنن أبي داوٗد : 84/14)

علامہ غزالی رحمہ اللہ (450-505ھ) لکھتے ہیں:

وَالْقِيَامُ مَكْرُوْهٌ عَلٰى سَبِيْلِ الْإِعْظَامِ، لَا عَلٰى سَبِيْلِ الْإِكْرَامِ.

''تعظیم کی نیت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے، نہ کہ بطور اکرام و احترام۔''

(إحياء علوم الدين: 205/2)

حافظ نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) فرماتے ہیں:

وَأَمَّا إِكْرَامُ الدَّاخِلِ بِالْقِيَامِ؛ فَالَّذِي نَخْتَارُهُ أَنَّهُ مُسْتَحَبٌّ لِّمَنْ كَانَ فِيْهِ فَضِيْلَةٌ ظَاهِرَةٌ مِّنْ عِلْمٍ أَوْ صَلَاحٍ أَوْ شَرْفٍ أَوْ وَلَايَةٍ مَّصْحُوْبَةٍ بِصِيَانَةٍ، أَوْلَهُ وِلَادَةٌ أَوْ رَحْمٌ مَّعَ سِنٍّ وَّنَحْوُ ذٰلِكَ، وَيَكُوْنُ هٰذَا الْقِيَامُ لِلْبِرِّ وَالْإِكْرَامِ وَالْاِحْتِرَامِ، لَا لِلرِّيَاءِ وَالْإِعْظَامِ، وَعَلٰى هٰذَا الَّذِي اخْتَرْنَاهُ؛ اسْتَمَرَّ عَمَلُ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ.

''آنے والے کی اُٹھ کر تکریم کرنے سے متعلق میرا اختیار کردہ مسلک یہ ہے کہ اس میں بظاہر فضل و کمال ہو، مثلاً وہ علم و معرفت، صلاح و تقویٰ، عزت و شرف، پرہیزگاری پر مبنی ولایت و جاہ، عمر کی درازی و کبرسنی اور رشتہ داری و قرابت وغیرہ ہو تو اس کی وجہ سے ایسا کرنا مستحب ہے، بشرطیکہ اس کا کھڑا ہونا بر و صلہ اور احترام و اکرام کی وجہ سے ہو، نہ کہ دکھاوے یا تعظیم کے طور پر۔ میرے اسی اختیار کردہ مسلک کے مطابق ہی خلف و سلف صالحین کا عمل رہا ہے۔''

(الأذكار، ص: 268)

علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (م: ۷۳۷ھ) اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ الْقِيَامُ الْمَأْمُورُ بِهِ لِسَعْدٍ هُوَ الْمُتَنَازَعُ فِيهِ؛ لَمَا خُصَّ بِهِ

الْأَنْصَارُ، فَإِنَّ الْأَصْلَ فِي أَفْعَالِ الْقُرْبِ التَّعْمِيمُ، وَلَوْ كَانَ الْقِيَامُ لِسَعْدٍ عَلٰى سَبِيلِ الْبِرِّ وَالْإِكْرَامِ؛ لَكَانَ هُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَنْ فَعَلَهُ، وَأَمَرَ بِهِ مَنْ حَضَرَ مِنْ أَكَابِرِ الصَّحَابَةِ، فَلَمَّا لَمْ يَأْمُرْ بِهِ، وَلَا فَعَلَهُ، وَلَا فَعَلُوهُ؛ دَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَنَّ الْأَمْرَ بِالْقِيَامِ لِغَيْرِ مَا وَقَعَ فِيهِ النِّزَاعُ، وَإِنَّمَا هُوَ لِيُنْزِلُوهُ عَنْ دَابَّتِهِ لِمَا كَانَ فِيهِ مِنَ الْمَرَضِ، كَمَا جَاءَ فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ، وَلِأَنَّ عَادَةَ الْعَرَبِ أَنَّ الْقَبِيلَةَ تَخْدُمُ كَبِيرَهَا، فَلِذٰلِكَ خُصَّ الْأَنْصَارُ بِذٰلِكَ دُونَ الْمُهَاجِرِينَ، مَعَ أَنَّ الْمُرَادَ بَعْضُ الْأَنْصَارِ لَا كُلُّهُمْ، وَهُمُ الْأَوْسُ مِنْهُمْ، لِأَنَّ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ كَانَ سَيِّدَهُمْ دُونَ الْخَزْرَجِ، وَعَلٰى تَقْدِيرِ تَسْلِيمِ أَنَّ الْقِيَامَ الْمَأْمُورَ بِهِ حِينَئِذٍ لَّمْ يَكُنْ لِّلْإِعَانَةِ؛ فَلَيْسَ هُوَ الْمُتَنَازَعُ فِيهِ، بَلْ لِّأَنَّهُ غَائِبٌ قَدِمَ، وَالْقِيَامُ لِلْغَائِبِ إِذَا قَدِمَ؛ مَشْرُوعٌ.

''اگر سعد رضی اللہ عنہ کے لیے قیام کے حکم سے مراد قیام متنازع فیہ (تعظیمی) ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم میں انصار کو خاص نہ کرتے، کیوں کہ نیکی کے کاموں میں اصل عموم ہوتا ہے (یعنی وہ سب کے لیے مشترک ہوتے ہیں)۔ اگر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے لیے کھڑا ہونا عزت کے لیے اور نیکی کے لیے ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ایسا کرتے اور وہاں موجود اکابر صحابہ کو اس کا حکم دیتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابر صحابہ کو حکم نہیں دیا، نہ ہی خود ایسا کیا ہے، نہ ہی صحابہ کرام نے قیام کیا تو معلوم ہوا کہ قیام کا

یہ حکم اس مقصد کے لیے نہیں تھا جس میں نزاع ہے (تعظمی نہیں تھا)۔ یہ حکم تو صرف سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو سواری سے اُتارنے کے لیے تھا، کیوں کہ وہ اس وقت بیمار تھے، جیسا کہ بعض روایات میں یہ بات مذکور ہے۔ نیز عربوں کی یہ عادت بھی تھی کہ پورا قبیلہ اپنے بڑے کی خدمت کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم صرف انصار کو دیا تھا، مہاجرین کو نہیں۔ پھر اس سے مراد سارے انصار بھی نہیں، بل کہ بعض انصار، یعنی قبیلہ اوس کے لوگ تھے، کیوں کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اوس کے ہی سردار تھے، خزرج کے نہیں۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس وقت قیام کا حکم سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو سواری سے اُتارنے میں مدد کرنے کے لیے نہیں تھا تو بھی یہ قیام متنازع فیہ (تعظیمی) نہیں ہوسکتا، کیوں کہ یہ قیام ایک غائب کے آنے کی وجہ سے تھا اور کسی آنے والے کے کھڑا ہونا جائز ہے۔'' (فتح الباري : ۱۱/۵۱)

اگر کوئی اس قیام کو اکرام پر محمول کرے تو یہ قیام بھی ہمارے نزدیک مشروع ہے۔

❁ امام حماد بن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ أَيُّوبَ، فَجَاءَ يُونُسُ، فَقَال حَمَّادٌ: قُومُوا لِسَيِّدِكُمْ، أَوْ قَالَ: لِسَيِّدِنَا.

''ہم امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ کے پاس تھے۔ امام یونس رحمہ اللہ آئے تو امام حماد رحمہ اللہ نے فرمایا: اپنے سردار یا ہمارے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔''

(الجامع لأخلاق الراوي للخطيب : ۳۰۲، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِي وَهَنَّأَنِي،

وَاللّٰهِ، مَا قَامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهُ.

''میری طرف سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے خوشخبری دی۔اللہ کی قسم! میری طرف ان کے علاوہ مہاجرین میں سے کوئی آدمی کھڑا نہیں ہوا۔''

(صحيح البخاري : ٦٣٦/٢، ح : ٤٤١٨، صحيح مسلم : ٣٦٢/٢، ح : ٢٧٦٩)

یہ استقبال کی غرض سے قیام تھا جو کہ جائز ومباح ہے۔

جنازے کے لیے کھڑا ہونا :

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ ہمارے پاس سے کافر کا جنازہ گزرے تو کیا ہم اس کے لیے کھڑے ہوں؟ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَعَمْ، قُومُوا لَهَا، فَإِنَّكُمْ لَسْتُمْ تَقُومُونَ لَهَا، إِنَّمَا تَقُومُونَ إِعْظَامًا لِّلَّذِي يَقْبِضُ النُّفُوسَ.

''ہاں ! تم اس کو دیکھ کر کھڑے ہوا کرو، کیوں کہ تم اس کے لیے کھڑے نہیں ہوتے، بل کہ اس ذات کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہو جو روحوں کو قبض کرتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٦٨/٢؛ مسند عبد بن حميد : ١٣٤٠؛ المعجم الكبير للطبراني : ١٧/١٣، ح : ٤٧، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۳۰۳۵)، امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۳۵۷) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

رِجَالُ أَحْمَدَ ثِقَاتٌ .

''(اس روایت میں) مسند احمد کے راوی ثقہ ہیں۔''(مجمع الزوائد : ٣/٢٧)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''حسن'' کہا ہے۔

(نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار : 275/7)

اس کا راوی ربیعہ بن سیف معافری جمہور کے نزدیک ''موثق، حسن الحدیث'' ہے۔

❀ امام طبرانی رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں :

«إِنَّمَا تَقُومُونَ لِمَنْ مَّعَهَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ» .

''تم تو ان فرشتوں کی وجہ سے کھڑے ہوتے ہو جو اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجِنَازَةٍ، فَقَامَ وَقَالَ : «قُومُوا؛ فَإِنَّ لِلْمَوْتِ فَزَعًا» .

''ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جنازہ گزرا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، کیوں کہ موت کی ایک گھبراہٹ ہوتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 287/2، سنن ابن ماجه : 1543، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''حسن'' کہا ہے۔(مجمع الزوائد : 27/3)

حافظ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ، رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''یہ سند صحیح اور راوی ثقہ ہیں۔''

(مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه : 37/2، ح : 556)

شارحِ صحیح بخاری، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (773۔852ھ) ان تمام احادیث میں جمع وتطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لِأَنَّ الْقِيَامَ لِلْفَزَعِ مِنَ الْمَوْتِ فِيهِ تَعْظِيمٌ لِّأَمْرِ اللّٰهِ، وَتَعْظِيمٌ لِّلْقَائِمِينَ بِأَمْرِهٖ فِي ذٰلِكَ، وَهُمُ الْمَلَائِكَة .

''موت کی سختی کی وجہ سے کھڑا ہونا دراصل اللہ تعالیٰ کے امر اور ان فرشتوں کی تعظیم ہے جو اللہ تعالیٰ کے مامور کردہ ہیں۔''

(فتـــح الباري شرح صحيح البخاري : 180/3)

یادر ہے کہ جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا جائز اور مستحب ہے۔اس کا وجوب منسوخ ہوچکا ہے، جب کہ استحباب باقی ہے۔

قارئین کرام!اب ہم دوبارہ تعظیمی قیام کی طرف آتے ہیں۔یہ تو آپ نے جان لیا ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ کے ذکر پر یا درود پڑھنے کے لیے یا ذکرِ میلاد پر کھڑا ہونا کسی وضعی اور من گھڑت روایت سے بھی ثابت نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہیے کہ قرآن وحدیث میں اس کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا یہ بدعت ہے۔

سلف صالحین کا قیام!

مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب (۱۳۲۴۔۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:

''ان (نبیِ کریم ﷺ) کے ذکر پر کھڑا ہونا سنتِ سلف صالحین ہے۔''

(''جاء الحق'': جلد ۱ ص ۲۵۲)

یہ کائنات کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔کسی صحابی، تابعی یا کسی تبع تابعی، حتی کہ امام ابوحنیفہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی سے بھی قطعاً اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

''مفتی'' صاحب مزید لکھتے ہیں:

''ولادتِ پاک کے وقت ملائکہ درِ دولت پر کھڑے ہوئے تھے۔اس لیے ولادت کے ذکر پر کھڑا ہونا فعلِ ملائکہ سے مشابہ ہے۔''(''جاء الحق'': جلد ۱ص ۲۵۳)

یہ بے اصل اور بے ثبوت بات ہے۔نہ جانے ''مفتی'' صاحب کو کیسے معلوم ہوا کہ ولادتِ باسعادت پر فرشتے کھڑے ہوئے تھے؟ کیا یہ اللہ کے فرشتوں پر جھوٹ باندھنے کی سازش نہیں ہے؟

''مفتی'' صاحب مزید لکھتے ہیں:

''حضور علیہ السلام نے اپنے اوصاف اور اپنا نسب شریف منبر پر کھڑے ہوکر بیان فرمایا تو اس قیام کی اصل مل گئی ۔''(''جاء الحق'': جلد ۱ص ۲۵۳)

یہ روایت مسند احمد (۱/۲۱۰) اور سنن ترمذی (۳۶۰۸، وقال: حسن صحیح) میں موجود ہے۔

اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔اس میں یزید بن ابو زیاد راوی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔اس کے بارے میں حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

ضَعِيفٌ، كَبِرَ، فَتَغَيَّرَ، صَارَ يَتَلَقَّنُ، وَكَانَ شِيعِيًّا .

''یہ ضعیف راوی تھا۔بوڑھا ہوکر اس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا اور یہ لوگوں کی باتوں میں آنے لگا تھا۔یہ شیعہ تھا۔''(تقريب التهذيب : ۷۷۱۷)

اس کے بارے میں حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

وَقَدْ ضَعَّفَهُ جُمْهُورُ الْأَئِمَّةِ .

''اسے جمہور ائمہ کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔''(مجمع الزوائد : ٥/٥٦ـ٥٧)

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَالْجُمْهُورُ عَلٰى تَضْعِيفِ حَدِيثِهٖ .

''جمہور اس کی حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔''

(هدى الساري، ص : ٤٥٩)

علامہ بوصیری کہتے ہیں :

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي الْمُتَابَعَاتِ، ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کی حدیث متابعات میں بیان کی ہے۔جمہور اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔''(زوائد ابن ماجه : ٧٠٥)

اس میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' بھی ہے۔جب یہ روایت ''ضعیف'' ہے تو ''مفتی'' صاحب کا اس پر بنایا ہوا مذہب بھی ''ضعیف'' اور اس سے کیا ہوا استدلال بھی باطل ہوا۔

''مفتی'' صاحب لکھتے ہیں :

''شریعت نے اس کو منع نہ کیا اور ہر ملک کے عام مسلمان اس کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اور جس کام کو مسلمان اچھا جانیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔''

(''جاء الحق'': جلد ۱ ص ۲۵۳)

دلائل نہ ہوں تو آخری سہارا یہی ہے کہ منع نہیں، حالانکہ شرعی احکام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا اذن اور ان کی اجازت ضروری ہوتی ہے۔

کیا صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ عظام کا عمل اس پر موجود ہے؟ کیا وہ بھی اسے اچھا سمجھتے تھے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو یہ عمل اللہ کے ہاں بھی اچھا ہوگا، لیکن اگر جواب نفی میں ہے تو اس کے بدعتِ سیئہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اللہ ربّ العزت اس بات کو یوں بیان کرتے ہیں :

﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا﴾ (فاطر : ٨)

''کیا جس شخص کے لیے اس کا بُرا عمل مزین کر دیا جاتا ہے اور وہ اسے اچھا سمجھنے

لگتا ہے۔''

جاہل لوگوں کی یہ عادت بھی ہوتی ہے کہ وہ عمومی دلائل سے اپنی بدعات کو سہارا دینے کی کوشش کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔حالانکہ اولاً تو بدعات عمومی دلائل کے تحت آتی ہی نہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ اس طریقہ سے سلف صالحین کے بارے میں یہ بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ وہ تو ان دلائل سے وہ کچھ نہ سمجھ پائے جن سے آج کے لوگوں نے دین کشید کرلیا ہے!

نئي دريافت :

ایک صاحب کہتے ہیں کہ نبیِ اکرم ﷺ پر درود وسلام کھڑے ہوکر پڑھنا انبیاے کرام کی سنت ہے،جیسا کہ:

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ نے اپنا سفرِ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مَرَرْتُ عَلٰی مُوسٰی، وَهُوَ یُصَلِّي فِي قَبْرِهٖ .

''میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔''

(صحيح مسلم : ٢٦٨/٢، ح : ٢٣٧٥)

اسی طرح نبیِ اکرم ﷺ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بھی فرمایا:

وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ قَائِمٌ يُّصَلِّي .

''ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔''(صحيح مسلم : ٩٦/١، ح : ١٧٢)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَإِذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَائِمٌ يُّصَلِّي .

''عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔''(صحيح مسلم : ٩٦/١، ح : ١٧٢)

ان صاحب کا کہنا ہے کہ لفظِ صلوٰۃ کا معنیٰ یہاں نماز نہیں، بل کہ درود وسلام پڑھنا ہے، کیونکہ صلوٰۃ کا لفظ صرف نماز کے لیے ہی استعمال نہیں ہوتا، بل کہ رحمت بھیجنا، تعریف کرنا اور درودوسلام پڑھنے جیسے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

بے شک لفظِ صلوٰۃ کے کئی معانی ہیں، لیکن مذکورہ بالا احادیث میں درود وسلام کا معنیٰ کرنا نِری جہالت، عربیت سے عدمِ واقفیت کا ثبوت، حدیث کی معنوی تحریف اور سلف صالحین کی مخالفت ہے۔

یہاں صلوٰۃ کا لفظ درودوسلام کے معنیٰ میں ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ سلف صالحین میں سے کسی نے بھی یہ معنیٰ ومفہوم بیان نہیں کیا۔ وہ بھلا کیسے بیان کرتے۔ وہ تو اہلِ علم وتقویٰ تھے۔ صلوٰۃ کا لفظ اسی وقت درودوسلام کے معنیٰ میں ہوگا جب اس کے بعد ''علیٰ'' صلہ آئے۔

احادیث میں انبیائے کرام کے بارے میں قَائِمٌ يُّصَلِّي فِي قَبْرِهِ کے لفظ ہیں قَائِمٌ يُّصَلِّي عَلَيْهِ فِي قَبْرِهِ کے نہیں۔

لہٰذا مبتدعین کی جہالت اور دھوکہ دہی پر مہر ثبت ہوگئی ہے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ اس حدیث کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

أَي يَدْعُو وَيُثْنِي عَلَيْهِ وَيَذْكُرُهُ، فَالْمُرَادُ الصَّلَاةُ اللُّغَوِيَّةُ، وَهِيَ الدُّعَاءُ وَالثَّنَاءُ، وَقِيلَ الْمُرَادُ الشَّرْعِيَّةُ، وَعَلَيْهِ الْقُرْطُبِيُّ .

''یعنی وہ دعا کررہے تھے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کا ذکر کر رہے تھے۔ لہٰذا یہاں مراد لغوی صلاۃ ہے، جو دعا اور حمد وثنا کے معنیٰ میں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں شرعی نماز مراد ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ اسی موقف کے حامل ہیں۔''

(فیض القدیر : ۵/۵۱۹_۵۲۰)

انبیائے کرام کے علاوہ لوگوں کے بارے میں بھی قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے،جیسا کہ:

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مؤمن کو قبر میں کہا جائے گا: بیٹھ جا،وہ بیٹھ جائے گا۔اسے سورج غروب ہوتا دکھایا جائے گا۔اسے کہا جائے گا:تم اس آدمی کے بارے میں خبر دو جو تم میں (مبعوث ہوئے) تھے۔اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟تم اس کے بارے میں کیا گواہی دیتے ہو؟ وہ کہے گا:

دَعُونِي حَتّٰى أُصَلِّيَ، فَيَقُولُونَ : إِنَّكَ سَتَفْعَلُ، فَأَخْبِرْنِي عَمَّا نَسْأَلُكَ عَنْهُ.

''مجھے چھوڑو کہ میں (عصر کی) نماز پڑھ لوں۔فرشتے کہیں گے :تم پہلے ہمیں سوال کا جواب دے دو، پھر عنقریب ایسا کر لوگے۔''

(صحیح ابن حبان : ۳۱۱۳؛ المستدرك للحاكم : ۱/۳۷۹_۳۸۰، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو''حسن'' کہا ہے۔

(مجمع الزوائد : ۳/۵۱_۵۲)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد،امام ثابت بنانی تابعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ، إِنْ كُنْتَ أَعْطَيْتَ أَحَدًا أَنْ يُّصَلِّيَ لَكَ فِي قَبْرِهٖ؛ فَأَعْطِنِي ذٰلِكَ.

''اے اللہ! اگر تُو کسی کو یہ توفیق دے کہ وہ اپنی قبر میں تیرے لیے نماز پڑھے تو

مجھے یہ توفیق دینا۔‘‘

(مسند علي بن الجعد : ١٣٧٩؛ المعرفة والتاريخ للفسوي : ٥٩/٢؛ شعب الإيمان للبيهقي : ١٥٥/٣؛ ح : ١٣٩١، وسندهٗ صحيحٌ)

عظیم تابعی کے اس قول سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں صلوۃ سے مراد نماز ہی ہے، نہ کہ درود وغیرہ۔

قارئین کرام ! اب مسئلہ واضح ہوگیا ہے کہ بعض لوگوں کے پاس دلائل نہیں۔اسی لیے وہ اِدھر اُدھر ہاتھ مار رہے ہیں۔جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ خواہ قرآنی ہوں یا حدیثی،اگر ان سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا تو سلف صالحین ضرور ایسا سمجھتے اور کرتے یا کم از کم اس کے جواز و مشروعیت کے قائل ہوتے۔

علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (م : ۷۳۷ھ) ایک بدعت کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

مَا حَدَثَ بَعْدَ السَّلَفِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ يَّكُونُوا عَلِمُوهُ، وَعَلِمُوا أَنَّهٗ مُوَافِقٌ لِّلشَّرِيعَةِ وَلَمْ يَعْمَلُوا بِهٖ، وَمَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ يَّكُونَ ذٰلِكَ، إِذْ إِنَّهٗ يَلْزَمُ مِنْهُ تَنْقِيصُهُمْ وَتَفْضِيلُ مَنْ بَعْدَهُمْ عَلَيْهِمْ، وَمَعْلُومٌ أَنَّهُمْ أَكْمَلَ النَّاسِ فِي كُلِّ شَيْءٍ، وَأَشَدُّهُمُ اتِّبَاعًا، وَإِمَّا أَنْ يَّكُونُوا عَلِمُوهُ وَتَرَكُوا الْعَمَلَ بِهٖ، وَلَمْ يَتْرُكُوهُ إِلَّا لِمُوجِبٍ أَوْجَبَ تَرْكَهٗ، فَكَيْفَ يُمْكِنُ فِعْلُهٗ؟ هٰذَا مِمَّا لَا يَتَحَلَّلُ، وَإِمَّا أَنْ يَّكُونُوا لَمْ يَعْلَمُوهُ، فَيَكُونُ مَنِ ادَّعٰى عِلْمَهٗ بَعْدَهُمْ أَعْلَمَ مِنْهُمْ، وَأَعْرَفَ بِوُجُوهِ الْبِرِّ وَأَحْرَصَ عَلَيْهَا، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ خَيْرًا؛ لَّعَلِمُوهُ وَلَظَهَرَ لَهُمْ، وَمَعْلُومٌ أَنَّهُمْ أَعْقَلُ النَّاسِ وَأَعْلَمُهُمْ ---.

''جو چیزیں سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے بعد ظہور میں آئی ہیں۔وہ تین حال سے خالی نہیں:یاتو سلف کو ان کا علم تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ چیزیں شریعت کے موافق ہیں،پھر انہوں نے ان پر عمل نہیں کیا۔معاذ اللہ!ایسا تو ممکن نہیں،کیونکہ اس سے سلف صالحین کی تنقیص ہوتی ہے اور بعد والوں کی ان پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ سب لوگوں سے ہر چیز میں کامل تھے اور سب سے بڑھ کر شریعت کا اتباع کرنے والے تھے۔دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ سلف صالحین کو ان چیزوں کا علم تو تھا،لیکن انہوں نے ان پر عمل چھوڑ دیا تھا۔انہوں نے کسی ایسی دلیل کی وجہ سے یہ عمل چھوڑا تھا جو اس کے چھوڑنے کو واجب کرتی تھی۔جب ایسا تھا تو ان کا کرنا اب جائز کیسے ہوا؟ پھر تو یہ ایسے کاموں میں سے ہیں جو حلال نہیں۔تیسری صورت یہ فرض کی جاسکتی ہے کہ پھر سلف صالحین کو ان چیزوں کا علم ہی نہیں تھا۔اس طرح تو جو شخص ان کے بعد ان چیزوں کے علم کا دعویٰ کرے گا،وہ سلف سے زیادہ علم والا ہوگا اور نیکی کے کاموں کو زیادہ جاننے والا ہوگا اور نیکی پر زیادہ حریص ہوگا۔حالانکہ اگر یہ نیکی کے کام ہوتے تو سلف صالحین ان کو جانتے ہوتے۔یہ بات مسلّم ہے کہ وہ سب لوگوں سے بڑھ کر عقل مند اور عالم تھے......''(المدخل لابن الحاج:٢٧٨/٤)

الحاصل:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سن کر درود پڑھنے کے لیے کھڑا ہونا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے ذکر پر تعظیماً کھڑا ہونا جائز نہیں،بل کہ بدعت ہے۔اگر یہ نیکی کا کام ہوتا تو صحابہ وتابعین اور ائمہ دین اس سے قطعاً غافل نہ رہتے۔

انگوٹھے چومنے کی شرعی حیثیت

ابن الحسن محمدی

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان کی اطاعت وفرماں برداری کی جائے۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں ارشادفرمایا تھا:

أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ؛ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ.

''میری اطاعت اس وقت تک کرنا،جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں۔جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تمہارے اوپر میری کسی قسم کی کوئی اطاعت فرض نہیں۔''

(السيرة لابن هشام: ٨٢/٦، وسندهٗ حسنٌ)

اس لیے ہمارا فرض بنتا ہے کہ غلو وتقصیر سے بچتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کو حرزِ جان بنائیں۔شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے آپ ﷺ کی عزت وتوقیر بجالائیں،جیسا کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (٦٧٣۔٧٤٨ھ) نے کیا خوب فرمایا ہے:

فَالْغُلُوُّ وَالْإِطْرَاءُ مَنْهِيٌّ عَنْهُ، وَالْأَدَبُ وَالتَّوْقِيْرُ وَاجِبٌ، فَإِذَا اشْتَبَهَ الْإِطْرَاءُ بِالتَّوْقِيرِ تَوَقَّفَ الْعَالِمُ وَتَوَرَّعَ، وَسَأَلَ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْهُ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُ الْحَقُّ، فَيَقُوْلُ بِهٖ، وَإِلَّا فَالسُّكُوْتُ وَاسِعٌ لَّهٗ، وَيَكْفِيْهِ التَّوْقِيْرُ الْمَنْصُوْصُ عَلَيْهِ فِي أَحَادِيْثَ لَا تُحْصٰى، وَكَذَا يَكْفِيْهِ مُجَانَبَةُ الْغُلُوِّ الَّذِي ارْتَكَبَهُ النَّصَارٰى فِي عِيْسٰى، مَا رَضُوْا لَهٗ

بِالنُّبُوَّةِ حَتّٰى رَفَعُوْهُ إِلَى الْإِلٰهِيَّةِ وَإِلَى الْوَالِدِيَّةِ، وَانْتَهَكُوْا رُتْبَةَ الرَّبُوْبِيَّةِ الصَّمَدِيَّةِ، فَضَلُّوْا وَخَسِرُوْا، فَإِنَّ إِطْرَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَدِّي إِلٰى إِسَائَةِ الْاَدَبِ عَلَى الرَّبِ، نَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْ يَّعْصِمَنَا بِالتَّقْوٰى، وَأَنْ يَّحْفَظَ عَلَيْنَا حُبَّنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يَرْضٰى .

''غلو اور اطرا (تعظیم میں حد سے بڑھ جانا) ممنوع ہے، جبکہ ادب اور توقیر واجب ہے۔جب اطرا اور توقیر مشتبہ ہو جائیں تو عالم آدمی کو توقف کرنا چاہیے اور رُک جانا چاہیے،حتی کہ وہ اپنے سے بڑے عالم سے اس بارے میں دریافت کر لے، تا کہ اس کے لیے حق واضح ہو جائے، پھر وہ اس کے بارے میں بات کرے، ورنہ خاموشی ہی اس کے لیے اچھی ہے۔اسے وہی توقیر کافی ہے، جسے بے شمار احادیث میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔اسی طرح اسے اس غلو سے بچنا کافی ہے، جس کا ارتکاب نصاریٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا۔وہ ان کی نبوت پر راضی نہیں ہوئے، یہاں تک کہ انہوں نے انہیں الہٰ اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت وصمدیت میں نقب لگایا۔یوں وہ گمراہ اور ناکام ہو گئے۔اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں حد سے بڑھنا اللہ تعالیٰ کی گستاخی کی طرف لے جاتا ہے۔ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تقویٰ کے ذریعے ہمیں بچالے اور جیسے اسے پسند ہے،اسی طرح ہمارے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راسخ فرما دے۔''(میزان الاعتدال : ٦٥٠/٢)

بعض لوگوں نے غلو میں انتہا کر دی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کی بجائے

بدعات کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ان کی جاری کردہ بدعات میں سے ایک بری بدعت یہ ہے کہ یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کا نام نامی، اسم گرامی سن کر انگوٹھے چومتے ہیں۔ اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔ اگر یہ کوئی نیکی کا کام ہوتا یا شریعت کی رُو سے نبیٔ اکرم ﷺ کی توقیر ہوتی تو صحابہ کرام اور ائمہ عظام ضرور بالضرور اس کا اہتمام کرتے۔ وہ سب سے بڑھ کر نبی اکرم ﷺ کی تعظیم کرنے والے تھے۔ کسی ثقہ امام سے اس کا جواز یا استحباب ثابت نہیں، لہٰذا یہ دین نہیں، بل کہ دین کی خلاف ورزی ہے۔

اس بدعت کے ثبوت پر مبتدعین کے شبہات ملاحظہ فرمائیں:

شبهه نمبر ① :

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق مسند الفردوس از دیلمی میں روایت ہے:

إِنَّهٗ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْمُؤَذِّنِ : أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدً رَّسُولُ اللّٰهِ؛ قَالَ هٰذَا، وَقَبَّلَ بَاطِنَ الْأُنْمُلَتَيْنِ السَّبَّابَتَيْنِ، وَمَسَحَ عَيْنَيْهِ، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيلِي؛ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِي» .

''جب آپ رضی اللہ عنہ نے مؤذن کو أشهد أنّ محمّدا رسول اللّٰه کہتے سنا تو یہی الفاظ کہے اور دونوں انگشتِ شہادت کے پورے جانبِ زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو ایسا کرے گا، جیسا میرے پیارے نے کیا ہے، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوجائے گی۔''

(المقاصد الحسنة للسخاوي، ص : ٣٨٤)

تبصره :

❶ یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہے۔اس کے ''صحیح'' ہونے کے مدعی پر سند پیش کرنا ضروری ہے ۔ساتھ ساتھ راویوں کی توثیق اور اتصالِ سند بھی ضروری ہے ۔ یہ بدعتیوں کی شان ہے کہ وہ سندوں سے گریزاں ہیں ۔

❷ پھر مزے کی بات یہ ہے کہ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۸۳۱۔۹۰۲ھ) نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ:

لَا یَصِحُّ .

''یہ روایت صحیح نہیں ہے۔''

بعض بدعتی یہ کہتے ہیں کہ ''یہ روایت صحیح نہیں'' کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ ''حسن'' بھی نہیں ہے، یہ ان کے اپنے منہ کی بات ہے۔ہمیں تو اس روایت کی سند درکار ہے ، جسے پیش کرنے سے یہ لوگ قاصر رہتے ہیں۔

شبهه نمبر ② :

سیدنا خضر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے، انہوں نے فرمایا:

مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ یَقُوْلُ : أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، مَرْحَبًا بِحَبِیْبِي وَقُرَّةِ عَیْنِي مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ یُقَبِّلُ إِبْهَامَیْهِ وَیَجْعَلُهُمَا عَلٰی عَیْنَیْهِ؛ لَمْ یَرْمَدْ أَبَدًا .

''جو شخص مؤذن سے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے الفاظ سن کر مَرْحَبًا بِحَبِیْبِي وَقُرَّةِ عَیْنِي مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کہے،پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے،اس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں گی ۔''

(المقاصد الحسنة للسخاوي، ص : ۳۸٤)

تبصرہ:

یہ بے سند و بے ثبوت روایت جھوٹی اور باطل ہے۔حافظ سخاوی رحمہ اللہ اس کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

بِسَنَدٍ فِيْهِ مَجَاهِيْلُ مَعَ انْقِطَاعِهٖ .

''یہ روایت مجہول راویوں کی بیان کردہ ہے،ساتھ ساتھ انقطاع بھی ہے۔''

بدعات کے شیدائی اس بحث میں پڑ جاتے ہیں کہ ''مجہول'' راوی کی روایت ''ضعیف'' نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ۔ہم کہتے ہیں کہ یہ راویوں کی جہالت تو حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے بیان کی، آپ اس کی سند تو پیش کریں،رہا مسئلہ ''مجہول'' راوی کی روایت کا تو لیجیے امام شافعی رحمہ اللہ کا فرمان سن لیں:

لَا نَقْبَلُ خَبَرَ مَنْ جَهِلْنَاهُ، وَكَذٰلِكَ لَا نَقْبَلُ خَبَرَ مَنْ لَّمْ نَعْرِفْهُ بِالصِّدْقِ وَعَمَلِ الْخَيْرِ .

''ہم (محدثین) مجہول راوی کی حدیث کو قبول نہیں کرتے ، نہ ہی اس شخص کی روایت کو قبول کرتے ہیں ،جس کی سچائی اور نیکی کو ہم نہیں جانتے ۔''

(اختلاف الحديث للشافعي : ١٣، معرفة السنن والآثار للبيهقي : ١٢/١)

دوسری بات یہ ہے کہ دین متصل روایات کا نام ہے۔صحیح حدیث کی شرطوں میں بنیادی شرط یہ ہے کہ اس کی سند متصل ہو۔کیا کریں کہ ہمارا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑا ہے،جنہیں اپنی بدعات کی پڑی ہے،محدثین کے اصولوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

اب ان شبہات کے متعلق علمائے کرام کی آرا بھی سن لیں :

حافظ سخاوی رحمہ اللہ (٨٣١۔٩٠٢ھ) لکھتے ہیں :

لَا يَصِحُّ فِي الْمَرْفُوْعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا شَيْءٌ .

''اس معنیٰ کی مرفوع احادیث میں سے کوئی بھی ثابت نہیں۔''

(المقاصد الحسنة للسخاوي، ص : ٣٨٥)

ملا علی قاری حنفی ماتریدی (م۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں :

كُلُّ مَا يُرْوٰى فِي هٰذَا؛ فَلَا يَصِحُّ رَفْعُهٗ اَلْبَتَّةَ .

''اس بارے میں کوئی بھی مرفوع روایت قطعاً ثابت نہیں ہے۔''

(الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات الكبرٰى، ص : ٢١٠)

ابنِ عابدین حنفی (۱۱۹۸۔۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں :

وَلَمْ يَصِحَّ فِي الْمَرْفُوعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا شَيْءٌ .

''ان سب میں سے کوئی مرفوع روایت ثابت نہیں۔''

(ردّ المحتار على الدر المختار: ١/٢٩٣)

ہم کہتے ہیں کہ ان روایات کے ''صحیح'' یا ''ضعیف'' ہونے کا فیصلہ تو بعد میں ہوگا، پہلے ان کی سندیں دکھائی جائیں، ورنہ بدعتی تسلیم کریں کہ ان کا ''دین'' بے سند ہے۔

تنبیه :

1. ملا علی قاری حنفی ماتریدی (م۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں :

وَإِذَا ثَبَتَ رَفْعُهٗ عَلَى الصِّدِّيقِ؛ فَيَكْفِي الْعَمَلُ بِهٖ .

''جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک اس کا پہنچنا ثابت ہوگیا ہے تو عمل کرنے کے لیے یہی دلیل کافی ہے۔'' (الموضوعات الكبرٰى، ص : ٢١٠)

تبصره :

پہلے اس کی سند پیش کی جائے، پھر راویوں کی توثیق... بے سروپا بات کا کیا اعتبار؟

2 احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب (۱۳۲۴۔۱۳۹۱ھ) ''انجیل برنباس'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اس میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے روح القدس (نورِ مصطفوی) کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھے کے ناخنوں میں چمکا دیا گیا۔انہوں نے فرطِ محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور انگوٹھوں سے لگایا۔'' ('جاء الحق': ۱/۳۹۸)

تبصرہ:

ہمیں قرآن وحدیث کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے،محرف ومبدل کتابوں کے حوالے وہی ذکر کرتے ہیں،جن کے پاس قرآن وحدیث کی دلیل نہ ہو۔ ذرا امام ابوحنیفہ سے تو اس کا ثبوت فراہم کریں یا کسی ثقہ مسلمان سے باسندِ صحیح ایسا کرنا ثابت کردیں!

نیز احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے،پھر بھی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔'' (''جاء الحق'': ۱/۴۰۱)

ہمارا مطالبہ سند کا ہے،دوسری بات یہ ہے کہ اس مسئلہ کا تعلق فضائل اعمال سے نہیں،بل کہ شرعی احکام سے ہے کہ اذان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک سن کر انگوٹھے چومنے چاہئیں یا نہیں،فضائل کی بات تو بعد میں ہے۔

قارئین کرام! خوب یاد رکھیں کہ دین ''صحیح'' روایات کا نام ہے، فضائل کا تعلق بھی دین سے ہے،جیسا کہ:

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (م۳۵۴ھ) لکھتے ہیں:

وَلَمْ أَعْتَبِرْ ذٰلِكَ الضَّعِيْفَ، لِأَنَّ رِوَايَةَ الْوَاهِي وَمَنْ لَّمْ يَرْوِ سِيَّانِ.

''میں نے اس ضعیف راوی کا اعتبار نہیں کیا، کیوں کہ کمزور راوی کی روایت نہ ہونے کے برابر ہے۔''(الثقات : ۱۵۹/۹)

نیز لکھتے ہیں :

كَأَنَّ مَارَوَى الضَّعِيْفُ وَمَا لَمْ يُرْوَ؛ فِي الْحُكْمِ سِيَّانِ.

''گویا کہ ضعیف کی روایت حکم میں نہ ہونے کے برابر ہے۔''

(المجروحين : ۳۲۸/۱، ترجمة سعيد بن زياد الداري)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ) لکھتے ہیں :

وَلَا فَرْقَ فِي الْعَمَلِ بِالْحَدِيْثِ فِي الْأَحْكَامِ أَوْ فِي الْفَضَائِلِ، إِذًا الْكُلُّ شَرْعٌ.

''احکام یا فضائل میں حدیث پر عمل کرنے میں کوئی فرق نہیں، کیوں کہ دونوں (فضائل اور احکام) شریعت ہی تو ہیں۔''

(تبيين العجب بما ورد في شهر رجب، ص : ۲)

''ضعیف'' حدیث کو کوئی بھی دین نہیں کہتا۔

جناب احمد یار خان نعیمی گجراتی بریلوی صاحب لکھتے ہیں :

''اور اس کو حرام کہنا محض جہالت ہے، جب تک کہ ممانعت کی صریح دلیل نہ ملے، اس کو منع نہیں کر سکتے۔استحباب کے لیے مسلمانوں کا مستحب جاننا ہی کافی ہے، مگر کراہت کے لیے دلیل خاص کی ضرورت ہے۔''(' جاء الحق' : ۳۹۹/۱)

کسی ثقہ مسلمان سے باسندِ صحیح انگوٹھے چومنے کو مستحب کہنا ثابت نہیں۔مدعی پر دلیل

لازم ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ لگتا ہے کہ نعیمی صاحب کو اپنی ذکرکردہ روایات پر اعتبار نہیں ہے، تبھی تو لوگوں کا بے ثبوت عمل پیش کررہے ہیں۔ہم تو اس فعل کو بدعت کہتے ہیں، کیوں کہ اس پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ ممانعت کی صریح دلیل نہیں،اس لیے اس کو ناجائز وبدعت نہیں کہنا چاہیے، یہ قول خود ''محض جہالت'' ہے ، کیوں کہ بدعتیوں کا اپنی ایجاد کردہ بدعات کو آخری سہارا یہی ہوتا ہے ، حالانکہ عبادات اوردین کے متعلق احکام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اجازت سے کیے جاتے ہیں،ممانعت کی بنیاد پرنہیں۔اذن واجازت کو دیکھا جاتا ہے۔اس ''محض جہالت'' پرمبنی بات کو مان لیاجائے کہ ممانعت نہیں آئی،اس لیے جائز ہے تو پھر ہر بدعت والا کام دین کا حصہ قرار پائے گا۔اگر کوئی عیدالفطر سے پہلے اذان کہیجب کہ اس کے بارے میں ممانعت صریح کہیں بھی نہیں ہے،تو کیا وہ مستحب کہلوائے گی؟

علامہ ابوشامہ رحمہ اللہ (۵۹۹۔۶۶۵ھ)فرماتے ہیں:

فَكُلُّ مَنْ فَعَلَ أَمْرًا مُّوْهِمًا أَنَّهُ مَشْرُوْعٌ، وَلَيْسَ كَذٰلِك؛ فَهُوَ غَالٍ فِي دِيْنِهٖ، مُبْتَدِعٌ فِيهِ، قَائِلٌ عَلَى اللّٰهِ غَيْرِ الْحَقِّ بِلِسَانِ مَقَالِهٖ، أَوْ لِسَانِ حَالِهٖ.

''ہر وہ شخص جوکسی کام کومشروع سمجھتے ہوئے کرتا ہے،حالانکہ وہ مشروع نہیں ہوتا تو وہ اپنے دین میں غلو سے کام لینے والا،دین میں بدعت نکالنے والا اور زبانِ قال یا زبانِ حال کے ساتھ اللہ تعالیٰ پرجھوٹ باندھنے والا ہوتا ہے۔''

(الباعث على إنكار البدع والحوادث، ص: ۲۰۔۲۱)

درود کے فوائد وثمرات

ابوسعید

نبی کریم ﷺ کی ہستیٔ اقدس پر درود پیغمبرِ اسلام سے اظہارِ محبت کا بے مثال ومنفرد انداز ہے،تو بے پناہ فوائد وثمرات سے مسلمان کا دامن بھی بھر دیتا ہے۔آیئے شیخ الاسلام ثانی،عالم ربانی ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ کے بیان کردہ کچھ ثمرات جلیلہ پڑھیے:

① اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری حاصل ہوتی ہے۔

② اللہ عزوجل کے ساتھ درود میں موافقت حاصل ہوتی ہے۔ وہ بات الگ ہے کہ ہمارے اور اللہ تعالیٰ کا درود مختلف معانی ومطالب رکھتا ہے۔ کیوں کہ ہمارے درود کا معنیٰ دعا اور سوال ہے اور اللہ تعالیٰ کے درود سے مراد ثنا وشرف بیان کرنا ہے۔

③ درود پڑھنے میں فرشتوں کے عمل کے ساتھ مطابقت نصیب ہوتی ہے۔

④ ایک مرتبہ درود پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے دس رحمتیں عطا کی جاتی ہیں۔

⑤ ایک بار درود پڑھنے سے دس درجات بلند ہوجاتے ہیں۔

⑥ ایک دفعہ درود پڑھنے سے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھ جاتی ہیں۔

⑦ ایک مرتبہ درود پڑھنے سے دس گناہوں مٹا دیے جاتے ہیں۔

⑧ درود سے آغاز کرنے سے دعا شرف قبولیت حاصل کرتی ہے۔

⑨ درود پڑھنے سے روزِ قیامت شفاعتِ رسول کی سعادت نصیب ہوگی۔

⑩ درود گناہوں کی مغفرت کا باعث ہے۔

⑪ درود انسان کے غم والم کا مداوا بن جاتا ہے۔

⑫ درود پڑھنے والا روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ سے قریب تر ہوگا۔

⑬ تنگ دست کے لیے درود صدقہ کے قائم مقام ہے۔

⑭ درود انسانی ضروریات پوری ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔

⑮ درود پڑھنے والوں کو رحمتِ الٰہی اور فرشتوں کی دُعا نصیب ہوتی ہے۔

⑯ درود تزکیہ نفس کا باعث ہے۔

⑰ موت سے پہلے بندہ کو بشارت جنت مل جانے کا سبب ہے۔

⑱ قیامت کی ہولناکیوں سے نجات مل جاتی ہے۔

⑲ مجلس درود سے پاکیزہ ہو جاتی ہے اور روزِ قیامت ایسی محفل باعثِ حسرت نہیں ہوگی۔

⑳ درود شریف سے فقر و فاقہ ختم ہو جاتا ہے۔

㉑ درود شریف پڑھنے والے کو بخل سے نجات مل جاتی ہے۔

㉒ درود پڑھنے سے رسول اللہ ﷺ کی بددعا سے بندہ محفوظ ہو جاتا ہے۔

㉓ درود بندے کو جنت کا راہی بناتا ہے۔

㉔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی کریم پر درود سے شروع کی جانے والی کلام پایہ تکمیل تک پہنچتی ہے۔

㉕ درود خواں کی ذات خاص اور عمل و عمر و دیگر اسباب ومصالح میں برکت کا باعث ہے۔ کیوں کہ درود خواں کی دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور ان کی آل پر برکت فرمائے۔ یہ دعا بہرحال مستجاب ہے اور جنس کے موافق جزا دی جاتی ہے۔

㉖ درود اللہ تعالیٰ کی رحمت پانے کا ذریعہ ہے۔ کیوں کہ صلوٰۃ کا معنیٰ یا تو رحمت ہے ۔ یا رحمت صلوٰۃ کے لوازم وموجبات میں سے ہے، بہرحال اس سے رحمت الٰہیہ درود

خواں پر نازل ہوتی ہے۔

درود رسول اللہ ﷺ کی محبت کے دوام و اضافے کا سبب ہے۔ یہ صفت مراتب ایمان میں سے ایک مرتبہ ہے جس کے بغیر ایمان کامل و اکمل نہیں ہوتا۔ کیوں کہ انسان جس قدر زیادہ محبوب کا ذکر کرے، محبوب اور اس کی خوبیوں کو یاد رکھے گا اور ان مضامین کو جو محبت بھڑکا دینے والے ہیں پیش نظر رکھے گا، اسی قدر اس کی محبت بڑھے گی اور شوق کامل ہوگا۔ حتیٰ کہ تمام دل پر چھا جائے گا۔ لیکن جب ذکر چھوڑ دے اور اس کے محاسن کو دل میں جگہ نہ دے تب محبت کم ہو جائے گی۔

جس طرح آنکھ کی ٹھنڈک محبوب کا دیدار ہے، اسی طرح دل کی تسکین اس کی اور اس کے محاسن کی یاد ہے۔ جب یہ صفت دل میں جگہ پکڑ لیتی ہے تو زبان خود بہ خود مدح اور ثنا میں جاری ہو جاتی ہے اور محبوب کی تعریف و محامد برابر بیان کیا کرتی ہے اور اس صفت میں کمی و بیشی اصل محبت کی کمی بیشی کے موافق ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ حس و مشاہدہ اس پر شاہد ہے۔

درود خوانی انسان کی ہدایت اور حیات قلب کا سبب ہے۔ کیوں کہ جس قدر زیادہ درود پڑھے گا اور ذکر مبارک اس کی زبان پر آئے گا۔ اسی قدر محبت بھی دل پر غالب آ جائے گی۔ یہاں تک کہ دل میں کوئی شے ایسی باقی نہ رہ جائے گی جو آپ کے اوامر کا معارضہ کرے یا آپ کی تعلیم پر شک ہونے دے۔ بل کہ نبی کریم ﷺ کی ہدایات اور تعلیمات اس کے دل پر روشن تحریر کے ساتھ لکھی جاتی ہیں اور جس قدر وہ آپ کے احوال میں غور کرتا ہے۔ اتنا ہی گویا لوح دل کی اس تحریر کو پڑھتا رہتا اور اس سے ہمیشہ ہدایت و فلاح اور انواع علوم کا اقتباس کرتا رہتا ہے۔ اب جس قدر اس کی بصیرت بڑھتی اور قوت معرفت زیادہ ہوتی جاتی ہے، اسی قدر

زیادہ درود شریف کو بڑھاتا رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اہل علم و عارفین سنت و ہدایت نبوی اور متبعین احکام کی درود خوانی اور ہے، جب کہ عام لوگوں (جو سنت سے سرتابی کرنا اور شور مچانا ہی جانتے ہیں) کی درود خوانی اور قسم کی ہے۔ کیوں کہ ان کو جس قدر زیادہ تعلیم نبوی کی معرفت حاصل ہوتی جائے گی، اسی قدر ان کی محبت بھی بڑھتی جائے گی۔ اور اسی قدر ان پر درود شریف کی حقیقت جو اللہ تعالیٰ کا مطلوب ہے کھلتی جائے گی۔ اور اس حقیقت کا عرفان ہوتا جائے گا۔

یہی حال ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر کا کہ جس قدر زیادہ بندوں کو عرفان ہوگا اور جس قدر زیادہ اس میں اطاعت اور محبت کا مادہ ہوگا۔ اسی قدر اس کے ذکر کو غافلین کے ذکر سے امتیاز حاصل ہوگا۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے صرف خبر سے نہیں۔ دیکھیے، ایک تو وہ شخص ہے جو جوش محبت سے محبوب کی صفات کا ذکر اور اس کی ثناء وتمجید کرتا ہے جس کے دل پر محبت قبضہ کئے ہوئے ہے اور ایک وہ ہے جو صرف قرائن سے ذکر کرتا ہے یا ایسے لفظ بولتا ہے جن کے معنی وہ نہیں جانتا۔ وہ تعریف کرتا ہے مگر زبان کے ساتھ دل موافقت نہیں رکھتا۔ ان دونوں میں جو تفاوت ہوسکتا ہے، وہ ظاہر ہے۔ ٹھیک وہی فرق ہوگا جو اجرت پر رونے والی اور پسر مردہ پر رونے والی میں فرق ہوتا ہے۔

الغرض رسول اللہ ﷺ کا ذکر اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی یاد اور اللہ تعالیٰ کی حمد، اس نعمت پر کہ آپ ﷺ کو ہمارا سردار بنایا اور آپ کی رسالت سے جملہ مخلوقات پر احسان عظیم فرمایا، یہ وجود کی زندگی اور دل کی حیات ہے۔

درود خوانی ایسی سعادت ہے کہ درود خواں کا نام و ذکر نبی کریم ﷺ کے حضور میں کیا جاتا

ہے اور اہل ایمان کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوسکتی ہے کہ اس دربار عالی میں اس کا نام لیا جائے؟

درود پڑھنا حقوقِ رسول میں شامل ہے۔وہ بات الگ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حقوق کے مقابلے میں یہ انتہائی کم ہے اور اس نعمت کی شکر گزاری میں شمار ہوتا ہے جو بعثتِ نبوی سے ہمیں ملی ہے۔ گو نبی کریم ﷺ کے حقوق و استحقاق اس قدر ہیں کہ ان پر کوئی شخص علم و قدرت اور ارادہ سے احاطہ نہیں کرسکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ہے کہ بندوں کی جانب سے اس تھوری سی شکر گذاری اور ادائے حق پر خوشنودی کا اظہار فرما دیا ہے۔

درود کا پڑھنا ذکر الٰہی اور شکر ربانی اور اس نعمت و احسان کی معرفت کا ضامن ہے جو نبی کریم ﷺ کی رسالت سے بندوں پر فرمایا ہے۔ پس درود خواں کے درود میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی ہے اور رسول کریم ﷺ کا بھی اور التجا بھی کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ ایسی جزا عطا فرمائے جو آپ ﷺ کے شایانِ شان ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے اسما و صفات کی پہچان کرائی۔ نیز اللہ تعالیٰ کی مرضیات و خوشنودی کے طریق بتلائے اور لوگوں کو خبردار کیا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنے اور سامنے حاضر ہونے کے بعد ہمارے ساتھ کیا کچھ معاملہ ہوگا۔ تو گویا درود تمام ایمان پر حاوی ہے اور اسی میں وجود رب کا، جسے درود خواں پکار رہا ہے، اقرار بھی شامل ہے اور علم و سمع، قدرت و ارادہ اور دیگر صفات و کلام و ارسال رسول کی شہادت و تسلیم بھی ہے اور اسی میں نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا ان سب امور کی علم و تصدیق کا ضامن اور نبی ﷺ کی محبت کا مظہر ہے۔

صف بندی،ضرورت واہمیت

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

نماز کے لیے صفوں کو سیدھا کرنا،صفوں کے درمیان فاصلہ کم رکھنا،صف میں کندھوں کو برابر رکھنا ، ٹخنے سے ٹخنا ملانا اور پاؤں کے ساتھ پاؤں ملانا واجب ہے۔صحابہ کرام اور ائمہ سلف صالحین ہمیشہ اس کے عامل رہے ہیں۔احادیثِ رسول میں صف بندی کے بارے میں احکامات بڑی تاکید سے بیان ہوئے ہیں، ملاحظہ فرمائیں :

① سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ایک حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فَقَالَ : «أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟»، فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟، قَالَ : «يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْأُوَلَ، وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ» .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم اس طرح کیوں صفیں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے ہاں صفیں بناتے ہیں؟ ہم نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول! فرشتے اپنے رب کے ہاں کیسے صفیں بناتے ہیں ؟ فرمایا : وہ پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں ایک دوسرے سے یوں مل کر کھڑے ہوتے ہیں کہ درمیان میں کوئی فاصلہ باقی نہیں رہتا۔''(صحیح مسلم : ۱/۱۸۰، ح : ٤٣٠)

② سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلَاةِ، وَيَقُولُ : «اسْتَوُوا وَلَا تَخْتَلِفُوا، فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ»، --- قَالَ أَبُو

مَسْعُودٍ : فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ أَشَدُّ اخْتِلَافًا .

''رسول اللہ ﷺ نماز (کی صفوں) میں ہمارے کندھوں کو ہاتھوں سے برابر کرتے اور فرماتے : سیدھے ہو جاؤ ، ٹیڑھے نہ ہو جاؤ ، ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔۔۔ابومسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آج تم (صفوں کی درستی میں سستی کی بناء پر) سخت اختلاف کا شکار ہو۔''(صحیح مسلم : ۱۸۱/۱، ح : ٤٣٢)

معلوم ہوا کہ صفیں ٹیڑھی ہوں تو اس کی سزا میں دل بھی ٹیڑھے ہو جاتے ہیں ، مودّت و محبت ختم ہو جاتی ہے ، دشمنی اور عداوت گھر کر جاتی ہے ، دلوں کو بغض ، حسد اور عناد جیسی مہلک بیماریاں گھیر لیتی ہیں ، بھائی بھائی کا دشمن بن جاتا ہے ، دوستی رنجشوں میں بدل جاتی ہے ، دلوں میں ایسی پھوٹ پڑتی ہے کہ ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنا گوارا نہیں ہوتا۔ آج بھی اختلاف و انتشار کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ حدیث کو فیصل و حاکم مان کر اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ائمہ مساجد اپنی ذمہ داری سے غافل ہیں،صفوں کی درستی پر توجہ نہیں دیتے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ روز قیامت ضرور پوچھے گا۔امام کو اس وقت تک نماز شروع نہیں کرنی چاہیے،جب تک صفیں درست نہ ہو جائیں۔

③ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، بیان کرتے ہیں :

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَّاحِيَةٍ إِلٰى نَاحِيَةٍ، يَمْسَحُ صُدُورَنَا وَمَنَاكِبَنَا، وَيَقُولُ : «لَا تَخْتَلِفُوا، فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ» .

''رسول اللہ ﷺ صف میں داخل ہوتے اور ایک جانب سے دوسری جانب تک جاتے۔اس دوران آپ ﷺ ہمارے سینوں اور کندھوں کو ہاتھوں سے درست کرتے

اور فرماتے : ٹیڑھے نہ ہوا کرو، ورنہ تمہارے دل ٹیڑھ کا شکار ہو جائیں گے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٢٨٥/٤؛ سنن أبي داوٗد : ٦٦٤؛ سنن النسائي : ٨١٢؛ سنن ابن ماجه : ٩٩٧ متختصرا، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن جارود (٣١٦)، امام ابن خزیمہ(١٥٥٦) اور امام ابن حبان (٢١٦١) رحمہم اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (٢٢٣۔٣١١ھ) اس حدیث پر یوں تبویب فرماتے ہیں :

بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَرْكِ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ، تَخَوُّفًا لِّمُخَالَفَةِ الرَّبِّ عَزَّ وَجَلَّ بَيْنَ الْقُلُوبِ .

''صفوں کی درستی میں سستی کے بارے میں سخت وعید کا بیان کہ اللہ رب العزت کی طرف سے دلوں میں دوری ڈال دیے جانے سے ڈرنا چاہیے۔''

(صحيح ابن خزيمة : ٢٤/٣)

④ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں :

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا حَتّٰى كَأَنَّمَا يُسَوِّي بِهَا الْقِدَاحَ، حَتّٰى رَاٰى أَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ، ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا، فَقَامَ حَتّٰى كَادَ يُكَبِّرُ، فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهٗ مِنَ الصَّفِّ، فَقَالَ : «عِبَادَ اللّٰهِ، لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ» .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں اتنی سیدھی کرتے رہے کہ گویا ان صفوں کے ذریعے تیروں کو سیدھا کرتے ہوں،حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ہم یہ بات سمجھ گئے ہیں۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور قریب تھا کہ نماز کے لیے تکبیر کہہ

دیں۔اچانک آپ کی نظر مبارک ایک ایسے شخص پر پڑی جو صف سے اپنے سینے کو باہر نکالے ہوئے تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بندو! تم ضرور اپنی صفوں کو درست کرلو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تمارے چہروں میں اختلاف (دشمنی) ڈال دے گا۔''

(صحیح مسلم: ۱۸۲/۱، ٤٣٦)

اس حدیث کی رو سے صفوں کا سیدھا کرنا نہایت ضروری ہے، صفیں کج اور ٹیڑھی نہ ہوں، کیونکہ صفوں کا ٹیڑھا پن باہمی پھوٹ، اختلاف قلوب اور باطنی کدورت کا موجب ہے۔ جب تک صف بندی درست نہ ہو، تب تک نماز شروع نہیں کرنی چاہیے۔

⑤ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ، أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ» .

''تم ضرور اپنی صفوں کو سیدھا کرلو گے، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں مخالفت (عداوت) ڈال دے گا۔''(صحیح البخاری: ٧١٧، صحیح مسلم: ٤٣٦)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۳۸۴۔۴۵۶ھ) اس وعید کے بارے میں فرماتے ہیں:

هٰذَا وَعِيدٌ شَدِيدٌ، وَالْوَعِيدُ لَا يَكُونُ إِلَّا فِي كَبِيرَةٍ مِّنَ الْكَبَائِرِ .

''یہ سخت وعید ہے اور وعید ہمیشہ کسی کبیرہ گناہ کے بارے میں ہوتی ہے۔''

(المحلّٰی لابن حزم: ٥٥/٢، مسئلة: ٤١٥)

⑥ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا صَلَّيْتُمْ؛ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ» .

''جب تم (باجماعت) نماز پڑھو تو اپنی صفوں کو درست کیا کرو۔''

(صحیح مسلم: ١٧٤/١، ح: ٤٠٤)

⑦ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«رُصُّوا الصُّفُوفَ، لَا يَتَخَلَّلُكُمْ مِّثْلُ أَوْلَادِ الْحَذَفِ»، قِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا أَوْلَادُ الْحَذَفِ؟ قَالَ : «غَنَمٌ سُودٌ صِغَارٌ، يَكُونُ بِالْيَمَنِ» .

''تم صفوں کو اچھی طرح ملایا کرو، تمہارے درمیان سے حذف کے بچوں کی طرح کی چیزیں نہ گزر سکیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ حذف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: چھوٹی سی بکری جو کہ یمن میں پائی جاتی ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٣٥١/١؛ مسند السراج : ٧٥٨؛ المستدرك على الصحيحين للحاكم : ٢١٧/٣، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بخاری ومسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔

⑧ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي يَعْنِي صُفُوفَنَا إِذَا قُمْنَا لِلصَّلَاةِ، فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ ـ

''جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو سیدھا کرتے۔ جب ہم سیدھے ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تکبیر کہتے۔''

(سنن أبي داوٗد : ٦٦٥؛ صحيح أبي عوانة : ١٣٨، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(خلاصة الأحكام للنووي : ٢٤٧٠)

⑨ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَقِيمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلَاةِ، فَإِنَّ إِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ

الصَّلَاةِ» .

''تم نماز میں صف کو قائم رکھا کرو کیونکہ صف کو قائم کرنا نماز کا حسن ہے۔''

(صحیح البخاری : ۷۲۲؛ صحیح مسلم : ٤٣٥)

⑩ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

«سَوُّوا صُفُوفَكُمْ، فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ» .

''تم صفوں کو درست کیا کرو کیونکہ صفوں کی درستی سے نماز قائم ہوتی ہے۔''

(صحيح البخاري : ۱۰۰/۱، ح : ۷۲۳؛ صحيح مسلم : ۱۸۱/۱، ح : ٤٣٣)

صف کا برابر اور سیدھا کرنا نماز قائم کرنے میں داخل ہے،صفوں کا ٹیڑھا ہونا نماز میں موجب نقصان ہے۔

⑪ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

«أَحْسِنُوا إِقَامَةَ الصُّفُوفِ فِي الصَّلَاةِ» .

''نماز میں صفوں کی درستی اچھی طرح سے کیا کرو۔''

(مسند الإمام أحمد : ٤٨٥/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۱۷۹) نے اس حدیث کو''صحیح'' قرار دیا ہے۔

⑫ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ : «أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُّوا، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَاءِ ظَهْرِي» .

''ایک دن نماز کی اقامت ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رُخِ انور ہماری

طرف پھیرا اور فرمایا: تم صفوں کو مکمل کرو اور خوب مل کر کھڑے ہوا کرو۔ میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔''(صحيح البخاري: ١/١٠٠، ح: ٧١٩)

⑬ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَاءِ ظَهْرِي»، وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ، وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ.

''تم اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔ میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ پھر ہم میں سے ہر آدمی اپنے ساتھی کے کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں چپکا لیتا تھا۔''

(صحيح البخاري: ١/١٠٠، ح: ٧٢٥)

بتائیے کہ جو لوگ صرف انگلی کے ساتھ انگلی ملاتے ہیں ان کا عمل حدیث کے موافق ہے یا مخالف؟

علامہ، ابوالحسن، عبید اللہ بن عبد السلام، مبارک پوری رحمہ اللہ (م: 1414ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ ذٰلِكَ يَدُلُّ دَلَالَةً وَّاضِحَةً عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِإِقَامَةِ الصَّفِّ وَتَسْوِيَتِهٖ؛ إِنَّمَا هُوَ اعْتِدَالُ الْقَائِمِينَ عَلٰى سَمْتٍ وَّاحِدٍ، وَسَدُّ الْخَلَلِ وَالْفُرُجِ فِي الصَّفِّ بِإِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ، وَعَلٰى أَنَّ الصَّحَابَةَ فِي زَمَنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ، وَأَنَّ الْعَمَلَ بِرَصِّ الصَّفِّ وَإِلْزَاقِ الْقَدَمِ بِالْقَدَمِ وَسَدِّ الْخَلَلِ كَانَ فِي الصَّدْرِ الْأَوَّلِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَتَبَعِهِمْ، ثُمَّ تَهَاوَنَ النَّاسُ بِهٖ.

''یہ سارے الفاظ واضح طور پر بتاتے ہیں کہ صفوں کی درستی سے مراد نمازیوں کا

ایک سیدھ میں کھڑا ہونا، نیز کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملا کر خالی جگہوں کو پُر کرنا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد میں صحابہ کرام ایسا کرتے تھے اور صف کو اچھی طرح ملانے اور پاؤں سے پاؤں چمٹانے کا عمل اسلام کے صدرِ اول، یعنی صحابہ وتابعین میں موجود تھا، لیکن بعد میں لوگوں نے اس میں سستی شروع کر دی۔''(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح : 5/4)

جناب انور شاہ کشمیری، دیوبندی صاحب کہتے ہیں :

اَلْمُرَادُ بِإِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ الْأَرْبَعَةِ أَنْ لَّا يَتْرُكَ فِي الْبَيْنِ فُرْجَةً تَسَعُ فِيهَا ثَالِثًا، ـــ، وَلَمْ أَجِدْ عِنْدَ السَّلَفِ فَرْقًا بَيْنَ حَالِ الْجَمَاعَةِ وَالِانْفِرَادِ فِي حَقِّ الْفَصْلِ بَيْنَ قَدَمَيِ الرَّجُلِ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَفْصِلُونَ بَيْنَ قَدَمَيْهِمْ فِي حَالِ الْجَمَاعَةِ أَزْيَدَ مِنْ حَالِ الِانْفِرَادِ، وَهٰذِهِ الْمَسْأَلَةُ أَوْجَدَهَا غَيْرُ الْمُقَلِّدِينَ فَقَطْ، وَلَيْسَ عِنْدَهُمْ إِلَّا لَفْظُ الْإِلْزَاقِ، وَلَيْتَ شَعْرِي، مَاذَا يَفْهَمُونَ مِنْ قَوْلِهِمْ الْبَاءُ لِلِالْتِصَاقِ، ثُمَّ يُمَثِّلُونَهُ : مَرَرْتُ بِزَيْدٍ، فَهَلْ كَانَ مُرُورُهُ بِهِ مُتَّصِلًا بَعْضُهُ بِبَعْضٍ أَمْ كَيْفَ مَعْنَاهُ، ـــ، وَفِي مَسَائِلِ التَّعَامُلِ لَا يُؤْخَذُ بِالْأَلْفَاظِ،ـــ، لَمَّا لَمْ نَجِدِ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ يُفَرِّقُونَ فِي قِيَامِهِمْ بَيْنَ الْجَمَاعَةِ وَالِانْفِرَادِ؛ عَلِمْنَا أَنَّهُ لَمْ يُرِدْ بِقَوْلِهِ إِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ إِلَّا التَّرَاصَّ وَتَرْكَ الْفُرْجَةِ، ثُمَّ فَكِّرْ فِي نَفْسِكَ وَلَا تَعْجَلْ أَنَّهُ هَلْ يُمْكِنُ إِلْزَاقُ الْمَنْكِبِ مَعَ إِلْزَاقِ الْقَدَمِ إِلَّا بَعْدَ مُمَارَسَةٍ

شَاقَّةٍ، وَلَا يُمْكِنُ بَعْدَهُ أَيْضًا، فَهُوَ إِذَنْ مِنْ مُّخْتَرَعَاتِهِمْ، لَا أَثَرَ لَهُ فِي السَّلَفِ.

''فقہاے اربعہ کے نزدیک کندھے سے کندھا ملانے کا مطلب یہ ہے کہ دو نمازیوں کے درمیان اتنی جگہ نہ چھوڑی جائے کہ کوئی تیسرا وہاں کھڑا ہو سکے۔ مجھے سلف کے ہاں ایسا کوئی فرق نہیں ملا جو آدمی اپنے دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ اکیلے نماز پڑھتے ہوئے اور جماعت میں کھڑا ہوتے ہوئے ملحوظ رکھے۔ سلف صالحین جماعت کی صورت میں اپنے دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ انفرادی نماز سے زیادہ نہیں رکھتے تھے۔ یہ مسئلہ صرف غیر مقلدین نے ایجاد کیا ہے۔ ان کے پاس اس سلسلے میں صرف لفظِ الزاق (جو کہ احادیث میں وارد ہوا ہے اور اس کا معنیٰ ایک نمازی کا دوسرے نمازی سے پاؤں اور کندھا چمٹانا) ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ غیر مقلدین یہ کہہ کر کیا مراد لیتے ہیں کہ باء الصاق (ملاپ کے معنیٰ) کے لیے ہوتی ہے۔ پھر وہ الصاق کی مثال یہ دیتے ہیں کہ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ (میں زید کے پاس سے گزرا)۔ کیا ان گزر اس طرح ہوا کہ ان میں سے ایک دوسرے کے ساتھ مل گیا یا کیا معنیٰ ہو گا؟ تعامل والے مسائل میں الفاظ کو اختیار نہیں کیا جاتا۔ جب ہمیں صحابہ وتابعین جماعت میں قیام انفرادی قیام سے الگ نوعیت کا نہیں کرتے تھے، تو معلوم ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے لفظِ الزاق بول کر صرف صف کو اچھی طرح ملانا اور خالی جگہ کو پُر کرنا مراد لیا ہے۔ پھر آپ جلدی کیے بغیر دل میں غور کریں کہ کندھے سے کندھا ملانا بغیر سخت مشقت کے ممکن نہیں، بل کہ مشقت کے بعد بھی یہ ممکن نہیں۔ لہٰذا یہ غیر مقلدین کی گھڑی ہوئی باتوں میں سے ایک ہے۔ سلف میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔'' (فيض الباري : 302/2)

کشمیری دیوبندی صاحب کی عبارت سے یہ باتیں سمجھ میں آتی ہیں :

① فقہائے اربعہ کے نزدیک کندھے سے کندھا ملانے کا مطلب حقیقی طور پر کندھے سے کندھا ملانا نہیں، بل کہ دو نمازیوں کا باہم قریب ہو کر کھڑا ہونا ہے۔البتہ وہ آپس میں اتنا فاصلہ چھوڑ سکتے ہیں کہ کوئی تیسرا شخص درمیان میں کھڑا نہ ہو سکے۔

لیکن یہ بات ائمہ دین پر جھوٹ ہے۔کسی ایک بھی امام سے ایسا ثابت نہیں۔

② سلف صالحین میں کوئی ایک بھی ایسا شخص نہیں تھا جو جماعت میں اپنے پاؤں کا فاصلہ انفرادی نماز سے زیادہ رکھتا ہو، جب کہ غیر مقلدین ایسا کرنے کو کہتے ہیں۔

یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔اہل حدیث انفرادی اور باجماعت دونوں حالتوں میں اپنے کندھوں کے حساب سے پاؤں کھولنے کا کہتے ہیں اور اسی طرح صف بندی درست ہوتی ہے۔نہ کندھے سے کندھا ملانے کے لیے پاؤں میں زیادہ فاصلہ ضروری ہے، نہ اہل حدیث نے کبھی ایسا کہا اور کیا۔

③ اہل حدیث کے پاس صرف لفظِ الزاق ہی ہے، جسے وہ کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملانے پر پیش کرتے ہیں۔

یہ بھی سو فیصد غلط بیانی ہے، کیوں کہ لفظِ الزاق کے ساتھ ساتھ تَرَاصُّوا (باہم چپک جاؤ) اور سُدُّوا الْخَلَلَ (خالی جگہیں کو پُر کرو) وغیرہ کے الفاظ بھی اسی معنیٰ پر واضح دلالت کرتے ہیں، جن کا اثبات خود کشمیری صاحب نے بھی کر دیا ہے۔

④ کندھے سے کندھا ملانے والی حدیث میں باء الصاق (ملاپ) کے لیے ہے، جس کی مثال مَرَرْتُ بِزَيْدٍ (میں زید کے پاس سے گزرا) ہے۔کیا کوئی کسی کے پاس سے گزرتا ہے تو ان کا جسم بھی باہم ملتا ہے؟

یہ محض دھوکا دہی ہے۔اہل علم نے الصاق کی مثال صرف یہی ذکر نہیں کی، جو کشمیری صاحب نے بیان کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ الصاق مجازی کی مثال ہے، جب کہ الصاق حقیقی کی مثالیں کشمیری صاحب ہڑپ کر گئے ہیں، جیسے بِهٖ دَاءٌ (اسے بیماری لگی ہے)۔ کیا بیماری کسی انسان کے جسم سے چمٹی نہیں ہوتی؟ حدیث میں پاؤں سے پاؤں اور کندھے سے کندھا ملانے کے ذکر میں جو بائے الصاق ہے، وہ بھی الصاقِ حقیقی کے لیے ہے۔

⑤ صف بندی پر امت کا تعامل ہے اور وہ صرف افراد کے باہمی ایک سمت میں کھڑے ہونے پر ہے، لہٰذا حدیث کے الفاظ کی بجائے تعامل ہی معتبر ہے۔

یہ بات بھی دیانتِ علمی کے خلاف ہے، کیوں کہ صحابہ وتابعین کا عمل تو صحیح احادیث کی روشنی میں یہی تھا کہ وہ باہم پاؤں کے ساتھ پاؤں اور کندھے سے کندھا اچھی طرح ملاتے تھے۔ ہر دور میں اہل حق اس پر عمل کرتے آئے ہیں۔اہل حدیث کی مساجد میں آج بھی یہ سنت زندہ ہے۔ نہ معلوم کس تعامل کی بات کشمیری صاحب کر رہے ہیں؟

⑥ کندھے سے کندھا حقیقی طور پر ملانا بہت مشقت والا، بل کہ ناممکن کام ہے۔ یہ غیر مقلدین کی گھڑنت ہے۔

اہل حق اور سنت کے شیدائیوں کے لیے یہ قطعاً مشکل نہیں اور سو فی صد ممکن ہے۔ ہم الحمد للہ اس سنت پر ہمیشہ عمل کرتے ہیں اور بغیر مشقت کے اس پر عمل ممکن ہوتا ہے۔جن کے دل سنت سے تنگ ہوں، ان کو یہ عمل سخت مشکل اور تکلیف دہ محسوس ہوتا ہے۔

ایک پیاری سنت کو ناقابل عمل قرار دینے کی یہ سازش بحمد اللہ ناکام ہو گئی ہے۔

علامہ، عبیداللہ بن عبد السلام، مبارک پوری رحمہ اللہ (م : 1414ھ)، کشمیری صاحب کا ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حَمْلُ الْإِلْزَاقِ هُنَا عَلَى الْمَجَازِ يَحْتَاجُ إِلٰى قَرِينَةٍ، وَتَفْسِيرُهٗ بِأَنْ لَّا

يُتْرَكَ فِي الْبَيْنِ فُرْجَةٌ تَسعُ فِيهَا ثَالِثًا؛ لَا أَثَارَةَ عَلَيْهِ مِنْ دَلِيلٍ، لَا مِنْ مَّنْقُولٍ وَّلَا مِنْ مَّعْقُولٍ، وَلَا يُوجَدُ هٰهُنَا أَدْنٰى قَرِينَةٍ وَّأَضْعَفُ أَثَرٍ يَّدُلُّ عَلٰى هٰذَا الْمَعْنٰى اَلْبَتَّةَ، فَهُوَ إِذًا مِّنْ مُّخْتَرَعَاتِ هٰذَا الْمُقَلِّدِ الَّذِي جَعَلَ السُّنَّةَ بِدْعَةً، وَالْبِدْعَةُ أَي تَرْكُ الْإِلْزَاقِ بِإِبْقَاعِ الْفُرْجَةِ وَعَدَمِ الْتِضَامِ سُنَّةٌ، ثُمَّ لَمْ يَكْتَفِ بِذٰلِكَ، بَلْ تَجاسَرَ، فَنَسَبَ مَا اخْتَرَعَهُ إِلَى الْفُقَهَاءِ الْأَرْبَعَةِ، ثُمَّ أَقُولُ : مَا الدَّلِيلُ مِنَ السُّنَّةِ أَوْ عَمَلِ الصَّحَابِيِّ عَلٰى تَحْدِيدِ الْفَصْلِ بَيْنَ قَدَمَي الْمُصَلِّي بِأَنْ يَّكُونَ قَدَرَ أَرْبَعِ أَصَابعَ أَوْ قَدَرَ شِبْرٍ فِي حَالِ الِانْفِرَادِ وَالْجَمَاعَةِ كِلْتَيْهِمَا، وَالْحَقُّ أَنَّ الشَّارِعَ لَمْ يُعَيِّنْ قَدَرَ التَّفْرِيجِ بَيْنَ قَدَمَي الْمُصَلِّي رَاحَةً لَّهُ وَشَفَقَةً عَلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ يَخْتَلِفُ ذٰلِكَ بِاخْتِلَافِ حَالِ الْمُصَلِّي فِي الْهَزَالِ وَالسَّمَنِ وَالْقُوَّةِ وَالضُّعْفِ، فَالظَّاهِرُ أَنَّهُ يَفْصِلُ بَيْنَ قَدَمَيْهِ فِي الْجَمَاعَةِ قَدَرَ مَا يَسْهَلُ لَهُ سَدُّ الْفَرَجِ وَالْخَلَلِ، وَإِلْزَاقُ مَنْكِبِهِ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمِهِ بِقَدَمِهِ مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ وَّمَشَقَّةٍ، ثُمَّ إِنَّهُ لَيْسَ عِنْدَنَا لَفْظُ الْإِلْزَاقِ فَقَطْ، بَلْ هُنَا لَفْظُ التَّرَاصِّ، وَسَدِّ الْخَلَلِ، وَالنَّهْيِ عَنْ تَرْكِ الْفُرْجَةِ لِلشَّيْطَانِ، وَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْ ذٰلِكَ يُؤَكِّدُ حَمْلَ الْإِلْزَاقِ عَلٰى مَعْنَاهُ الْحَقِيقِيِّ، وَمَاذَا كَانَ لَوْكَانَ هُنَا لَفْظُ الْإِلْزَاقِ فَقَطْ، وَقَدِ اعْتَرَفَ هُوَ فِي آخِرِ كَلَامِهِ أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ التَّرَاصُّ وَتَرْكُ الْفُرْجَةِ، وَهٰذَا هُوَ الَّذِي نَقُولُهُ، وَلَا

يَحْصُلُ التَّرَاصُّ وَالتَّوَقِّي عَنِ الْفُرْجَةِ إِلَّا بِأَنْ يُّلْصِقَ الرَّجُلُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمِهٖ بِقَدَمِهٖ حَقِيقَةً، وَلَيْتَ شَعْرِي، مَاذَا يَقُولُ هُوَ فِي مِثَالِ الْإِلْصَاقِ الْحَقِيقِيِّ، وَهُوَ قَوْلُهُمْ: بِهٖ دَاءٌ، ثُمَّ مَاذَا يَقُولُ فِي قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَلْزَقَ الْخِتَانَ بِالْخِتَانِ؛ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ»، وَالسُّنَّةُ الصَّحِيحَةُ الْمُحْكَمَةُ حُجَّةٌ وَّقَاضِيَةٌ عَلَى التَّعَامُلِ، لَا أَنَّ التَّعَامُلَ قَاضٍ عَلَى السُّنَّةِ، لَا فَرْقَ عِنْدَنَا فِي ذٰلِكَ بَيْنَ عَمَلِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَبَيْنَ عَمَلِهِمْ وَعَمَلِ غَيْرِهِمْ مِّنَ الْبِلَادِ الْإِسْلَامِيَّةِ، مَعَ أَنَّ عَمَلَ الْمُسْلِمِينَ فِي الزَّمَنِ النَّبَوِيِّ وَعَمَلَ الْخُلَفَاءِ وَسَائِرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ بَعْدَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى التَّرَاصِّ وَالْتِصَامِ وَعَدَمِ إِبْقَاءِ الْفُرْجَةِ مُطْلَقًا، وَلَا يُعْتَدُّ بِعَمَلِ النَّاسِ بَعْدَ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ، وَلَا يَكُونُ أَدْنٰى مَشَقَّةٍ فِي إِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ مَعَ إِلْزَاقِ الْقَدَمِ بِالْقَدَمِ، فَنَحْنُ نَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي الْجَمَاعَةِ عَمَلًا بِالْحَدِيثِ وَاتِّبَاعًا لِلسُّنَّةِ مِنْ غَيْرِ مُمَارَسَةٍ وَّكُلْفَةٍ، وَمِنْ غَيْرِ أَنْ نُّفَرِّجَ بَيْنَ الْقَدَمَيْنِ أَزْيَدَ مِمَّا نُفَرِّجُ فِي حَالِ الْاِنْفِرَادِ، لٰكِنْ لَّا يَسْهُلُ ذٰلِكَ إِلَّا عَلٰى مَنْ يُّحِبُّ السُّنَّةَ وَصَاحِبَهَا، وَيَتْرُكُ التَّحَيُّلَ لِتَرْكِ الْعَمَلِ بِهَا، وَأَمَّا الْمُقَلِّدُ الَّذِي عَمَتْ بَصِيرَتُهٗ، فَيَشُقُّ عَلَيْهِ كُلُّ سُنَّةٍ؛ إِلَّا مَا كَانَ مُوَافِقًا لِّهَوَاهُ، هَدَى اللّٰهُ تَعَالٰى هٰؤُلَاءِ

الْمُقَلِّدِينَ، وَوَفَّقَهُمْ لِلْعَمَلِ بِالسُّنَنِ النَّبَوِيَّةِ الصَّحِيحَةِ الثَّابِتَةِ، وَتَرْكِ التَّأْوِيلِ وَالتَّحْرِيفِ .

''یہاں الزاق کو مجازی معنیٰ پر محمول کرنا قرینے کا محتاج ہے۔اور الزاق کی یہ تفسیر کرنا کہ دو نمازیوں کے درمیان اتنی جگہ نہ چھوڑی جائے کہ کوئی تیسرا کھڑا ہو سکے، اس پر کوئی شرعی و عقلی دلیل نہیں۔ یہاں اس معنیٰ پر محمول کرنے کے لیے کوئی ادنیٰ سا قرینہ اور کوئی کمزور ترین شائبہ بھی قطعاً موجود نہیں۔یوں یہ اس مقلد کی گھڑنت ہے جس نے سنت کو بدعت بنا چھوڑا ہے۔بدعت یہ کہ باہم خالی جگہ چھوڑنا، آپس میں نہ ملنا اور الزاق پر عمل نہ کرنا اس کے نزدیک سنت ہے۔پھر اسی پر بس نہیں کی، بل کہ جسارت کرتے ہوئے اپنی گھڑی ہوئی کہانی کو ائمہ اربعہ پر تھوپ دیا۔ میں کہتا ہوں کہ سنت ِرسول ﷺ یا صحابہ کرام کے عمل سے کون سی دلیل ہے جو انفرادی اور جماعت کی حالت میں نمازی کے دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں یا ایک بالشت برابر فاصلے کی حد بندی کرتی ہے؟ حق بات تو یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شفقت و نرمی کرتے ہوئے نمازی کے پاؤں کے مابین فاصلے کو معین نہیں کیا۔ کیوں کہ یہ فاصلہ نمازی کی حالت کے مطابق بدلتا رہتا ہے، جیسا کہ کوئی نمازی پتلا، کوئی موٹا، کوئی مضبوط اور کوئی کمزور ہوتا ہے۔ظاہر ہے کہ نمازی اپنے پاؤں کو جماعت میں اتنا کھولے گا کہ اس کے لیے بغیر تکلف و مشقت کے خالی جگہ کو ختم کرنا اور ساتھ والے کے کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملانا ممکن ہو۔پھر ہمارے پاس صرف الزاق کا لفظ ہی نہیں، بل کہ 'تراص'، 'سد خلل' اور شیطان کے لیے خالی جگہ چھوڑنے سے ممانعت جیسے الفاظِ نبوی بھی ہیں، جن میں سے ہر ایک الزاق کو حقیقی معنیٰ پر محمول کرنے کی تاکید کرتا ہے۔اگر صرف لفظِ

الزاق ہی ہوتا تو پھر بھی کیا ہوجاتا تھا؟ کیوں کہ خود کشمیری صاحب نے اپنی عبارت کے اختتام پر اس بات کا اعتراف کرلیا ہے کہ الزاق سے مراد باہم اچھی طرح مل جانا اور خالی جگہ نہ چھوڑنا ہے۔یہی بات تو ہم کہتے ہیں۔ باہم اچھی طرح ملنا اور خالی جگہوں کے چھوڑنے سے بچنا تب ہی ممکن ہے،جب آدمی اپنے کندھے کو ساتھ والے نمازی کے کندھے کے ساتھ اور پاؤں کو اس کے پاؤں کے ساتھ حقیقی طور پر ملا لے۔نہ جانے کشمیری صاحب الصاقِ حقیقی کی اس مثال کے بارے میں کیا کہیں گے کہ عرب کہتے ہیں: بِهٖ دَاءٌ (اسے بیماری چمٹی ہے)، پھر وہ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے بارے میں کیا کہیں گے: 'جب کوئی اپنے ختنہ کو مقامِ ختنہ کے ساتھ ملائے،تو اس پر غسل واجب ہو جائے گا۔'(کیا یہاں بھی الزاق کا مجازی معنیٰ ہی مراد لیا جائے گا)؟ صحیح ومحکم حدیث (بعض الناس کے)تعامل کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کرتی ہے،نہ یہ کہ (بعض لوگوں کا) تعامل، حدیث کے قابل عمل یا ناقابل عمل ہونے کا فیصلہ کرتا ہے۔اس سلسلے میں ہمارے نزدیک اہل مدینہ کے یا دیگر بلادِ اسلامیہ کے لوگوں کے عمل میں کوئی فرق نہیں۔ باوجود اس کے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام کا عمل،خلفاے راشدین کا عمل اور آپ ﷺ کے بعد تمام صحابہ وتابعین کا عمل باہم مل کر کھڑے ہونے اور درمیان میں خالی جگہ بالکل نہ چھوڑنے ہی پر تھا۔صدرِ اول،یعنی صحابہ و تابعین کے مقابلے میں بعد والوں کا عمل ناقابل اعتبار ہے۔مزید یہ کہ کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملانے میں ادنیٰ سی مشقت بھی نہیں ہوتی۔ہم حدیث پر عمل کرتے ہوئے اور سنت کے اتباع میں بغیر کسی تکلف و مشقت کے ایسا کرتے ہیں۔ہم جماعت میں اپنے پاؤں کا درمیانی فاصلہ انفرادی حالت سے زیادہ بھی

نہیں رکھتے۔لیکن اس سنت پر عمل کرنا صرف انہی لوگوں کے لیے آسان ہے جو سنت اور صاحبِ سنت (رسول اللہ ﷺ) سے محبت رکھتے ہیں اور سنت پر عمل چھوڑنے کی خاطر حیلے بہانے نہیں تراشتے۔رہا مقلد،جس کی بصیرت جواب دے گئی ہوتی ہے،تو اس کے لیے ہر سنت بوجھ بن جاتی ہے،سوائے اس کے جو اس کی خواہش کے مطابق ہو۔اللہ تعالیٰ ان مقلدین کو ہدایت دے اور انہیں صحیح ثابت احادیث پر عمل کرنے اور تاویل وتحریف کو ترک کرنے کی توفیق بخشے۔''

(مرعاة المفاتيح : 6/4)

⑭ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«سَدِّدُوا وَقَارِبُوا» .

''تم سیدھے اور قریب ہو جاؤ۔''

(مسند الإمام أحمد : ٢٨٢/٥؛ مسند الدارمي : ٦٦٢، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (١٠٣٧) نے اس حدیث کو''صحیح'' قرار دیا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ مَّوْصُولٌ .

''یہ سند موصول ہے۔''(شعب الإيمان للبيهقي : ٢٤٥٩)

مسند امام احمد (٢٨٦/٣، وسندہ صحیح) میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

«اِسْتَوُوا، تَرَاصُّوا» .

''سیدھے ہو جاؤ اور باہم مل جاؤ۔''

⑮ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِعْتَدِلُوا فِي صُفُوفِكُمْ وَتَرَاصُّوا، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَاءِ ظَهْرِي»،
قَالَ أَنَسٌ : لَقَدْ رَأَيْتُ أَحَدَنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمَهٗ
بِقَدَمِهٖ، وَلَوْ ذَهَبْتَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ لَتَرٰى أَحَدَهُمْ كَأَنَّهٗ بَغْلٌ شَمُوسٌ .

''تم صفوں میں سیدھے ہو جاؤ اور خوب مل جاؤ۔ میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے ساتھ والے کے کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں چپکا لیتا تھا۔ اگر آپ (آج) اس طرح کرنے لگیں تو دیکھیں گے کہ لوگ (اس طرح بدکیں گے جیسے وہ) سرکش خچر ہوں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ۳۵۰/۱؛ الفوائد للمخلّص : ۲/۱۰/۱ نقلا عن الصحيحة للألباني : ۳۱؛ السنن لسعيد بن منصور نقلا عن فتح الباري لابن حجر : ۲۱۱/۲، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

وَأَفَادَ هٰذَا التَّصْرِيحُ أَنَّ الْفِعْلَ الْمَذْكُورَ كَانَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبِهٰذَا يَتِمُّ الِاحْتِجَاجُ بِهٖ عَلٰى بَيَانِ الْمُرَادِ بِإِقَامَةِ الصَّفِّ وَتَسْوِيَتِهٖ .

''اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ (صف بندی کا) مذکورہ کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتا تھا۔ صفوں کو قائم اور سیدھا کرنے سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں اسی حدیث سے مکمل دلیل ملتی ہے۔''(فتح الباري لابن حجر : ۲۱۱/۲)

صاحب التعلیق المغنی کہتے ہیں :

فَهٰذِهِ الْأَحَادِيثِ فِيهَا دَلَالَةٌ وَّاضِحَةٌ عَلَى اهْتِمَامِ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ،

وَأَنَّهَا مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ، وَعَلٰى أَنَّهُ لَا يَتَأَخَّرُ بَعْضٌ عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا يَتَقَدَّمُ بَعْضُهُ عَلٰى بَعْضٍ، وَعَلٰى أَنَّهُ يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَتِهِ، لٰكِنَّ الْيَوْمَ تُرِكَتْ هٰذِهِ السُّنَّةُ، وَلَوْ فَعَلْتَ الْيَوْمَ؛ لَنَفَرَ النَّاسُ كَالْحُمُرِ الْوَحْشِيَّةِ، فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ.

''ان احادیث میں واضح دلالت موجود ہے کہ صفوں کی درستی کا اہتمام کرنا چاہیے، صف بندی سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے۔ صف میں آگے پیچھے کھڑے نہیں ہونا چاہیے، ایک شخص دوسرے کے کندھے سے کندھا، پاؤں سے پاؤں اور گھٹنے سے گھٹنا چپکا کر کھڑا ہو۔ لیکن آج یہ سنت ترک کر دی گئی ہے۔ اگر آپ اس پر عمل کریں تو لوگ جنگلی گدھوں کی طرح بھاگیں گے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ!''

(عون المعبود: ٢/٢٥٦)

صف بندی کے بارے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ (م۱۳۵۳ھ) لکھتے ہیں:

وَهٰكَذَا حَالُ أَكْثَرِ النَّاسِ فِي هٰذَا الزَّمَانِ، فَإِنَّهُ لَوْ فَعَلَ بِهِمْ ذٰلِكَ؛ لَنَفَرُوا كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ وَحْشٌ، وَصَارَتْ هٰذِهِ السُّنَّةُ عِنْدَهُمْ كَأَنَّهَا بِدْعَةٌ، عِيَاذًا بِاللّٰهِ، فَهَدَاهُمُ اللّٰهُ وَأَذَاقَهُمْ حَلَاوَةَ السُّنَّةِ.

''اس دور میں اکثر لوگوں کا یہی حال ہے۔ اگر ان کے ساتھ ایسی صف بندی کی جائے تو وہ جنگلی گدھوں کی طرح بھاگنے لگیں گے۔ اس سنت کو وہ گویا بدعت سمجھنے لگے ہیں (نعوذ باللہ!)۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور سنت کی مٹھاس عطا فرمائے۔''

(إبكار المنن في تنقيد آثار السنن للمباركفوري، ص : ٢٤٥)

شیخ رحمہ اللہ نے سچ فرمایا ہے۔ اہل بدعت اور اہل تعصب کی مساجد اس سنت کے نور سے خالی ہیں، ان کے ہاں صف بندی کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔ لوگ ایک بالشت بل کہ ایک فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہوتے ہیں۔ بسا اوقات صف میں کھڑے دو انسانوں کے درمیان اتنا خلا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہونے کی گنجائش ہوتی ہے۔ اگر کوئی پاؤں سے پاؤں ملانے کی کوشش کرے تو دور بھاگتے ہیں۔ گویا اس سنت سے ان کو شدید نفرت ہے۔ یقیناً یہ لوگ اُمت کی بربادی کا سامان کر رہے ہیں۔ یہ سنتوں کے دشمن اور بدعتوں کے شیدائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سنت کی مخالفت پر ان کو ضرور پوچھے گا۔

⑯ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ، فَقِيلَ لَهُ : مَا أَنْكَرْتَ مُنْذُ يَوْمٍ عَهِدْتَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : مَا أَنْكَرْتُ شَيْئًا إِلَّا أَنَّكُمْ لَا تُقِيمُونَ الصَّفَّ .

''وہ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ان سے سوال ہوا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے آج تک آپ نے (اہل مدینہ کی) کون سی بات ناپسند کی ہے؟ انہوں نے فرمایا : مجھے (اہل مدینہ) کی کوئی بات ناپسند نہیں سوائے اس کے کہ تم صف بندی کا اہتمام نہیں کرتے۔''(صحيح البخاری : ١٠٠/١، ح : ٧٢٤)

اس روایت پر امام بخاری رحمہ اللہ (١٩٤۔٢٥٦ھ) نے یوں تبویب کی ہے:

بَابُ إِثْمِ مَنْ لَّمْ يُتِمِّ الصُّفُوفَ .

''جو لوگ صفیں مکمل نہیں کرتے، ان کے گناہ کا بیان۔''

⑰ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اپنا چشم دید واقعہ یوں بیان کرتے ہیں :

أَقْبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ : «أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ» ثَلَاثًا، «لَتُقِيمُنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ»، قَالَ : فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَرُكْبَتَهٗ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهٖ وَكَعْبَهٗ بِكَعْبِهٖ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف اپنا رُخِ انور پھیرا اور فرمایا : اپنی صفوں کو قائم کیا کرو۔ تین مرتبہ یہی بات دہرائی ، پھر فرمایا : تم ضرور اپنی صفوں کو قائم کرلو گے ، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا۔نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : میں نے دیکھا کہ (اس فرمانِ نبوی کو سننے کے بعد) ایک شخص دوسرے ساتھی کے کندھے سے کندھا ، گھٹنے سے گھٹنا اور ٹخنے سے ٹخنا چپکا تا تھا۔''

(مسند الإمام أحمد : ٢٧٦/٤؛ سنن أبي داوٗد : ٦٦٢؛ صحيح البخاري : ١٠٠/١ مختصرا معلّقا، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (١٦٠) اور امام ابن حبان (٢١٧٦) نے ''صحیح'' کہا ہے۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔(تغليق التعليق : ٣٠٢/٢، ٣٠٣)
حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

رَوَاهُ أَبُو دَاوٗدَ وَغَيْرُهٗ بِأَسَانِيدَ حَسَنَةٍ .

''اس حدیث کو امام داؤد اور دیگر ائمہ نے حسن سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔''

(خلاصة الأحكام للنووي : ١١٦/١)

زکریا بن ابی زائدہ نے سنن دارقطنی (٢٨٢/١) اور صحیح ابن خزیمہ وغیرہ میں سماع کی تصریح

کر رکھی ہے۔

مسلمان بھائیو اور بہنو! یہ تھی صحابہ کرام کی صف بندی۔۔۔جو رسول اللہ نے سب مسلمانوں پر لازم قرار دی ہے،لیکن آج مسلمان اس طرح فاصلے سے کھڑے ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے سے چھو گئے تو ناپاک ہو جائیں گے،آج ہمارے اندر پھوٹ اور اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم صف بندی کا اہتمام نہیں کرتے،صحابہ کرام کی طرح خوب مل کر کھڑے ہوں،قدم سے قدم،پنڈلی سے پنڈلی اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں،نبی کریم کے حکم کی پیروی پر بے شمار رحمتیں نازل ہوں گی، باہمی محبت اور الفت پیدا ہو گی۔

ناصر السنۃ علامہ البانی رحمہ اللہ (۱۳۳۲-۱۴۲۰ھ) حدیثِ انس اور حدیث نعمان بن بشیر کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَفِي هٰذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ فَوَائِدُ هَامَّةٌ؛ الْأُولٰى وُجُوبُ إِقَامَةِ الصُّفُوفِ وَتَسْوِيَتُهَا وَالتَّرَاصُّ فِيهَا، لِلْأَمْرِ بِذٰلِكَ، وَالْأَصْلُ فِيهِ الْوُجُوبُ إِلَّا لِقَرِينَةٍ، كَمَا هُوَ مُقَرَّرٌ فِي الْأُصُولِ، وَالْقَرِينَةُ هُنَا تُؤَكِّدُ الْوُجُوبَ، وَهُوَ قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ»، فَإِنَّ مِثْلَ هٰذَا التَّهْدِيدِ لَا يُقَالُ فِيمَا لَيْسَ بِوَاجِبٍ، كَمَا لَا يَخْفٰى، الثَّانِيَةُ : أَنَّ التَّسْوِيَةَ الْمَذْكُورَةَ إِنَّمَا تَكُونُ بِلَصْقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ، وَحَافَةِ الْقَدَمِ بِالْقَدَمِ، لِأَنَّ هٰذَا هُوَ الَّذِي فَعَلَهُ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ حِينَ أُمِرُوا بِإِقَامَةِ الصُّفُوفِ، وَلِهٰذَا قَالَ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ بَعْدَ أَنْ سَاقَ الزِّيَادَةَ الَّتِي أَوْرَدْتُّهَا فِي الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ مِنْ

قَوْلِ أَنَسٍ : وَأَفَادَ هٰذَا التَّصْرِيحُ أَنَّ الْفِعْلَ الْمَذْكُورَ كَانَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبِهٰذَا يَتِمُّ الِاحْتِجَاجُ بِهِ عَلٰى بَيَانِ الْمُرَادِ بِإِقَامَةِ الصَّفِّ وَتَسْوِيَتِهِ، وَمِنَ الْمُؤَسَّفِ أَنَّ هٰذِهِ السُّنَّةَ مِنَ التَّسْوِيَةِ قَدْ تَهَاوَنَ بِهَا الْمُسْلِمُونَ، بَلْ أَضَاعُوهَا إِلَّا الْقَلِيلُ مِنْهُمْ، فَإِنِّي لَمْ أَرَهَا عِنْدَ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ إِلَّا أَهْلَ الْحَدِيثِ، فَإِنِّي رَأَيْتُهُمْ فِي مَكَّةَ سَنَةَ (١٣٦٨) حَرِيصِينَ عَلَى التَّمَسُّكِ بِهَا كَغَيْرِهَا مِنْ سُنَنِ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِخِلَافِ غَيْرِهِمْ مِّنْ أَتْبَاعِ الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةِ، لَا أَسْتَثْنِي مِنْهُمْ حَتَّى الْحَنَابِلَةِ، فَقَدْ صَارَتْ هٰذِهِ السُّنَّةُ عِنْدَهُمْ نَسْيًا مَّنْسِيًّا، بَلْ إِنَّهُمْ تَتَابَعُوا عَلٰى هَجْرِهَا وَالْإِعْرَاضِ عَنْهَا، ذٰلِكَ لِأَنَّ أَكْثَرَ مَذَاهِبِهِمْ نَصَّتْ عَلٰى أَنَّ السُّنَّةَ فِي الْقِيَامِ التَّفْرِيجُ بَيْنَ الْقَدَمَيْنِ بِقَدرِ أَرْبَعِ أَصَابِعَ، فَإِنْ زَادَ كُرِهَ، كَمَا جَاءَ مُفَصَّلًا فِي الْفِقْهِ عَلَى الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةِ (٢٠٧/١)، وَالتَّقْدِيرُ الْمَذْكُورُ لَا أَصْلَ لَهٗ فِي السُّنَّةِ، وَإِنَّمَا هُوَ مُجَرَّدُ رَأْيٍ، وَلَوْ صَحَّ لَوَجَبَ تَقْيِيدُهٗ بِالْإِمَامِ وَالْمُنْفَرِدِ حَتّٰى لَا يُعَارَضُ بِهِ هٰذِهِ السُّنَّةُ الصَّحِيحَةُ، كَمَا تَقْتَضِيهِ الْقَوَاعِدُ الْأُصُولِيَّةُ، وَخُلَاصَةُ الْقَوْلِ : إِنَّنِي أَهِيبُ بِالْمُسْلِمِينَ، وَخَاصَّةً أَئِمَّةُ الْمَسَاجِدِ الْحَرِيصِينَ عَلَى اتِّبَاعِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاكْتِسَابِ فَضِيلَةِ إِحْيَاءِ سُنَّتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّعْمَلُوا بِهٰذِهِ السُّنَّةِ وَيَحْرِصُوا عَلَيْهَا، وَيَدْعُوا

النَّاسَ إِلَيْهَا حَتّٰى يَجْتَمِعُوا عَلَيْهَا جَمِيعًا ، وَبِذٰلِكَ يَنْجُونَ مِنْ تَهْدِيدِ : «أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ» ---

''ان دونوں حدیثوں میں بہت سے اہم فوائد ہیں۔ پہلا یہ کہ صفوں کو قائم کرنا ، ان کو سیدھا کرنا اور ان کو اچھی طرح ملانا واجب ہے کیونکہ اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کا حکم موجود ہے۔حکم میں اصل وجوب ہی ہوتا ہے سوائے اس صورت کے کہ اس (وجوب کے خلاف) کوئی دلیل آ جائے۔ یہ بات اصول کی کتب میں مسلّم طور پر لکھی ہوئی ہے۔ یہاں دلیل وجوب ہی کو مزید پختہ کرتی ہے۔ وہ دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے : ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا کر دے گا۔ظاہر ہے کہ اس طرح کی دھمکی کسی واجب کام کے بارے میں ہی دی جا سکتی ہے۔دوسرا یہ کہ صفوں کو برابر کرنے سے مراد یہی ہے کہ کندھے سے کندھا اور پورے پاؤں کے ساتھ پورا پاؤں اچھی طرح ملا لیا جائے کیونکہ صحابہ کرام کو جب صفوں کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔اسی وجہ سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے وہی زائد الفاظ جو میں نے بیان کیے ہیں ، ذکر کرنے کے بعد فرمایا : اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ (صف بندی کا) مذکورہ کام نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ہوتا تھا۔صفوں کو قائم اور سیدھا کرنے سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں اسی حدیث سے مکمل دلیل ملتی ہے۔۔۔ افسوس کی بات ہے کہ صفوں کی درستی والی سنت کو اکثر مسلمانوں نے اہمیت نہیں دی بلکہ انہوں نے اسے ضائع کر دیا ہے۔میں نے یہ سنت مسلمانوں کے صرف ایک گروہ اہل حدیث کے پاس دیکھی ہے۔ میں نے انہیں مکہ مکرمہ میں ۱۳۶۸ھ میں دیکھا تھا،وہ رسول اللہ ﷺ کی دوسری سنتوں کی طرح اس سنت کے بھی

شیدائی تھے۔ان کے علاوہ دوسرے لوگ مثلاً مذاہبِ اربعہ کے پیروکار حتی کہ میں ان میں سے حنبلی لوگوں کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتا۔ان لوگوں نے اس سنت کو بالکل بھلا دیا ہے۔ انہوں نے مسلسل اس سنت کو چھوڑا ہوا ہے اور اس سے اعراض کیے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مذاہب کی اکثر کتابوں میں لکھا ہے کہ دو اشخاص کے پاؤں میں چار انگلیوں کے برابر فاصلہ رکھنا سنت ہے۔ اگر اس سے زیادہ فاصلہ ہوگا تو مکروہ ہو گا، اس کی تفصیل الفقہ علی المذاہب الأربعۃ میں موجود ہے۔اس مقرر کردہ فاصلے کی سنتِ رسول میں کوئی دلیل موجود نہیں۔ یہ محض اپنی رائے ہے۔ اگر اسے صحیح مانا جائے تو ضروری ہے کہ اسے امام اور منفرد کے لیے خاص کیا جائے (جماعت کی صورت میں مقتدیوں کے درمیان یہ فاصلہ نہ کیا جائے) تاکہ صحیح سنت کے خلاف نہ ہو۔ اصولی قواعد کا یہی تقاضا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ مسلمان خصوصاً مساجد کے ائمہ کرام جو آپ ﷺ کے اتباع کے شیدائی ہیں اور آپ ﷺ کی سنت کو زندہ کرنے کی فضیلت حاصل کرنا چاہتے ہیں، میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس سنت پر خود بھی عمل کریں، اس کے شیدائی بنیں اور لوگوں کو اس کی دعوت بھی دیں حتی کہ سب لوگ اس پر عمل شروع کر دیں۔ اسی طرح مسلمان رسول اللہ ﷺ کی اس وعید سے محفوظ رہ سکیں گے کہ :(صفوں کو درست کرو) ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا۔''

(سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني : ١/٤٠، ٤١، تحت الحديث : ٢٣)

⑱ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَقِيمُوا الصُّفُوفَ وَحَاذُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ، وَلِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ، وَلَا تَذَرُوا مَزَجَاتٌ لِّلشَّيْطَانِ، وَمَنْ وَّصَلَ

صَفًّا وَّصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ» .

''تم صفوں کو درست کرو، کندھوں کو برابر کرو، خالی جگہ کو پُر کرو، اپنے بھائیوں (ائمہ مساجد) کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور شیطان کے لیے خالی جگہیں نہ چھوڑو۔ جو شخص صف کو ملائے گا، اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت کے ساتھ) ملائے گا اور جو شخص صف کو کاٹے گا، اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) کاٹ دے گا۔''

(مسند الإمام أحمد : ٩٨/٢؛ سنن أبي داوٗد : ٦٦٦؛ سنن النسائي : ٨٢٠ مختصرا، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۵۴۹) نے ''صحیح'' کہا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲۱۳/۱) نے اسے امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۸۴۹۔۹۱۱ھ) اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دینے کے بعد فرماتے ہیں :

وَمَعْنٰى «قَطَعَهُ اللّٰهُ»، أَيْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْفَضِيلَةِ وَالْأَجْرِ الْجَزِيلِ .

''صف توڑنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ کاٹ دے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اسے بھلائی، فضیلت اور اجر عظیم سے محروم کر دے گا۔''

(الحاوي للفتاوي للسيوطي : ٥٢/١)

محدث البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَالْحَقُّ أَنَّ سَدَّ الْفُرْجَةِ وَاجِبٌ مَّا أَمْكَنَ .

''حق بات یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو خالی جگہ کو پُر کرنا فرض ہے۔''

(السلسلة الضعيفة : ٣٢٣/٣)

⑲ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

«رَاصُّوا صُفُوفَكُمْ، وَقَارِبُوا بَيْنَهَا، وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، إِنِّي لَأَرَى الشَّيَاطِينَ تَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا الْخَذَفُ».

''اپنی صفوں کو ایسے ملایا کرو جیسے عمارت کی اینٹیں ملی ہوتی ہیں، ان کو قریب کیا کرو اور اپنی گردنوں کو برابر رکھا کرو۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میں شیطانوں کو صف کی خالی جگہوں میں سے داخل ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں، جیسے وہ بکری کے بچے ہوں۔''

(سنن أبي داوٗد: ٦٦٧؛ السنن الكبرٰی للبيهقي: ١٠٠/٣، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن خزیمہ (١٥٤٥) اور امام ابن حبان (٢١٦٦) نے اس حدیث کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ سنن النسائی (٨١٦) میں قتادہ بن دعامہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

رسول اللہ فداہ ابی وامی وروحی ونفسی صف بندی کے بارے میں کس قدر تاکید فرما رہے ہیں کہ صفوں کے درمیان خلا کو پُر کیا کرو، لیکن اپنے آپ کو مسلمان کہنے اور کہلانے والے غور ہی نہیں کرتے! بل کہ احادیث کا مذاق اڑاتے ہیں کہ کیا ٹانگوں کے درمیان سے گزر کر شیطان صف میں نہیں گھس سکتا؟ (العیاذ باللہ!)

اہل اسلام کو چاہئے کہ صف کے شگافوں کو کندھے سے لے کر پاؤں تک اچھی طرح بند کیا کریں، قدم سے قدم اور کندھے سے کندھا ملا کر صف میں کھڑے ہوا کریں، رسول کریم ﷺ قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ صف کے درمیان سوراخ اور شگاف سے شیطان گھس آتا ہے، اس سے نماز کا خشوع وخضوع جاتا رہے گا، نمازیوں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت بھی مفقود ہو جائے گی، نفرتیں اور کدورتیں گھر کر جائیں گی۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ الشُّرَّاحُ: الْمُرَادُ بِأَقِيمُوا؛ اعْتَدِلُوا، وَتَرَاصُّوا؛ تَلَاصَقُوا بِلَا خَلَلٍ.

''شارحین کا کہنا ہے کہ صفوں کو قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سیدھے ہو کر کھڑے ہو جاؤ اور صفوں کا اچھی طرح ملانے سے مراد یہ ہے کہ خلل چھوڑے بغیر مل کر کھڑے ہو جاؤ۔''(الحاوي للفتاوي للسيوطي: ٥٢/١)

فائدہ:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَعْنٰى: «وَلِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ»، إِذَا جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الصَّفِّ، فَذَهَبَ يَدْخُلُ فِيهِ؛ فَيَنْبَغِي أَنْ يُلَيِّنَ لَهُ كُلُّ رَجُلٍ مَّنْكِبَيْهِ حَتّٰى يَدْخُلَ فِي الصَّفِّ.

''فرمانِ نبوی کہ اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ، کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص صف کی طرف آئے اور اس میں داخل ہونے لگے تو ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے کندھوں کو نرم کر لے تاکہ وہ صف میں داخل ہو جائے۔''

(سنن أبي داود، تحت الحديث: 666)

⑳ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فَإِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ؛ فَاعْدِلُوا صُفُوفَكُمْ، وَسُدُّوا الْفُرَجَ».

''جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ تو اپنی صفوں کو درست کرو اور خالی جگہوں کو پُر کرو۔''(صحيح ابن حبّان: 402، وسنده صحيح)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۵۴۸) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۱/۱، ۱۹۲) نے ''امام بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

㉑ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فَإِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ؛ فَاعْدِلُوا صُفُوفَكُمْ، وَأَقِيمُوهَا، وَسُدُّوا الْخَلَلَ، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِّنْ وَرَاءِ ظَهْرِي».

''جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنی صفوں کو سیدھا و درست کرو اور خالی جگہیں پُر کرو۔ میں تمہیں اپنے پیچھے سے (بھی) دیکھتا ہوں۔''

(صحیح ابن خزیمة : ۱۵٤۸؛ صحیح ابن حبان : ٤٠١؛ واللفظ لهٗ، وسندهٗ صحیحٌ)

سعودی عرب کے مفتیٔ اعظم، عظیم فقیہ، علامہ ابن باز رحمہ اللہ (۱۳۳۰۔۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

وَالْمَشْرُوعُ لِمَنْ رَّأٰى ذٰلِكَ أَنْ يَّنْصَحَ إِخْوَانَهٗ وَيَأْمُرَهُمْ بِسَدِّ الْفُرُجِ، وَعَلَى الْأَئِمَّةِ أَنْ يَّأْمُرُوا الْجَمَاعَةَ بِذٰلِكَ تَأَسِّيًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَنْفِيذًا لِّأَمْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ.

''جو شخص یہ (صف بندی میں سستی) دیکھے اسے چاہیے کہ وہ اپنے بھائیوں کو نصیحت کرے اور انہیں خالی جگہیں ختم کرنے کا حکم دے۔ائمہ مساجد کا فرض ہے کہ وہ جماعت کو اس کا حکم دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کریں اور یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نافذ کریں۔''(مجموع فتاوی ابن باز : ۲۰۳/۱۲)

㉒ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّونَ عَلَى الَّذِينَ يَصِلُونَ الصُّفُوفَ».

''جو لوگ صفوں کو ملاتے ہیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرتا ہے اور فرشتے ان

کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔''

(صحيح ابن خزيمة : ١٥٥٠؛ وسندهٗ حسنٌ، المستدرك على الصحيحين للحاكم : ٢١٤/١؛ وقال : صحيح على شرط مسلم، ووافقه الذهبي وأقرّه المنذري : ١٧٤/١)

۲۳ صفوں کو ملانے والوں کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دُعا بھی کی ہے کہ :

«مَنْ وَّصَلَ صَفًّا وَّصَلَهُ اللّٰهُ» .

''جو شخص صف کو ملائے گا، اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت کے ساتھ) جوڑے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٩٨/٢؛ سنن أبي داوٗد : ٦٦٦؛ سنن النسائي : ٨٢٠، وسندهٗ صحيحٌ)

۲۴ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے :

«اِسْتَوُوا، اسْتَوُوا، اسْتَوُوا، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِّنْ خَلْفِي، كَمَا أَرَاكُمْ مِّنْ بَيْنِ يَدَيَّ» .

''سیدھے ہو جاؤ، سیدھے ہو جاؤ، سیدھے ہو جاؤ۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں (نماز میں) تمہیں اپنے پیچھے اسی طرح دیکھتا ہوں، جیسے اپنے آگے دیکھتا ہوں۔''

(مسند الإمام أحمد : ٢٦٨/٣، سنن النسائي : ٨١٣، وسندهٗ صحيحٌ)

رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ کرام کا اہتمام :

❁ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

سَوُّوا صُفُوفَكُمْ؛ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَتَخَلَّلُهَا كَالْخَذَفِ، أَوْ كَأَوْلَادِ الْحَذَفِ .

''صفوں کو درست کیا کرو، کیونکہ شیطان ان میں بکری یا بکری کے بچوں کی طرح

داخل ہو جایا کرتا ہے۔''

(المعجم الكبير للطبراني : ٢٧٥/٩، ح : ٩٣٧٦، وسندهٗ صحيحٌ)

نیز فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُنَا، وَمَا تُقَامُ الصَّلَاةُ حَتّٰى تَكَامَلَ بِنَا الصُّفُوفُ.

''مجھے یاد ہے کہ اس وقت تک نماز کھڑی نہیں کی جاتی تھی جب تک ہمارے ساتھ صفیں مکمل نہ ہو جاتیں۔''(مسند الإمام أحمد : ٤١٩/١، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

''اس روایت کے راوی صحیح بخاری والے راوی ہیں۔''(مجمع الزوائد : ٩٠/٢)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔(الحاوي للفتاوي : ٥٣/١)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

سَوُّوا صُفُوفَكُمْ.

''اپنی صفوں کو سیدھا کیا کرو۔''(مصنّف ابن أبي شيبة : ٣٥١/١، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ فِيمَنْ يُّقِيمُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قُدَّامَهٗ لِإِقَامَةِ الصَّفِّ.

''میں ان لوگوں میں سے تھا جنہیں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ صفیں سیدھی کرانے کے لیے اپنے آگے کھڑا کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٣٥١/١، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے:

لَمْ يَكُنْ يُكَبِّرُ بِالصَّلَاةِ لِلنَّاسِ حَتّٰى تَعْدِلَ الصُّفُوفُ، وَيُوَكِّلُ بِذٰلِكَ رِجَالًا .

''آپ رضی اللہ عنہ اس وقت تک لوگوں کو نماز پڑھانا شروع نہ کرتے جب تک ان کی صفیں درست نہ ہو جاتیں۔ اس کام کے لیے آپ نے کئی آدمیوں کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی۔''(جزء أبي الجهم :٢١، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں عمرو بن میمون کہتے ہیں:

وَكَانَ إِذَا مَرَّ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ، قَالَ : اسْتَوُوا، حَتّٰى إِذَا لَمْ يَرَ فِيهِنَّ خَلَلًا؛ تَقَدَّمَ، فَكَبَّرَ .

''آپ رضی اللہ عنہ جب صفوں کے درمیان سے گزرتے تو فرماتے: سیدھے ہو جاؤ۔ حتی کہ جب صفوں میں کوئی خلا نہ دیکھتے تو آگے بڑھتے اور اللہ اکبر کہتے۔''

(صحيح البخاري : 3700)

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

اِسْتَوُوا، وَحَاذُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ، فَإِنَّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ إِقَامَةَ الصَّفِّ، قَالَ (مَالِكُ بْنُ أَبِي عَامِرٍ) : وَكَانَ لَا يُكَبِّرُ حَتّٰى يَأْتِيَهٗ رِجَالٌ قَدْ وَكَّلَهُمْ بِإِقَامَةِ الصُّفُوفِ .

''سیدھے ہو جاؤ، کندھوں کو برابر کر لو کیونکہ صف کو سیدھا کرنے سے نماز مکمل ہو گی۔ مالک بن ابی عامر بیان کرتے ہیں کہ آپ اس وقت تک تکبیر تحریمہ نہ کہتے جب تک وہ لوگ آپ کے پاس نہ آ جاتے جنہیں آپ نے صفوں کو درست کرنے کے لیے مقرر کیا ہوا تھا۔''

(المؤطأ للإمام مالك : ١٠٤/١، مصنّف ابن أبي شيبة : ٣٥١/١، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سوید بن غفلہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ بِلَالٌ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُسَوِّي مَنَاكِبَنَا، وَيَضْرِبُ أَقْدَامَنَا لِإِقَامَةِ الصَّفِّ.

''بلال رضی اللہ عنہ ہمارے کندھوں کو برابر کرتے اور صف کو درست کرنے کے لیے ہمارے پاؤں پر مارتے تھے۔''(المطالب العالية لابن حجر : ٤٢٨، وسندهٗ صحيحٌ)

قارئین کرام! صفوں کو مکمل کرنا، ان کو سیدھا کرنا، ان کے درمیان خالی جگہوں کو پُر کرنا اور صفوں میں مل کر کھڑے ہونا ضروری ہے۔ اس بارے میں ہم نے صحیح احادیث کا مجموعہ پیش کر دیا ہے۔ خود اندازہ کریں کہ امت ان احادیث کو کس طرح نظر انداز کر رہی ہے۔ مسلمانوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ صف کے درمیان خالی جگہ چھوڑنا انتہائی مکروہ فعل ہے۔ اس پر شدید وعید آئی ہے۔ اس سے جماعت کی فضیلت ضائع ہو جاتی ہے۔ بل کہ اگر صف میں لوگ مل کر کھڑے نہ ہوں اور درمیان میں خالی جگہ ہو تو وہ صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے حکم میں ہیں۔ یاد رکھیں کہ صف کے پیچھے اکیلے شخص کی نماز نہیں ہوتی۔ ایسے شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

فائدہ :

مشہور مفسر امام اسماعیل بن عبد الرحمٰن سدی رحمہ اللہ فرشتوں کے قول کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ﴾ (الصافات : ١٦٥) (بلاشبہ ہم صفیں بنانے والے ہیں) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لِلصَّلَاةِ. ''یعنی ہم نماز کے لیے صفیں بنانے والے ہیں۔''

(تفسير الطبري : ١٣٥/٢٣، وسندهٗ حسنٌ)

صف کے پیچھے اکیلے مرد کی نماز

حافظ ابو یحییٰ نورپوری

اگر امام کی اقتدا میں نماز پڑھی جا رہی ہو تو صف کے پیچھے اکیلے مرد کی کوئی بھی نماز کسی بھی صورت میں نہیں ہوتی۔ دلائل ملاحظہ فرمائیں:

دلیل نمبر ①: سیدنا وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«إِنَّ رَجُلًا صَلّٰی خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَہٗ، فَأَمَرَہٗ أَنْ یُّعِیدَ الصَّلَاۃَ» .

''ایک آدمی نے اکیلے صف کے پیچھے نماز ادا کی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔''

(جامع الترمذي : 230، سنن أبي داوٗد : 682، سنن ابن ماجه : 1004، مسند الإمام أحمد : 228/4، مسند الدارمي : 815/2، ح : 1322، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' جبکہ امام ابن جارود (319) اور امام ابن حبان (الموارد : 405) رحمہما اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ ثَبَّتَ ہٰذَا الْحَدِیثَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ .

''اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔''

(الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف لابن المنذر : 184/4)

دلیل نمبر ②: سیدنا علی بن شیبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّیْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَانْصَرَفَ، فَرَاٰی

رَجُلًا يُصَلِّي فَرْدًا خَلْفَ الصَّفِّ، فَوَقَفَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْصَرَفَ الرَّجُلُ مِنْ صَلَاتِهِ، فَقَالَ لَهُ : «اِسْتَقْبِلْ صَلَاتَكَ، فَلَا صَلَاةَ لِفَرْدٍ خَلْفَ الصَّفِّ» .

''آپ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ ﷺ اس کے نماز سے فارغ ہونے تک اس کے پاس کھڑے ہو گئے۔ پھر (جب اس نے سلام پھیرا تو) اس سے فرمایا: اپنی نماز نئے سرے سے پڑھو، کیونکہ صف کے پیچھے کسی بھی اکیلے شخص کی کوئی نماز نہیں ہوتی۔''

(مسند الإمام أحمد : 23/4، ح : 24293، سنن ابن ماجه : 1003، وسندهٔ حسنٌ)

امام اثرم، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ .

''یہ حدیث حسن ہے۔'' (التلخيص الحبير : 37/2)

امام ابن خزیمہ (1569) اور امام ابن حبان (2206) رحمہما اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے جبکہ حافظ نووی رحمہ اللہ (خلاصۃ الاحکام: 2517) نے اس کی سند کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

علامہ بوصیری لکھتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ صَحِيحٌ، رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔''

(مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه للبوصيري :122/1)

صف کے پیچھے اکیلے شخص کی نماز ائمہ دین کی نظر میں

① امام عطاء بن ابو رباح رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور

صف مکمل ہو چکی ہو، تو وہ کیا کرے؟ امام موصوف نے جواب دیا:

إِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَّدْخُلَ فِي الصَّفِّ؛ دَخَل، وَإِلَّا أَخَذَ بِيَدِ رَجُلٍ، فَأَقَامَهُ مَعَهُ، وَلَمْ يَقُمْ وَحْدَهُ .

''اگر ممکن ہو تو صف میں داخل ہو جائے، ورنہ (اگلی صف میں سے) کسی نمازی کا ہاتھ پکڑے اور اسے اپنے ساتھ کھڑا کرلے، (صف کے پیچھے) اکیلا کھڑا نہ ہو۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/220-221، وسندهٗ حسنٌ)

② امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ، امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ (م : 196 ھ) سے نقل کرتے ہیں:

يَدْخُلُ فِي الصَّفِّ، أَوْ يُخْرِجُ إِلَيْهِ رَجُلًا مِّنَ الصَّفِّ، فَيَقُومُ مَعَهُ .

''وہ (صف کے پیچھے اکیلا رہنے والا اگر جگہ ہو تو) صف میں داخل ہو جائے ورنہ صف سے ایک آدمی کو نکال لے اور (پچھلی صف میں) اس کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔'' (مسند عليّ بن الجعد : 112، وسندهٗ صحيحٌ)

③ حماد بن ابی سلیمان تابعی (م : 120 ھ) کہتے ہیں:

يُعِيدُ الصَّلَاةَ .

''ایسا شخص نماز دوبارہ پڑھے۔'' (أيضًا : 113، وسندهٗ صحيحٌ)

④، ⑤ امام احمد بن حنبل (م : 241 ھ) اور امام اسحاق بن راہویہ (م : 238 ھ) رحمہما اللہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز نہیں ہوتی بل کہ اسے نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔'' (جامع الترمذي، تحت الحديث : 230، وسندهٗ صحيحٌ)

⑥ امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ (م : 197 ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ، فَإِنَّهُ يُعِيدُ .

''جب کوئی آدمی صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھے تو وہ نماز نئے سرے سے پڑھے۔''(أيضًا، تحت الحديث :231، وسندهٗ صحيحٌ)

⑦ امام ابن منذر رحمہ اللہ (م :218ھ) فرماتے ہیں :

صَلاةُ الْفَرْدِ خَلْفَ الصَّفِّ بَاطِلٌ، لِثُبُوتِ خَبَرِ وَابِصَةَ وَخَبَرِ عَلِيِّ ابْنِ الْجَعْدِ بْنِ شَيْبَانَ .

''صف کے پیچھے اکیلے کی نماز فاسد ہے کیونکہ اس بارے میں سیدنا وابصہ اور سیدنا علی بن جعد بن شیبان کی بیان کردہ احادیث پایۂ صحت کو پہنچ چکی ہیں۔''

(الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف لابن المنذر : 184/4)

⑧ امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی رحمہ اللہ (181-255ھ) سیدنا وابصہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

أَقُولُ بِهِ .

''میں اسی کے مطابق فتویٰ دیتا ہوں۔''(مسند الدارمي : 816/2، ح : 1323)

⑨ امام ابن حزم رحمہ اللہ (م :456ھ) اس بارے بحث کے بعد فرماتے ہیں :

فَبَطَلَ أَنْ يَّكُونَ لِمَنْ أَجَازَ صَلَاةَ الْمُنْفَرِدِ خَلْفَ الصَّفِّ، وَصَلَاةَ مَنْ لَّمْ يُقِمِ الصُّفُوفَ، حُجَّةٌ أَصْلًا، لَا مِنْ قُرْآنٍ وَّلَا مِنْ سُنَّةٍ وَّلَا إِجْمَاعٍ، وَبِقَوْلِنَا يَقُولُ السَّلَفُ الطَّيِّبُ .

''اس بحث سے ثابت ہو گیا ہے کہ جو شخص صف کے پیچھے اکیلے آدمی اور صف کو قائم نہ رکھنے والے کی نماز کو درست قرار دیتا ہے، اس کے پاس قرآن وسنت اور

اجماع سے بالکل کوئی بھی دلیل نہیں۔''

(المحلّٰی لابن حزم : 4/58، رقم المسئلة : 415)

⑩ امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (م :311ھ) اس حدیث پر یوں تبویب فرماتے ہیں :

بَابُ الزَّجْرِ عَنْ صَلَاةِ الْمَأْمُومِ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ .

''صف کے پیچھے اکیلے آدمی کو نماز پڑھنے سے منع کرنے کا بیان۔''

نیز فرماتے ہیں :

إِنَّ صَلَاتَهُ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ غَيْرُ جَائِزَةٍ، يَجِبُ عَلَيْهِ اسْتِقْبَالُهَا .

''یقیناً صف کے پیچھے اکیلے آدمی کے لیے نماز پڑھنا جائز نہیں بل کہ اس پر فرض ہے کہ وہ اسے دوبارہ ادا کرے۔'' (صحيح ابن خزيمة : 3/30)

مجوزین کے مزعومہ دلائل کا منصفانہ تجزیہ

مذکورہ دلائل کے برعکس بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز ہو جاتی ہے لیکن جیسا کہ امام ابن حزم رحمہ اللہ کا کلام پیش کیا جا چکا ہے، کتاب و سنت یا اجماعِ امت میں سے کوئی بھی دلیل ان کا ساتھ نہیں دیتی۔ اپنے باطل مذہب کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل وہ پیش کرتے ہیں، ان کا منصفانہ تجزیہ پیش خدمت ہے :

دلیل نمبر ① : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں :

صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمِّي أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا .

''میں اور ایک لڑکے نے نبی اکرم ﷺ کی اقتدا میں اپنے گھر میں نماز ادا کی۔ میری والدہ ام سلیم (رضی اللہ عنہا) ہمارے پیچھے (کھڑی نماز ادا کر رہی) تھیں۔''

(صحيح البخاري : 727، صحيح مسلم : 658)

تجزیہ : اس حدیث سے صف کے پیچھے اکیلے کھڑے مرد کی نماز کا جواز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ اجازت عورت کے ساتھ خاص ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی تبویب ملاحظہ ہو، وہ فرماتے ہیں:

بَابٌ : الْمَرْأَةُ وَحْدَهَا تَكُونُ صَفًّا .

''اس بات کا بیان کہ عورت اکیلی بھی ہو تو صف شمار ہوتی ہے۔''

اگر مرد بھی اکیلا صف شمار ہو سکتا ہے تو اس تبویب کا کیا مطلب ہوا؟ نیز مرد و عورت دونوں پر نماز باجماعت کے لیے امام کے پیچھے صف بنانا ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«سَوُّوا صُفُوفَكُمْ، فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ»

''صفوں کو درست کرو کیونکہ صفوں کی درستی نماز کے قیام کا حصہ ہے۔''

(صحيح البخاري : 723، صحيح مسلم : 433)

اب اکیلی عورت کا صف ہونا تو آپ ﷺ کے صحیح فرمان کی وجہ سے جائز ہو گیا جبکہ اکیلے مرد کی صف نہ ہونے پر خود رسول اللہ ﷺ کے فرامین واضح ہیں۔ لہٰذا اکیلے مرد کی صف کے جواز پر کوئی دلیل نہیں۔ یوں اس حدیث سے مرد کے لیے اجازت ثابت نہیں ہوتی۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

فَقَالُوا : إِذَا جَازَ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَقُومَ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهَا؛ جَازَ صَلَاةُ الْمُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ، وَهٰذَا الِاحْتِجَاجُ عِنْدِي غَلَطٌ، لِأَنَّ سُنَّةَ الْمَرْأَةِ أَنْ تَقُومَ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهَا إِذَا لَمْ تَكُنْ مَّعَهَا امْرَأَةٌ

أُخْرٰى، وَغَيْرُ جَائِزٍ لَّهَا أَنْ تَقُومَ بِحِذَاءِ الْإِمَامِ وَلَا فِي الصَّفِّ مَعَ الرِّجَالِ، وَالْمَأْمُومُ مِنَ الرِّجَالِ إِنْ كَانَ وَاحِدًا، فَسُنَّتُهُ أَنْ يَّقُومَ عَنْ يَّمِينِ إِمَامِهٖ، وَإِنْ كَانُوا جَمَاعَةً قَامُوا فِي صَفٍّ خَلْفَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَكْمُلَ الصَّفُّ الْأَوَّلُ، وَلَمْ يَجُزْ لِلرَّجُلِ أَنْ يَّقُومَ خَلْفَ الْإِمَامِ وَالْمَأْمُومُ وَاحِدٌ، وَلَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ هٰذَا الْفِعْلَ لَوْ فَعَلَهٗ فَاعِلٌ، فَقَامَ خَلْفَ إِمَامٍ، وَمَأْمُومٌ قَدْ قَامَ عَنْ يَّمِينِهٖ، خِلَافُ سُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا والی روایت کو اپنی دلیل بنانے والوں کا کہنا ہے کہ جب عورت کے لیے صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونا جائز ہے تو مرد کے لیے بھی ایسا جائز ہے۔لیکن یہ بات میرے نزدیک غلط ہے کیونکہ عورت کے لیے طریقہ کار یہ ہے کہ جب وہ اکیلی ہو تو صف کے پیچھے کھڑی ہو، اس کا امام کے برابر کھڑا ہونا ممنوع ہے،اسی طرح وہ مَردوں کی صف میں بھی کھڑی نہیں ہو سکتی،جبکہ مرد مقتدی جب اکیلا ہو تو وہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہو گا اور اگر مقتدی ایک سے زیادہ ہوں تو امام کے پیچھے صف میں کھڑے ہوں گے،حتی کہ پہلی صف مکمل ہو جائے۔اکیلا مقتدی ہو تو اس کے لیے امام کے پیچھے کھڑا ہونا جائز نہیں۔اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ اگر امام کے دائیں جانب مقتدی کھڑا ہو تو بعد میں آنے والے کا پچھلی صف میں اکیلے کھڑا ہونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے۔''

(صحیح ابن خزیمة: 3/ 30)

امام ابن حزم رحمہ اللہ (384-456ھ) اس بارے میں فرماتے ہیں:

وَهٰذَا لَا حُجَّةَ لَهُمْ فِيهِ، لِأَنَّ هٰذَا حُكْمَ النِّسَاءِ خَلْفَ الرِّجَالِ، وَإِلَّا فَعَلَيْهِنَّ مِنْ إِقَامَةِ الصُّفُوفِ إِذَا كَثُرْنَ مَا عَلَى الرِّجَالِ لِعُمُومِ الْأَمْرِ بِذٰلِكَ، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُتْرَكَ حَدِيثُ مُصَلَّى الْمَرْأَةِ الْمَذْكُورَةِ لِحَدِيثِ وَابِصَةَ، وَلَا حَدِيثُ وَابِصَةَ لِحَدِيثِ مُصَلَّى الْمَرْأَةِ.

''اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے کوئی دلیل نہیں کیونکہ اس میں تو مردوں کے پیچھے (اکیلی) عورتوں کا خاص حکم بیان ہوا ہے، ورنہ جب وہ زیادہ ہوں تو عام حکم کی بنا پر ان کے لیے بھی صفوں کا قیام فرض ہوگا۔ یہ کسی طرح بھی جائز نہیں کہ عورت کی نماز کے بارے میں مذکورہ حدیث کی وجہ سے سیدنا وابصہ کی حدیث کو چھوڑ دیا جائے یا حدیثِ وابصہ کی بنا پر عورت کی نماز والی حدیث کو چھوڑ دیا جائے۔''

(المحلّٰی لابن حزم: 4/57)

معلوم ہوا کہ اس حدیث سے صف کے پیچھے اکیلے مرد کی نماز کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر ②: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

فَقَامَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَتَنَاوَلَنِي مِنْ خَلْفِ ظَهْرِهِ، فَجَعَلَنِي عَلٰى يَمِينِهِ.

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوئے، میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہوا تو آپ نے مجھے میرے پیچھے سے پکڑا اور اپنی دائیں جانب کر دیا۔''

(صحيح البخاري: 726، صحيح مسلم: 763)

اسی طرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ منقول ہے۔

(صحيح مسلم: 3010)

محل استشہاد آپ ﷺ کا دونوں صحابہ کو پکڑ کر اپنے پیچھے سے دائیں جانب لانا ہے اور وجۂ استشہاد یہ ہے کہ جب دونوں صحابہ کو پیچھے لایا گیا تو وہ ''خلف الصّف''یعنی صف کے پیچھے ہو گئے تھے۔ ان کی نماز ایسا کرنے سے باطل نہیں ہوئی ، لہٰذا صف کے پیچھے اکیلے مرد کی نماز جائز ہے۔

تجزیہ : اس حدیث سے صف کے پیچھے اکیلے مَرد کی نماز کے جائز ہونے کا استدلال درست نہیں کیونکہ سیدنا ابن عباس اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہم نے صف کے پیچھے نماز نہیں پڑھی بل کہ صرف ایک مجبوری کی بنا پر جگہ تبدیل کی ہے۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ان دونوں صحابہ نے صف کے پیچھے سے اپنی جگہ تبدیل کرتے ہوئے نماز کا کچھ حصہ ادا کیا تھا تو بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایک مَرد اپنی پوری نماز ہی صف کے پیچھے اکیلا ادا کر لے بل کہ زیادہ سے زیادہ مجبوری کی بنا پر جگہ تبدیل کرتے ہوئے ایسا کرنا جائز ہو گا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے جو صف کے پیچھے اکیلے مَرد کی نماز کو عمومی طور پر کالعدم قرار دیا ہے، اس سے یہ جگہ تبدیل کرنے کی مجبوری والی صورت خاص دلیل کی بنا پر خارج ہو جائے گی۔ صف میں نماز پڑھنے والے شخص کو صف تبدیل کرتے ہوئے اپنی صف کے پیچھے ہونے والی نماز دہرانی نہیں پڑے گی جبکہ باہر سے آ کر جماعت کے ساتھ ملنے والا شخص اگر صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھے گا تو اسے ہماری ذکر کردہ پہلی دلیل کی بنا پر نماز دہرانی پڑے گی کیونکہ فرمانِ رسول یہی ہے۔ یوں اس سلسلے کی سب احادیث پر عمل ہو جائے گا۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَهٰذَا لَا حُجَّةَ فِيهِ لَهُمْ، لِمَا ذَكَرْنَا مِنْ أَنَّهٗ لَا يَحِلُّ ضَرْبُ السُّنَنِ

بَعْضِهَا بِبَعْضٍ، وَهٰذَا تَلَاعُبٌ بِالدِّينِ، وَلَيْتَ شِعْرِي مَا الْفَرْقُ بَيْنَ مَنْ تَرَكَ حَدِيثَ جَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ لِحَدِيثِ وَابِصَةَ وَعَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ، وَبَيْنَ مَنْ تَرَكَ حَدِيثَ وَابِصَةَ وَعَلِيٍّ لِّحَدِيثِ جَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ، وَهَلْ هٰذَا كُلُّهٗ إِلَّا بَاطِلٌ بَحْتٌ، وَتَحَكُّمٌ بِلَا بُرْهَانٍ، بَلِ الْحَقُّ فِي ذٰلِكَ الْأَخْذُ بِكُلِّ ذٰلِكَ، فَكُلُّهٗ حَقٌّ، وَلَا يَحِلُّ خِلَافُهٗ.

''اس حدیث میں ان کے لیے کوئی دلیل نہیں کیونکہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ احادیث کی ایک دوسرے سے ٹکر دینا جائز ہیں۔ یہ تو دین کے ساتھ مذاق اور تمسخر ہے۔ وابصہ اور علی بن شیبان رضی اللہ عنہما کی روایت کو بنیاد بنا کر جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایت کو چھوڑ دینے والے اور جابر و ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایت کو بنیاد بنا کر وابصہ و علی بن شیبان رضی اللہ عنہما کی روایت کو چھوڑ دینے والے اس کام میں برابر ہیں۔ یہ سب صورتیں بالکل باطل ہیں اور بلا دلیل فتوے ہیں۔اس سلسلے میں حق یہ ہے کہ ساری احادیث پر عمل کیا جائے، یہ ساری حق ہیں، ان کی مخالفت جائز نہیں۔''

(المحلّى لابن حزم: 57/4)

نیز لکھتے ہیں:

وَمَا سُمِّيَ قَطُّ الْمُدَارُ عَنْ شِمَالٍ إِلٰى يَمِينٍ مُصَلِّيًا وَّحْدَهٗ خَلْفَ الصَّفِّ.

''بائیں سے دائیں جانب گھمائے جانے والے شخص کو کبھی بھی صف کے پیچھے

اکیلے نماز پڑھنے والے کا نام نہیں دیا گیا۔‘‘(أیضًا)

دلیل نمبر ③ : سیدنا ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

إِنَّهُ انْتَهٰى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ، فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَّصِلَ إِلَى الصَّفِّ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ .

’’وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ رکوع کی حالت میں تھے۔ انہوں نے صف کے ساتھ ملنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا(پھر چلتے چلتے صف میں مل گئے)، پھر اس بات کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا : اللہ تمہاری حرص کو مزید بڑھائے لیکن آئندہ ایسا مت کرنا۔‘‘(صحيح البخاري : 783)

تجزیہ : اس روایت سے بھی ویسا ہی باطل استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ سابقہ روایت سے کیا گیا تھا۔فرق صرف یہ ہے کہ سابقہ روایت کے ذریعے امام کی بائیں جانب سے دائیں جانب آنے والے شخص کو صف کے پیچھے نماز پڑھنے والا ثابت کرنے کی سعی کی گئی تھی اور اس روایت کے ذریعے رکوع کی حالت میں چل کر آنے والے شخص کو صف کے پیچھے نماز پڑھنے والا باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔حالانکہ بالکل واضح بات ہے کہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع کی حالت میں دیکھ کر فوراً تعمیل کے جذبے کے تحت پچھلی صف سے ہی رکوع کی ہیئت میں منتقل ہو گئے اور پھر چل کر اگلی صف میں شامل ہو گئے،یعنی ان کا یہ چلنا صف میں شامل ہونے کے لیے تھا، نہ کہ اکیلے نماز پڑھنے کے لیے۔

اگر اس بات کو تسلیم کر بھی لیا جائے کہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے صف کے پیچھے اکیلے نماز ادا

کی تھی تو پھر بھی اس سے دلیل نہیں لی جاسکتی کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو آئندہ کے لیے اس کام سے منع بھی فرما دیا تھا،یعنی اب بقولِ رسولِ امین ﷺ صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

امام ابنِ حزم رحمہ اللہ کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں :

وَهٰذَا الْخَبَرُ حُجَّةٌ عَلَيْهِمْ لَنَا .... فَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ الرُّكُوعَ دُونَ الصَّفِّ، ثُمَّ دُخُولُ الصَّفِ كَذٰلِكَ لَا يَحِلُّ .

''یہ حدیث تو ان لوگوں کے خلاف ہماری ہی دلیل بنتی ہے۔۔۔۔۔اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ صف کے پیچھے رکوع کر کے صف میں شامل ہونا بھی جائز نہیں (چہ جائیکہ ایک دو رکعات یا پوری نماز ادا کرنا)۔''

(المحلّی لابن حزم : 58,57/4)

اب رہا یہ اعتراض کہ اگر یہ کام جائز نہ تھا تو نبی اکرم ﷺ نے سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو وہ رکعت دوبارہ پڑھنے کا حکم کیوں نہیں دیا جس میں انہوں نے رکوع صف کے پیچھے ہی کر لیا تھا؟ تو معترض پہلے یہ ثابت کرے کہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے وہ رکعت اٹھ کر نہیں پڑھی تھی۔عدمِ ذکر ، عدمِ وجود کی دلیل نہیں ہوتا۔ہماری ذکر کردہ پہلی دلیل میں صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نماز دوہرانے کا صریح حکم ثابت ہے۔صریح کو چھوڑ کر مبہم کو دلیل بنانا انصاف نہیں۔

صحابہ و تابعین سے منسوب غیر ثابت اقوال

صف کے پیچھے اکیلے شخص کی نماز کو جائز قرار دینے والے لوگ صحابہ و تابعین کی طرف

منسوب بعض غیر ثابت فتوے بھی ذکر کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

❁ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: وہ نماز نہ دوہرائے۔

(الكتاب المصنّف في الأحاديث والآثار لابن أبي شيبة: 12/2)

لیکن اس روایت کی سند کئی وجہ سے سخت ''ضعیف'' ہے:

① ابو معاویہ محمد بن خازم ضریر راوی ''مدلس'' ہے۔ سماع کی تصریح ثابت نہیں۔

② جویبر بن سعید ازدی راوی سخت ''ضعیف'' اور ''متروک'' ہے۔

③ ضحاک بن مزاحم کا سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

❁ امام حسن بصری تابعی رحمہ اللہ سے یہ فتویٰ منسوب ہے:

''ایسے شخص کی نماز ہو جائے گی۔''(مصنّف ابن أبي شيبة: 193/2)

لیکن اس کی سند بھی سخت ''ضعیف'' ہے کیونکہ:

① حفص بن غیاث ''مدلس'' ہے۔

② اشعث بن سوار نامی راوی ''ضعیف'' ہے۔

③ اگر عمرو سے مراد عمرو بن عبید ہے تو وہ ''متروک'' راوی ہے۔

❁ امام حسن بصری رحمہ اللہ کے بارے میں اسی طرح کی ایک اور راویت بھی ہے۔

(أيضاً)

لیکن اس کی سند بھی یونس بن عبید کی تدلیس کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

معلوم ہوا کہ صف کے پیچھے اکیلے مَرد کی نماز کے جائز ہونے کے بارے میں صحابہ و

تابعین سے کچھ ثابت نہیں۔

رہی امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کی بات کہ ایسے شخص کی نماز ہو جاتی ہے تو ان کی دلیل وہی سیدنا انس رضی اللہ عنہ والی روایت ہے جس کے مطابق ان کی والدہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے صف کے پیچھے اکیلے نماز ادا کی تھی۔ مجوزین کی پہلی دلیل چونکہ یہی تھی لہٰذا اس بارے میں مکمل بحث اسی کے ضمن میں ہو چکی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اس حدیث سے خاص عورت کے لیے صف کے پیچھے اکیلے نماز کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اس سے مَردوں کے لیے صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے کا جواز نکالنا درست نہیں۔

اگر پہلی صف مکمل ہو تو؟

سیدنا وابصہ بن معبد اور سیدنا علی بن شیبان رضی اللہ عنہما کی حدیث بہت واضح ہے کہ صف کے پیچھے کسی بھی اکیلے نمازی کی کوئی بھی نماز نہیں ہوتی اور اگر کوئی ایسا کر لے تو اس کے لیے اپنی اس طرح پڑھی ہوئی نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔ بعض لوگ بغیر دلیل کے ان عام احادیث کو خاص کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر پہلی صف میں جگہ نہ ہو تو پھر صف کے پیچھے اکیلے کی نماز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہی تو بعض لوگ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز قبول نہ ہونے والی عام حدیث سے مقتدی اور مدرک رکوع کو بغیر دلیل مستثنیٰ کر لیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جب حدیث میں عموم ہے تو ایک خاص صورت کو بغیر دلیل کے مستثنیٰ نہیں کیا جا سکتا۔

صف کے پیچھے اکیلا آنے والا کیا کرے؟

اگر کوئی شخص نمازِ باجماعت کے لیے مسجد میں آئے اور صف مکمل ہو چکی ہو، صف کے

پیچھے وہ اکیلا ہی ہو تو اس کے لیے دوصورتیں ہیں :

① وہ اگلی صف سے ایک آدمی کو کھینچ کر اپنے ساتھ ملا لے۔ اس کی دلیل سیدنا جابر رضی اللہ عنہ والی یہ حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز میں تھے۔ میں بھی آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے نماز ہی میں مجھے ہاتھ سے پکڑا اور پیچھے سے گھماتے ہوئے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد سیدنا جبار بن صخر رضی اللہ عنہ آئے اور نبی اکرم ﷺ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ہم دونوں کو ہاتھوں سے پکڑ کر پچھلی صف میں کر دیا۔

(صحیح مسلم : 3010)

ائمہ دین بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں جیسا کہ امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ، امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ (م : 196 ھ) سے نقل کرتے ہیں :

يَدْخُلُ فِي الصَّفِّ، أَوْ يُخْرِجُ إِلَيْهِ رَجُلًا مِّنَ الصَّفِّ، فَيَقُومُ مَعَهُ.

''وہ (صف کے پیچھے اکیلا رہنے والا اگر جگہ ہو تو اگلی) صف میں داخل ہو جائے، ورنہ صف سے ایک آدمی کو نکال لے اور (پچھلی صف میں) اس کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔'' (مسند عليّ بن الجعد : 112، وسندهٗ صحيحٌ)

اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ پیچھے آنے والے اکیلے شخص کے لیے نئی صف بنانے کی خاطر اگلی صف سے آدمی کو پیچھے کیا جا سکتا ہے اور ایک صف بنانے کے لیے اتنی حرکت بھی جائز ہے۔ اگر کوئی شخص پہلی صف سے آدمی کھینچنے کے عمل کو صف توڑنا شمار کرے اور صف توڑنے کی وعیدیں اس پر منطبق کرے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے کیونکہ کسی عذر کی بنا پر کسی شخص کا صف سے نکلنا صف توڑنے میں شمار نہیں ہوتا، مثلاً اگر کوئی شخص نماز میں بے وضو ہو جائے تو

بھلا وہ صف سے نکل کر نہیں جائے گا؟ اگر جائے گا اور یقیناً جائے گا تو کیا اس کا یہ عمل صف توڑنا شمار ہوگا؟ اور کیا اس طرح پہلی صف ناقص ہو جائے گی؟ قطعاً نہیں۔ لہٰذا بعض لوگوں کا اس موقف کے خلاف یہ حدیث پیش کرنا درست نہیں کہ:

«مَنْ وَّصَلَ صَفًّا؛ وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا؛ قَطَعَهُ اللّٰهُ»

''جو شخص صف کو ملاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے ساتھ ملاتا ہے اور جو صف کو توڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دُور کر دیتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: 5724، سنن أبي داوٗد: 666، وسندهٗ صحيحٌ)

کیونکہ اس حدیث کا تعلق بغیر عذر کے صف کو خراب کرنے والے شخص سے ہے، صحیح احادیث کی روشنی میں اگلی صف سے ایک آدمی کھینچ کر صف بنانے والے شخص سے نہیں۔

② اگر پیچھے آنے والا شخص کسی بنا پر اگلی صف سے کسی نمازی کو کھینچنا نہیں چاہتا یا کسی وجہ سے کھینچ نہیں پاتا تو وہ اس وقت تک انتظار کرے جب تک کوئی مزید نمازی نہ آ جائے۔ اگر اسی انتظار میں جماعت نکل جانے کا خطرہ ہو تو صف کے پیچھے اکیلا نماز نہ پڑھے کیونکہ صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا بہرحال جائز نہیں کیونکہ انتظار کرتے رہنے سے تو ایک مجبوری کی بنا پر صرف جماعت ضائع ہوگی لیکن اگر اس نے صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھ لی تو سرے سے نماز ہی ضائع ہو جائے گی۔ حدیثِ رسول کی روشنی میں ایسے شخص کے لیے نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا۔

صف بندی کے متفرق احکام

ابوعبداللہ صارم

صفِ اول کی فضیلت :

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَّسْتَهِمُوا عَلَيْهِ؛ لَاسْتَهَمُوا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ؛ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ؛ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا».

''اگر لوگ اذان اور صفِ اول میں موجود اجر کو جان لیں اور پھر اس کے حصول کے لیے قرعہ اندازی کے سوا کوئی چارہ نہ پائیں تو ضرور قرعہ اندازی کریں۔ اگر وہ اوّل وقت میں نماز پڑھنے کے اجر کو جان لیں تو ضرور اس میں سبقت کریں اور اگر وہ عشا اور صبح کی نماز کے اجر کو جان لیں تو ضرور اس میں حاضر ہوں، اگرچہ گھٹنوں کے بل آنا پڑے۔'' (صحيح البخاري : 615، صحيح مسلم : 437)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا، وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا، وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا».

''مردوں کی سب سے بہتر صف پہلی اور سب سے کم تر صف آخری ہوتی ہے،

جب کہ عورتوں کی سب سے بہتر صف آخری اور سب سے کم تر پہلی ہوتی ہے۔''

(صحیح مسلم: 440)

❁ سیدنا سعد بن مالک بن سنان، معروف بہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِي أَصْحَابِهٖ تَأَخُّرًا، فَقَالَ لَهُمْ: «تَقَدَّمُوا، فَأْتَمُّوا بِي، وَلْيَأْتَمَّ بِكُم مَّنْ بَعْدَكُمْ، لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَّتَأَخَّرُونَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ».

''رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ کرام صف میں پیچھے رہتے تھے، تو ان سے فرمایا: آگے بڑھیں، میری اقتدا کریں اور آپ سے بعد والے آپ کی اقتدا کریں۔ لوگ ہمیشہ (نیکی سے) پیچھے رہنے لگتے ہیں، حتی کہ اللہ تعالیٰ انہیں (اپنی رحمت سے) پیچھے کر دیتا ہے۔''(صحیح مسلم: 438)

❁ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلّٰى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الصُّبْحَ، فَقَالَ: أَشَاهِدٌ فُلَانٌ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: أَشَاهِدٌ فُلَانٌ؟، قَالُوا: لَا، قَالَ: «إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ أَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ، وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَيْتُمُوهُمَا، وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الرُّكَبِ، وَإِنَّ الصَّفَّ الْأَوَّلَ عَلٰى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ، وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَّا فَضِيلَتُهٗ؛ لَابْتَدَرْتُمُوهُ، وَإِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَزْكٰى مِنْ صَلَاتِهٖ وَحْدَهٗ، وَصَلَاتُهٗ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكٰى مِنْ صَلَاتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ، وَمَا

كَثُرَ؛ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی» .

''رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا: کیا فلاں حاضر ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: فلاں حاضر ہے؟ عرض کیا نہیں۔ اس پر فرمایا: بلاشبہ یہ دونوں نمازیں (عشا وفجر) منافقین پر ساری نمازوں سے زیادہ بھاری ہیں۔ اگر آپ لوگوں کو ان کا اجر معلوم ہو جائے تو ان دونوں میں ضرور حاضر ہو جاؤ، اگرچہ گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آنا پڑے۔ یقیناً پہلی صف فرشتوں کی صف کی طرح ہوتی ہے۔ اگر آپ لوگ اس کی فضیلت جان لو تو ضرور اسے حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت کرو۔ بلاشبہ ایک شخص کی ایک شخص کے ساتھ نماز اکیلے نماز پڑھنے سے زیادہ اجر وثواب والی ہے اور اس کی دو آدمیوں کے ساتھ نماز ایک آدمی کے ساتھ نماز سے زیادہ اجر وثواب والی ہے اور جیسے جیسے یہ تعداد بڑھتی جائے گی، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہو گی۔''

(مسند الإمام أحمد : 140/5؛ سنن أبي داوٗد : 554، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۴۷۷) اور امام ابن حبان (۲۰۵۶) رحمہما اللہ نے صحیح کہا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ حَکَمَ أَئِمَّةُ الْحَدِیثِ یَحْیَی بْنُ مَعِینٍ، وَعَلِيُّ بْنُ الْمَدِینِيِّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ یَحْیَی الذُّهْلِيُّ، وَغَیْرُهُمْ لِهٰذَا الْحَدِیثِ بِالصِّحَّةِ .

''امام یحییٰ بن معین، علی بن مدینی اور محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہم اللہ جیسے محدثین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔'' (المستدرك على الصحيحين :249/1)

علامہ طیبی (م: ۷۴۳ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شَبَّهَ الصَّفَّ الْأَوَّلَ فِي قُرْبِهِ مِنَ الْإِمَامِ بِصَفِّ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينِ فِي قُرْبِهِمْ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ .

''آپ ﷺ نے پہلی صف کو امام کے قریب ہونے کی وجہ سے مقربین فرشتوں سے تشبیہ دی، کیوں کہ وہ بھی اللہ عزوجل کے قریب ہوتے ہیں۔''

(شرح المشكاة : ١١٣٢/٤)

❀ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ أَحْبَبْنَا أَنْ نَّكُونَ عَنْ يَّمِينِهِ، يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، قَالَ : فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ : «رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ أَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ» .

''ہم جب رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تو آپ ﷺ کی دائیں جانب کھڑے ہونے کے خواہش مند ہوتے۔آپ ﷺ اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف متوجہ کرتے۔میں نے آپ ﷺ کو یہ دُعا کرتے ہوئے سنا: میرے رب! مجھے اس دن اپنے عذاب سے بچا لینا جس دن تُو اپنے بندوں کو (قبروں سے) اٹھائے گا۔''(صحيح مسلم : 709)

❀ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم ﷺ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

كَانَ يُصَلِّي عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ ثَلَاثًا، وَعَلَى الثَّانِي وَاحِدَةً .

''آپ ﷺ پہلی صف کے لیے تین دفعہ اور دوسری صف کے لیے ایک دفعہ دعا فرمایا کرتے تھے۔''(سنن النسائي : 817، مسند الإمام أحمد : 128/4، مسند الشاميين للطبراني : 1153، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (2159) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآى فِي أَصْحَابِهٖ تَأَخُّرًا، فَقَالَ لَهُمْ: «تَقَدَّمُوا، فَأْتَمُّوا بِي، وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَّنْ بَعْدَكُمْ، لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ».

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام میں سستی دیکھی تو ان سے فرمایا: آگے بڑھو، میری اقتدا کرو اور تم سے پیچھے والے تمہاری اقتدا کریں۔ لوگ سستی کرتے رہتے ہیں، حتی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔''

(صحیح مسلم: 438)

تنبیہ ①:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

كَانَتْ امْرَأَةٌ تُصَلِّي خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْنَاءَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ، فَكَانَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَتَقَدَّمُ حَتّٰى يَكُونَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ لِئَلَّا يَرَاهَا، وَيَسْتَأْخِرُ بَعْضُهُمْ حَتّٰى يَكُونَ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ، فَإِذَا رَكَعَ نَظَرَ مِنْ تَحْتِ إِبْطَيْهِ.

''ایک نہایت خوب صورت عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھتی تھی۔ بعض لوگ تو آگے بڑھ کر پہلی صف میں کھڑے ہوتے تا کہ اس پر نظر نہ پڑے، لیکن کچھ لوگ پیچھے رہتے حتی کہ آخری صف میں جگہ بناتے۔ جب رکوع میں جاتے تو اپنی بغلوں کے نیچے سے دیکھتے۔''

(سنن النسائي : 870، سنن الترمذي : 3122، سنن ابن ماجه : 1046)

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیوں کہ اس کے راوی عمرو بن مالک نکری (حسن الحدیث) کی روایت ابوالجوزاء سے غیر محفوظ ہوتی ہے۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ (الكامل : ٤١١/١) : حَدَّثَ عَنْهُ عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ قَدْرَ عَشْرَةِ أَحَادِيثَ غَيْرِ مَحْفُوظَةٍ .

''امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ابوالجوزاء سے عمرو بن مالک نے تقریباً دس غیر محفوظ احادیث بیان کی ہیں۔'' (تهذيب التهذيب : ٣٣٦/١)

یہ جرح مفسر ہے، یہ حدیث بھی عمرو بن مالک النکری نے اپنے استاذ ابو الجوزاء سے روایت کی ہے، لہٰذا غیر محفوظ ہے۔

تنبیہ ② :

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

«إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوفِ» .

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ صفوں کی دائیں جانب پر رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے صفوں کی دائیں جانب کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 675، سنن ابن ماجه : 1005)

اس کی سند امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

ستونوں کے درمیان صف :

بوقت ضرورت ستونوں کے درمیان صف بنائی جا سکتی ہے، جیسا کہ عبدالحمید بن محمود بیان

کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فِي الصَّفِّ، فَرَمَوْا بِنَا حَتّٰى أُلْقِينَا بَيْنَ السَّوَارِي، فَتَأَخَّرَ، فَلَمَّا صَلّٰى؛ قَالَ : قَدْ كُنَّا نَتَّقِي هٰذَا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''ہم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ صف میں تھے۔(رَش میں)لوگوں نے ہمیں دھکیلا،حتی کہ ہم ستونوں کے درمیان چلے گئے۔آپ رضی اللہ عنہ (ستونوں سے) پیچھے ہٹ گئے۔ جب نماز مکمل کی تو فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہم ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے سے بچا کرتے تھے۔''

(مسند الإمام أحمد : 104/3؛ سنن أبي داوٗد : 673؛ سنن النسائي : 820؛ سنن الترمذي :229؛ السنن الكبرٰى للبيهقي : 104/3، واللفظ لهٗ؛ المستدرك على الصحيحين للحاكم : 218,210/1، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''،جب کہ امام خزیمہ(۱۵۶۸)،امام ابن حبان(۲۲۱۸) اور امام حاکم(۲۱۸/۱) رحمہم اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(فتح الباري شرح صحيح البخاري :578/1)

اس حدیث کے تحت امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ العِلْمِ أَنْ يُّصَفَّ بَيْنَ السَّوَارِي، وَبِهٖ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي ذٰلِكَ .

''اہل علم کی ایک جماعت نے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے کو ناپسند کیا ہے۔

امام احمد اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ یہی کہتے ہیں۔جب کہ اہل علم کی ایک جماعت اس بارے میں رخصت بھی دیتی ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 229)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تَصُفُّوا بَيْنَ السَّوَارِي .

''ستونوں کے درمیان صف نہ بناؤ۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي : 104/3، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن منذر رحمہ اللہ (م:۳۱۹ھ) لکھتے ہیں:

وَلَوِ اتَّقٰى مُتَّقٍ كَانَ حَسَنًا، وَلَا مَأْثَمَ عِنْدِي عَلٰى فَاعِلِهٖ .

''اگر کوئی اس سے بچے تو اچھا ہے،لیکن میرے نزدیک ایسا کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔''(الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف : 184/4)

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَلَا خِلَافَ فِي جَوَازِ الصَّفِّ بَيْنَ السَّوَارِي عِنْدَ الضِّيقِ، وَأَمَّا مَعَ السَّعَةِ؛ فَهُوَ مَكْرُوهٌ لِّلْجَمَاعَةِ، فَأَمَّا الْوَاحِدُ؛ فَلَا بَأْسَ بِهٖ، وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ بَيْنَ سَوَارِيهَا .

''تنگی کے وقت ستونوں کے درمیان صف بنانے کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہاں،جگہ کی وسعت کے باوجود ایسا کرنا باجماعت نماز میں مکروہ ہے۔اکیلا شخص ایسا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں دوستونوں کے درمیان نماز پڑھی تھی۔''(عارضة الأحوذي : 28/2)

الحاصل یہ کراہت تنزیہی ہے۔ بامر مجبوری ستونوں کے درمیان صف بنانے میں کوئی حرج نہیں۔

بالائي منزل اورته خانه وغيره ميں نماز :

عورتوں کی صف اگر منزل کی بالائی منزل پر یا تہ خانہ میں ہو اور مردوں کی صف زمین کی سطح پر ہو، نیز عورتوں کی صف مردوں کی صف سے مقدم ہو، تب بھی نماز درست ہے۔اسی طرح عورتوں کی صف اور امام کے درمیان دیوار یا پردہ حائل ہو تو بھی نماز صحیح ہو گی۔

بامر مجبوری اور عذر کی صورت میں عورتوں کی صف امام سے مقدم ہو، درمیان میں دیوار یا کوئی پردہ حائل ہو تو بھی نماز درست ہو گی۔کیوں کہ آڑ کی صورت میں وہ امام کے پیچھے ہی متصور ہو گی۔

اسی طرح اگر امام ایک کمرے میں ہو اور اس کے ساتھ چند مقتدی ہوں اور جگہ کی تنگی کی بنا پر باقی متقدی دوسرے کمرے میں امام کی اقتدا کریں تو یہ بھی درست ہے۔

اگر کسی مسجد سے متصل مکان میں امام کی تکبیرات سنائی دیتی ہوں تو اس مکان کی چھت یا صحن میں امام کی اقتدا درست ہے۔

دلائل ملاحظہ فرمائیں :

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں :

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فِي حُجْرَتِهِ، وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيرٌ، فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ أُنَاسٌ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ .

”رسول اللہ ﷺ رات کو اپنے حجرہ میں نماز ادا فرماتے۔حجرے کی دیوار چھوٹی

تھی، صحابہ کرام نے نبی اکرم ﷺ کے سراپہ مبارکہ کو دیکھا اور کھڑے ہو کر آپ کی اقتدا کرنے لگے۔''(صحيح البخاري : 729)

سید الفقہا، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے:

بَابٌ إِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ أَوْ سُتْرَةٌ .

''اس صورت کا بیان جب امام اور مقتدیوں کے مابین دیوار یا پردہ حائل ہو۔''

② صالح مولی تو أمہ کہتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَوْقَ الْمَسْجِدِ بِصِلَاةِ الْإِمَامِ، وَهُوَ أَسْفَلُ .

''میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر امام کی اقتدا میں نماز پڑھی، حالانکہ امام نیچے تھا۔''(مصنّف ابن أبي شيبة : 222/2، وسندهٗ حسنٌ)

③ سعید بن مسلم کہتے ہیں:

رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ صَلّٰى فَوْقَ ظَهْرِ الْمَسْجِدِ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ، وَمَعَهٗ رَجُلٌ آخَرُ، يَعْنِي وَيَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ .

''میں نے سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کے ساتھ مسجد کی چھت پر مغرب کی امام کی اقتدا میں نماز پڑھی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 222/2، وسندهٗ صحيحٌ)

④ منصور بن معتمر بیان کرتے ہیں:

كَانَ إِلٰى جَنْبِ مَسْجِدِنَا سَطْحٌ، عَنْ يَمِينِ الْمَسْجِدِ، أَسْفَلُ مِنَ الْإِمَامِ، فَكَانَ قَوْمٌ هَارِبِينَ فِي إِمَارَةِ الْحَجَّاجِ، وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ حَائِطٌ طَوِيلٌ يُصَلُّونَ عَلٰى ذٰلِكَ السَّطْحِ، وَيَأْتَمُّونَ

بِالْإِمَامِ، فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ، فَرَآهُ حَسَنًا .

''ہماری مسجد کی دائیں جانب ایک جگہ تھی، جو امام کی جگہ کی نسبت نیچی تھی۔ کچھ لوگ حجاج کے دور میں بھاگے ہوئے تھے،ان کے اور مسجد کے درمیان ایک لمبی دیوار حائل تھی۔وہ اس امام کی اقتدا میں اس جگہ نماز ادا کرتے تھے۔میں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسے درست خیال کیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 222/2، وسندهٗ صحيحٌ)

⑤ عبداللہ بن عون بیان کرتے ہیں :

سُئِلَ مُحَمَّدٌ عَنِ الرَّجُلِ يَكُونُ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ، يُصَلِّي بِصَلَاةِ الْإِمَامِ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَ : لَا أَعْلَمُ بِهٖ بَأْسًا، إِلَّا أَنْ يَّكُونَ بَيْنَ يَدَيِ الْإِمَامِ .

''امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو رمضان المبارک میں کسی گھر کی چھت پر امام کی اقتدا میں نماز پڑھے۔انہوں نے فرمایا : میں اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتا،الا یہ کہ وہ امام سے آگے ہو۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 222/2، وسندهٗ صحيحٌ)

⑥ ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں :

إِنَّ عُرْوَةَ كَانَ يُصَلِّي بِصَلَاةِ الْإِمَامِ، وَهُوَ فِي دَارِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ، وَبَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ طَرِيقٌ .

''عروہ بن زبیر تابعی رحمہ اللہ نماز کی اقتدا میں حمید بن عبد الرحمٰن بن حارث کے گھر میں نماز ادا کرتے،حالانکہ ان کے اور مسجد کے درمیان ایک راستہ تھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 222/2، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ ① :

بعض لوگوں نے اللہ رب العالمین کی گرفت سے بے خوف وخطر ہو کر یہ روایت گھڑ لی :

«مَنْ كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْإِمَامِ طَرِيقٌ أَوْ نَهْرٌ أَوْ صَفٌّ مِّنْ نِّسَاءٍ؛ فَلَيْسَ هُوَ مَع الْإِمَامِ» .

''جس کے اور امام کے درمیان راستہ،نہر یا عورتوں کی صف حائل ہو،وہ امام کی اقتدا میں نہیں ۔''

(المبسوط للسرخسي : 184/1، 193، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع للكاساني : 240/1، البناية شرح الهداية للعيني : 353/2، المحيط البرهاني فى الفقه النعماني : 421/1)

فائدہ ② :

سیدنا عقبہ بن عمرو،ابومسعود انصاری،بدری رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے :

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّقُومَ الْإِمَامُ فَوْقَ شَيْءٍ، وَالنَّاسَ خَلْفَهٗ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی امام کسی بلند چیز پر کھڑا ہو،اس حال میں لوگ (نیچے)اس کی اقتدا کر رہے ہوں ۔''(سنن الدارقطني : 1882)

اس کی سند سلیمان بن مہران اعمش اور ابراہیم بن یزید نخعی کی ''تدلیس'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

فائدہ ③ :

عیسیٰ بن ابوعزہ،امام شعبی رحمہ اللہ کے بارے میں کہتے ہیں :

سَأَلْتُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ تَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَبَيْنَهُمَا طَرِيقٌ، فَقَالَ : لَيْسَ ذَلِكَ لَهَا .

''میں نے ان سے عورت کے بارے میں پوچھا کہ اس کے اور امام کے درمیان میں راستہ حائل ہو۔انھوں نے فرمایا : اس کے لیے ایسی صورت میں اقتدا کرنا جائز نہیں۔''(مصنّف ابن أبي شيبة : 222/2، وسندهٗ صحيحٌ)

امام شعبی رحمہ اللہ کا یہ قول صحیح حدیث اور سلف صالحین کے فہم کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول ہے۔

فائدہ ④ :

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول منسوب ہے :

إِذَا كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْإِمَامِ طَرِيقٌ، أَوْ نَهْرٌ، أَوْ حَائِطٌ؛ فَلَيْسَ مَعَهُ .

''جب نمازی اور امام کے درمیان راستہ،نہر یا دیوار حائل ہو،تو وہ امام کی اقتدا میں نہیں ہے۔''(مصنّف ابن أبي شيبة : 222/2)

اس کی سند''ضعیف''ہے،کیوں کہ :

① نعیم بن ابو ہند کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ولقا نہیں ہے۔

② حفص بن غیاث راوی''مدلس''ہے۔

③ لیث بن ابو سلیم جمہور محدثین کے نزدیک''ضعیف،سیء الحفظ''ہے۔

مصنف عبد الرزاق (4880) والی سند میں نعیم بن ابو ہند اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان ''انقطاع''کے ساتھ ساتھ سلیمان بن طرخان تیمی اور امام عبد الرزاق کی''تدلیس''ہے۔

فائدہ ⑤ :

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے :

إِنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُّصَلِّيَ بِصَلَاةِ الْإِمَامِ، إِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيقٌ، أَوْ نِسَاءٌ.

''وہ امام کی اقتدا میں نماز پڑھنے کو اس وقت مکروہ سمجھتے تھے جب نمازی اور امام کے درمیان راستہ یا عورتیں ہوتیں۔''(مصنّف ابن أبي شيبة : 222/2)

اس کی سند سفیان ثوری اور اعمش کی ''تدلیس'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

مصنف عبد الرزاق (4882) والی سند میں ابن مجالد اور اس کا باپ مجالد کون ہے؟ ان کی تعیین و توثیق درکار ہے۔نیز امام عبدالرزاق ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

قاضی ابو یوسف کی ''الآثار'' (322) کی سند جھوٹی ہے۔یوسف بن ابو یوسف کی توثیق نہیں مل سکی۔صاحبِ کتاب قاضی ابو یوسف جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' ہیں اور ان کے استاذ نعمان بن ثابت باتفاقِ محدثین ''ضعیف و متروک'' ہیں۔مزید یہ کہ حماد بن ابوسلیمان راوی ''مختلط'' بھی ہیں۔نعمان بن ثابت صاحب نے ان سے اختلاط کے بعد روایت لی ہے۔

محمد بن حسن شیبانی کی ''الآثار'' (115) والی سند کا بھی یہی حال ہے۔محمد بن حسن شیبانی ''متروک و کذاب'' ہے۔اس کے استاذ بھی باتفاقِ محدثین ''ضعیف و متروک'' ہیں۔حماد بن ابو سلیمان کا ''اختلاط'' بھی ہے۔

ہیجڑوں کی صف :

خُنثٰی (ہیجڑے) میں اگر مردوں والی علامات پائی جائیں تو وہ مردوں کی صف میں کھڑا ہو گا اور اگر عورتوں کی والی علامات ہوں تو عورتوں کی صف میں کھڑا ہو گا۔البتہ خُنثٰی مشکل (جس میں کسی ایک جنس کی علامات واضح نہ ہوں) مردوں کے ساتھ کھڑا ہو۔

صف مکمل ہو تو امام کے ساتھ کھڑا ہونا :

صف مکمل ہونے کی صورت میں مقتدی کا امام کے ساتھ مل کر کھڑا ہونا درست نہیں، جیسا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز کی امامت کرا رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بائیں جانب آ کر بیٹھ گئے۔حدیث کے الفاظ ہیں :

فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ؛ اسْتَأْخَرَ .

''جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹ گئے۔''

(صحيح البخاري : 683، صحيح مسلم : 418)

معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے ساتھ صف مکمل ہونے کی صورت میں کھڑا نہیں ہوسکتا، تب ہی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔عذر کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی جگہ کھڑے رہنے کا اشارہ فرمایا۔

بعض لوگ اس مسئلہ میں ایک ''ضعیف'' حدیث کو دلیل بنا کر صف مکمل ہونے کی صورت میں امام کے ساتھ کھڑے ہونے کو جائز سمجھتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے :

قَالَ رَجُلٌ لِّلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَلِّمْنِي عَمَلًا أَدْخُلُ الْجَنَّةَ، قَالَ : «كُنْ مُؤَذِّنًا، أَوْ إِمَامًا، أَوْ بِإِزَاءِ الْإِمَامِ» .

''ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا : مجھے ایسا عمل بتائیے جس کی وجہ سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یا مؤذّن بن جاؤ، یا امام یا امام کے برابر کھڑے ہو جاؤ۔''

(التاريخ الكبير للبخاري : 37/1، المعجم الأوسط للطبراني : 7737، الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي : 284/7، الضعفاء الكبير للعقيلي : 22/4)

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیوں کہ محمد بن اسماعیل ضبی راوی ''منکر الحدیث'' ہے۔امام

بخاری (التاریخ الکبیر : 37/1)، امام ابن عدی (الکامل فی ضعفاء الرجال : 284/7) اور امام ابن الجارود (لسان المیزان لابن حجر : 467/6) نے اسے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول'' کہا ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 189/7)

سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات : 49/9) کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

مصنف ابن ابوشیبہ (537/2) میں امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول یونس بن عبید کی ''تدلیس'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

اسی طرح ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے قول کی سند میں ہشیم بن بشیر ''مدلس'' ہیں، انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔

کرسی پر نماز :

حتی المقدور کرسی پر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے، کیوں کہ یہ کوئی مستحسن اقدام نہیں، ہاں! اگر کوئی چارہ نہ ہو تو پھر جائز ہے۔ لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ ذرا سی تکلیف پر نماز میں کرسی استعمال کی جاتی ہے، جب کہ دکانوں اور گھروں میں کرسی کے بغیر ہی بیٹھے رہتے ہیں۔ آج سے بیس پچیس سال پہلے یہی بیماریاں اور یہی عذر موجود تھے، لیکن مسجدوں میں یہ حال نہیں تھا، اب دیکھا دیکھی مساجد میں رواج پڑ گیا ہے۔ مساجد اسمبلی حال کا منظر پیش کرتی نظر آتی ہیں۔ ائمہ مساجد کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی اس بارے میں اصلاح فرمائیں۔

نماز میں بے وضو ہو جائے تو؟

اللہ تعالیٰ کے ہاں مومن کتنا محترم ہے، یہ محاسن اسلام میں سے ہے کہ جہاں کہیں بھی انسان کے عزت و وقار کو ٹھیس پہنچنے کا خدشہ ہو، وہاں اس کا بھرپور دفاع کیا ہے۔ غور کریں کہ کوئی شخص صف میں کھڑا ہے، وضو ٹوٹنے پر ناک پکڑ کر صف سے خارج ہو جائے، لوگ یہی

سمجھیں گے کہ اس کی نکسیر پھوٹ پڑی ہے، کسی کے ذہن میں خیال تک نہیں جائے گا کہ اس کی ہوا خارج ہو گئی ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَحْدَثَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ؛ فَلْيَأْخُذْ بِأَنْفِهِ، ثُمَّ لِيَنْصَرِفْ» .

''جب تم میں سے کوئی نماز میں بے وضو ہو جائے تو اپنا ناک پکڑ کر صف سے نکل جائے۔'' (سنن أبي داوٗد : 1114؛ سنن ابن ماجه : 1222، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود (۲۲۲)، امام ابن خزیمہ (۱۰۱۹) اور امام ابن حبان (۲۲۳۹) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم (۱/ ۱۸۴۔۲۶۰) نے اسے ''امام بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ بوصیری کہتے ہیں کہ اس کی سند ''صحیح'' اور راوی ''ثقہ'' ہیں۔

(مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه :145/1)

علامہ خطابی (۳۱۹۔۳۸۸ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّمَا أَمَرَهٗ أَنْ يَّأْخُذَ بِأَنْفِهِ لِيُوهِمَ الْقَوْمَ أَنَّ بِهِ رُعَافًا، وَفِي هٰذَا بَابٌ مِّنَ الْأَخْذِ بِالْأَدَبِ فِي سَتْرِ الْعَوْرَةِ وَإِخْفَاءِ الْقَبِيحِ مِنَ الْأَمْرِ وَالتَّوْرِيَةِ بِمَا هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ، وَلَيْسَ يَدْخُلُ فِي هٰذَا الْبَابِ الرِّيَاءُ وَالْكَذِبُ، وَإِنَّمَا هُوَ مِنْ بَابِ التَّجَمُّلِ وَاسْتِعْمَالِ الْحَيَاءِ وَطَلَبِ السَّلَامَةِ مِنَ النَّاسِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کو اپنا ناک پکڑ کر صف سے نکلنے کا حکم اس لیے دیا کہ لوگوں کو یہ شک ہو کہ اس کی نکسیر پھوٹی ہے۔ اس نبوی تعلیم سے عیوب کو چھپانے

کے حوالے سے ادب کو اختیار کرنا، ناپسندیدہ معاملات کو خفیہ رکھنا اور مکروہ کاموں کا احسن انداز میں توریہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔اس معاملے میں ریاکاری و جھوٹ کو کوئی دخل نہیں۔یہ تو احسن انداز، حیا داری اور لوگوں سے سلامتی کی راہ ہے۔''

(معالم السنن :249/1)

دوآدميوں كي جماعت :

کم از کم صف دو آدمیوں کی ہوتی ہے، جیسا کہ :

❁ سیدنا مالک بن حویرث بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی نبی کریم سے واپس جانے کی اجازت طلب کرنے کے لیے گئے تو آپ نے ہمیں فرمایا:

«إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ؛ فَأَذِّنَا وَأَقِيمَا، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا» .

''جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم اذان و اقامت کہو۔پھر تم میں سے عمر میں بڑا امام بنے۔''(صحيح البخاري : 658؛ صحيح مسلم : 293)

جب دو آدمی جماعت کرائیں تو ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہوں گے، جیسا کہ :

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَصَلَّيْتُ خَلْفَهُ، فَأَخَذَ بِيَدِي، فَجَرَّنِي، فَجَعَلَنِي حِذَائَهُ .

''میں رات کے آخری حصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) میرے ہاتھ سے پکڑ کر مجھے کھینچا اور اپنے برابر کھڑا کر دیا۔''(مسند الإمام أحمد : 330/3، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۳/ ۵۳۴) نے ''صحیح بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح'' کہا ہے

اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ، فَصَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ، فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، فَجِئْتُ، فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهِ، فَجَعَلَنِي عَنْ يَّمِينِهِ، فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ، أَوْ قَالَ: خَطِيطَهُ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

''میں نے ایک رات اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بسر کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لائے اور چار رکعتیں ادا کر کے سو گئے۔ پھر کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دائیں جانب کر دیا۔ پھر پانچ رکعات پڑھیں، اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر سو گئے حتی کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خراٹوں کی آواز سنی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لے گئے۔'' (صحيح البخاري: 697، صحيح مسلم: 763)

فقیہ امت، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث یہ مسئلہ اخذ کیا ہے:

يَقُومُ عَنْ يَّمِينِ الْإِمَامِ بِحِذَائِهِ سَوَاءً إِذَا كَانَا اثْنَيْنِ.

''مقتدی امام کی دائیں جانب امام کے بالکل برابر کھڑا ہو گا، جب دو مرد جماعت کرائیں۔''

شارحِ صحیح بخاری، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (773-852ھ) اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

وَقَوْلُهُ: سَوَاءً، أَيْ لَا يَتَقَدَّمُ وَلَا يَتَأَخَّرُ، وَفِي انْتِزَاعِ هٰذَا مِنَ

الْحَدِيثِ الَّذِي أَوْرَدَهٗ بُعْدُ، وَقَدْ قَالَ أَصْحَابُنَا : يُسْتَحَبُّ أَنْ يَّقِفَ الْمَأْمُومُ دُونَهٗ قَلِيلًا، وَكَأَنَّ الْمُصَنِّفَ أَشَارَ بِذٰلِكَ إِلٰى مَا وَقَعَ فِي بَعْضِ طُرُقِهٖ، فَقَدْ تَقَدَّمَ فِي الطَّهَارَةِ مِنْ رِّوَايَةِ مَخْرَمَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ، بِلَفْظِ : فَقُمْتُ إِلٰى جَنْبِهٖ، وَظَاهِرُهُ الْمُسَاوَاةُ .

''امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مقتدی برابر ہو،یعنی امام سے نہ آگے ہو نہ پیچھے۔جو حدیث امام صاحب نے پیش کی ہے،اس سے یہ استنباط دقیق ہے۔ ہمارے اصحاب کا کہنا ہے کہ مقتدی امام سے تھوڑا پیچھے کھڑا ہو۔امام بخاری رحمہ اللہ نے ان الفاظ کی طرف اشارہ کیا ہے،جو اس حدیث کی بعض سندوں میں موجود ہیں۔کتاب الطہارت میں مخرمہ عن کریب عن ابن عباس کی سند سے یہ الفاظ مذکور ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جانب کھڑا ہوا۔اس سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما برابر کھڑے ہوئے تھے۔''

(فتح البـــــاري شرح صحيح البخاري : 190/2)

❁ نافع مولی ابن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُمْتُ وَرَاءَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِي صَلَاةٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ، وَلَيْسَ مَعَهٗ أَحَدٌ غَيْرِي، فَخَالَفَ عَبْدُ اللّٰهِ بِيَدِهٖ، فَجَعَلَنِي حِذَائَهٗ .

''میں ایک نماز میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور میرے علاوہ آپ کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ہاتھ کے ساتھ مجھے اپنے برابر کھڑا کر دیا۔''(المؤطأ للإمام مالك : 134/1، وسندهٗ صحيحٌ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات میں نماز کے احوال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یوں بیان کرتی ہیں:

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جماعت کرا رہے تھے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو چیرتے ہوئے آگے تشریف لائے،تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہیں۔اس کے بعد:

فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَاءَ أَبِي بَكْرٍ إِلٰى جَنْبِهِ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُّصَلِّي بِصَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک جانب ان کے برابر بیٹھ گئے۔سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے۔''(صحيح البخاري : 683، صحيح مسلم : 418)

ثابت ہوا کہ جب دو آدمی جماعت کرا رہے ہوں تو مقتدی امام کی دائیں جانب بالکل برابر ساتھ مل کر کھڑا ہو گا۔امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف کا بھی یہی مذہب ہے۔

لیکن المبسوط للسرخسي(۴۳/۱)، بدائع الصنائع للكاساني الحنفي(۱۵۹/۱) اور الهداية(۱۲۶/۱،باب الإمامة) میں محمد بن حسن شیبانی کا قول ہے کہ مقتدی اپنی انگلیاں امام کی ایڑھی کے برابر رکھے۔

حنفی عوام نے یہ بے دلیل اور مخالفِ سنت قول لے لیا ہے، جب کہ خواہشات کی پیروی میں صحیح احادیث اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کو پس پشت ڈال دیا ہے۔یہ عجیب تر بات ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ﴾ (الجاثية 23:45)

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا

لیا ہے؟''

شارح ہدایہ، علامہ عینی حنفی (۷۶۲۔۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

وَلَا يَتَأَخَّرُ عَنِ الْإِمَامِ، لِأَنَّ التَّأَخُّرَ خِلَافُ السُّنَّةِ .

''مقتدی امام سے پیچھے نہ ہٹے، کیوں کہ پیچھے ہٹ کر کھڑے ہونا خلافِ سنت ہے۔''

(البناية في شرح الهداية : 340/2)

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی (م:۱۲۳۱ھ) کہتے ہیں:

وَالَّذِي فِي شُرُوحِ الْهِدَايَةِ وَالْقُدُورِيِّ وَالْكَنْزِ وَالْبُرْهَانِ وَالْقَهَسْتَانِيِّ أَنَّهُ يَقِفُ مُسَاوِيًا لَّهُ بِدُونِ تَقَدُّمٍ وَّبِدُونِ تَأَخُّرٍ مِّنْ غَيْرِ فُرْجَةٍ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ .

''ہدایہ وقدروی کی شروحات، کنز، برہان، قہستانی میں یہی لکھا ہوا ہے کہ ظاہر الروایہ میں مقتدی امام کے برابر کھڑا ہوگا، ذرا بھی آگے پیچھے نہیں ہوگا، نیز امام اور مقتدی کے درمیان کوئی خالی جگہ نہیں ہوگی۔''

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح : 305)

ناصر السنۃ، علامہ البانی رحمہ اللہ (م:۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ السُّنَّةَ أَنْ يَقْتَدِيَ الْمُصَلِّي مَعَ الْإِمَامِ عَنْ يَّمِينِهٖ وَحِذَائِهٖ، غَيْرَ مُتَقَدِّمٍ عَلَيْهِ، وَلَا مُتَأَخِّرٍ عَنْهُ، خِلَافًا لِّمَا فِي بَعْضِ الْمَذَاهِبِ أَنَّهُ يَنْبَغِي أَنْ يَّتَأَخَّرُ عَنِ الْإِمَامِ قَلِيلًا، بِحَيْثُ يَجْعَلُ أَصَابِعَ رِجْلِهٖ حِذَاءَ عَقِبَيِ الْإِمَامِ، أَوْ نَحْوَهٗ، وَهٰذَا كَمَا تَرٰى خِلَافُ هٰذَا الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ، وَبِهٖ عَمِلَ بَعْضُ السَّلَفِ .

''سنت طریقہ یہ ہے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھنے والا امام کی دائیں جانب اس کے برابر کھڑا ہو،اس سے نہ آگے ہو نہ پیچھے۔اس کے برعکس بعض مذاہب میں یہ مذکور ہے کہ مقتدی امام سے اتنا پیچھے ہو کر کھڑا ہو کہ اپنے پاؤں کی انگلیاں تقریباً امام کی ایڑھیوں کے برابر رکھے۔یہ بات جیسے آپ دیکھ ہی رہے ہیں،اس صحیح حدیث کے خلاف ہے۔بعض اسلاف نے اس پر (امام کے برابر کھڑا ہونے پر) عمل بھی کیا ہے۔''

(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيء في الأمّة : 175/6، تحت حديث : 2590)

نیز فرماتے ہیں:

فَالْقَوْلُ بِاسْتِحْبَابِ أَنْ يَّقِفَ الْمَأْمُومُ دُونَ الْإِمَامِ قَلِيلًا، كَمَا جَاءَ فِي بَعْضِ الْمَذَاهِبِ عَلٰى تَفْصِيلٍ فِي ذٰلِكَ لِبَعْضِهَا، مَعَ أَنَّهٗ مِمَّا لَا دَلِيلَ عَلَيْهِ فِي السُّنَّةِ، فَهُوَ مُخَالِفٌ لِّظَوَاهِرِ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ .

''امام سے تھوڑا پیچھے کھڑا ہونے کو مستحب کہنا،جیسا کہ بعض مذاہب میں مذکور ہے، اگرچہ ان میں سے بعض اس میں تفصیل بھی کرتے ہیں،نیز اس پر سنت سے کوئی دلیل بھی نہیں ملتی،یہ ان احادیث کے واضح مفہوم کے خلاف بھی ہے۔''

(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيء في الأمّة :270/1)

جناب تقی عثمانی دیوبندی صاحب کہتے ہیں :

''امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا مسلک یہ ہے کہ مقتدی اور امام دونوں برابر کھڑے ہوں گے،کوئی آگے پیچھے نہیں ہو گا اور امام محمد کے نزدیک مقتدی اپنا پنجہ امام کی ایڑھیوں کی محاذات میں رکھے گا۔فقہاے حنفیہ نے فرمایا کہ اگرچہ دلیل

کے اعتبار سے شیخین کا قول راجح ہے،لیکن تعامل امام محمد کے قول پر ہے اور وہ احوط بھی ہے، اس لیے کہ برابر کھڑے ہونے میں غیر شعوری طور پر آگے بڑھ جانے کا اندیشہ پایا جاتا ہے،جب کہ امام محمد کا قول اختیار کرنے کی صورت میں یہ خطرہ نہیں ہے،لہٰذا فتویٰ بھی امام محمد ہی کے قول پر ہے۔''

(درسِ ترمذی از تقی :1/489-490)

بڑا حوصلہ ہے کہ دلیل بھی اپنے امام کے قول کے موافق دیکھ کر پھر اسے ردّ کر دیا جائے اور بغیر کسی دلیل کے خلافِ سنت قول کو مفتیٰ بہ اور احوط قرار دے کر اپنا لیا جائے! پھر تقلید کے وجوب کا نعرہ بھی لگایا جائے اور غیر مقلدین کو طعنے بھی دیے جائیں۔

اگر کوئی متبع سنت یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان آ جانے کے بعد امام ابوحنیفہ کی بات نہیں مانی جا سکتی تو وہ مطعون قرار دیا جاتا ہے،جب کہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد کا بے دلیل ''فرمان'' آ جانے کے بعد امام ابوحنیفہ اور ان کے خاص شاگرد ابو یوسف کی بات ٹھکرا دینا بالکل درست اور احوط ٹھہرے!

یہ رَوش نہ تقلید ہے نہ اتباع۔ ع نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

دو مردوں كي جماعت ميں تيسرے مرد كي شموليت :

جب دو مرد با جماعت نماز پڑھ رہے ہوں تو بعد میں آنے والا مرد مقتدی کو پیچھے کھینچ لے گا یا جگہ کی مناسبت سے امام کو آگے کر دے گا،جیسا کہ:

❀ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ جِئْتُ حَتّٰى قُمْتُ عَنْ يَّسَارِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ بِيَدِي، فَأَدَارَنِي حَتّٰى أَقَامَنِي عَنْ يَّمِينِهِ، ثُمَّ جَاءَ جَبَّارُ بْنُ

صَخْرٍ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ فَقَامَ عَنْ يَّسَارِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْنَا جَمِيعًا، فَدَفَعَنَا حَتّٰى أَقَامَنَا خَلْفَهٗ.

(نبی اکرم ﷺ نماز میں تھے)۔میں آیا اور آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔آپ ﷺ نے (نماز ہی میں) مجھے ہاتھ سے پکڑا اور پیچھے سے گھماتے ہوئے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔اس کے بعد سیدنا جبار بن صخر رضی اللہ عنہ آئے اور نبی اکرم ﷺ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔آپ ﷺ نے ہم دونوں کو ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے پیچھے کر دیا۔(صحیح مسلم : 3010)

عورت كي محاذات كا مسئله :

عورتوں کی صفیں مردوں کی صفوں کے بعد ہوتی ہیں۔عورت یا عورتوں کو نماز کے لیے مرد یا مردوں کے برابر کھڑا نہیں ہونا چاہیے،لیکن اگر کسی مجبوری کی بنا پر یا غلطی سے ایسا ہو جائے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی،کیوں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں۔

جب کہ احناف مقلدین محاذات (عورت کے مرد کے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھ لینے) کے حوالے سے چند باطل صورتیں بیان کرتے ہیں۔اہل علم نے ان کا خوب ردّ کر دیا ہے۔

وہ باطل صورتیں درج ذیل ہیں :

''① عورت کا امام کے آگے یا برابر ہونا،اس سے امام اور اس عورت اور تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

② عورت کا امام اور مقتدی مردوں کی صف کے درمیان میں یا مقتدی مردوں کی صفوں کے درمیان میں کھڑا ہونا، اس صورت میں ایک عورت اپنے

پیچھے والی صرف پہلی صف کے محاذی ایک مرد کی نماز فاسد کرے گی اور دو عورتیں صرف پیچھے والی پہلی صف کے دو محاذی مردوں کی نماز فاسد کریں گی اور تین عورتیں پیچھے والی تمام صفوں کے تین تین محاذی مردوں کی نماز فاسد کریں گی اور تین سے زیادہ عورتیں صفِ تام کے حکم میں ہونے کی وجہ سے پیچھے والی تمام صفوں کے تمام آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی۔

ایک یا دو عورتیں آگے ہونے کی صورت میں اگر ان کے اور مردوں کے درمیان سترہ بقدرِ ایک ہاتھ حائل ہو گا تو مانع فساد ہو گا۔اس سے کم مانع فساد نہیں۔اور تین یا زیادہ عورتیں آگے ہونے کی صورت میں سترہ حائل ہونے کا اعتبار نہیں اور فسادِ نماز کا حکم بدستور برقرار رہے گا۔

③ عورتوں کا مردوں کی صف میں کھڑا ہونا، پس ایک عورت تین آدمیوں کی نماز فاسد کرے گی۔ایک اپنے دائیں اور ایک بائیں اور ایک پیچھے والی پہلی صف کے اپنی سیدھ والے آدمی کی اور دو عورتیں چار آدمیوں کی،یعنی ایک دائیں اور ایک بائیں اور دو پیچھے والی پہلی صف کے اپنی سیدھ والے دو آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی۔اور تین عورتیں ایک ایک دائیں بائیں والے آدمی کی اور پیچھے والی ہر صف کے تین تین محاذی آدمیوں کی آخر صفوں تک نماز فاسد کریں گی اور تین سے زیادہ عورتیں دائیں اور بائیں والے ایک ایک آدمی کی اور پیچھے والی تمام صفوں کے تمام آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی۔

④ ایک ہی صف میں ایک طرف آدمی ہو اور ایک طرف عورتیں ہوں اور ان کے درمیان میں کوئی حائل نہ ہو،تو صرف اس ایک آدمی کی نماز فاسد ہو گی،جو عورت کے متصل محاذی ہو گا اور باقی آدمیوں کی نماز درست ہو جائے گی،

کیوں کہ یہ آدمی باقی آدمیوں اور عورتوں کے درمیان بمنزلہ سترہ ہو جائے گا۔

⑤ قدِ آدم یا زیادہ اونچا چبوترہ یا سائباں یا بالا خانہ وغیرہ ہے اور اس کے اوپر مرد ہیں اور نیچے ان کے محاذی عورتیں ہیں یا اس کے برعکس یعنی عورتیں اوپر ہیں اور نیچے ان کے محاذی مرد ہیں،تو یہ قدِ آدم اونچائی مانع فسادِ نماز ہو جائے گی اور مردوں کی نماز فاسد نہ ہوگی۔قدِ آدم سے کم اونچائی مانع فساد نہ ہوگی۔''

(فتاوی دار العلوم زکریا از مفتی رضاء الحق دیوبندی:276/2)

یہ ایسا گورکھ دھندا ہے،جس کی کوئی توجیہ نہ قرآن وحدیث سے ہو سکتی ہے،نہ عقلِ سلیم سے۔فرضی مسائل گھڑ کر بغیر شرعی دلیل کے نمازوں کو باطل کرتے رہنا دین کے ساتھ سنگین مذاق ہے۔

شارحِ صحیح بخاری،حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِنَّ الْمَرْأَةَ لَا تَصُفُّ مَعَ الرِّجَالِ، وَأَصْلُهُ مَا يُخْشٰى مِنَ الِافْتِتَانِ بِهَا، فَلَوْ خَالَفَتْ؛ أَجْزَأَتْ صَلَاتُهَا عِنْدَ الْجُمْهُورِ، وَعَنِ الْحَنَفِيَّةِ تَفْسُدُ صَلَاةُ الرَّجُلِ دُونَ الْمَرْأَةِ، وَهُوَ عَجِيبٌ، وَفِي تَوْجِيهِهٖ تَعَسُّفٌ، حَيْثُ قَالَ قَائِلُهُمْ : دَلِيلُهٗ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ : أَخِّرُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ، وَالْأَمْرُ لِلْوُجُوبِ، وَحَيْثُ ظَرْفُ مَكَانٍ، وَلَا مَكَانَ يَجِبُ تَأَخُّرُهُنَّ فِيهِ إِلَّا مَكَانَ الصَّلَاةِ، فَإِذَا حَاذَتِ الرَّجُلَ؛ فَسَدَتْ صَلَاةُ الرَّجُلِ، لِأَنَّهٗ تَرَكَ مَا أُمِرَ بِهٖ مِنْ تَأْخِيرِهَا، وَحِكَايَةُ هٰذَا تُغْنِي عَنْ تَكَلُّفِ جَوَابِهٖ، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ، فَقَدْ ثَبَتَ النَّهْيُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْمَغْصُوبِ، وَأُمِرَ لَابِسُهٗ أَنْ يَنْزِعَهٗ، فَلَوْ خَالَفَ فَصَلّٰى

فِيهِ وَلَمْ يَنْزِعْهُ؛ أَثِمَ وَأَجْزَأَتْهُ صَلَاتُهُ، فَلِمَ لَا يُقَالُ فِي الرَّجُلِ الَّذِي حَاذَتْهُ الْمَرْأَةُ ذٰلِكَ؟

''عورت، مردوں کے ساتھ صف میں کھڑی نہیں ہو گی۔ اس میں فتنے کا خدشہ ہے۔ اگر عورت اس حکم شرعی کی مخالفت کرے (اور مردوں کے برابر کھڑی ہو جائے) تو جمہور اہل علم کے نزدیک اس کی نماز ہو جائے گی، جب کہ احناف کے نزدیک عورت کی نماز تو ہو جائے گی، البتہ مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ بہت عجیب فتویٰ ہے۔ اس کی توجیہ کرنے میں بھی بعض نے دھاندلی سے کام لیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے کہ عورتوں کو وہاں پیچھے رکھو، جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے رکھا ہے (یہ قول ثابت نہیں، جیسا کہ ہم نے تفصیلاً بیان کر دیا ہے)۔ یہ حکم وجوب کے لیے ہے اور 'حیث' ظرفِ مکان ہے۔ نماز کے علاوہ کوئی مقام ایسا نہیں، جہاں عورتوں کو پیچھے رکھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ جب عورت مرد کے برابر کھڑی ہو جائے تو مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، کیوں کہ اس نے عورت کو پیچھے کرنے والے حکم پر عمل نہیں کیا۔ اس فتوے کو نقل کر دینا ہی (اس کے فضول ہونے کے لیے کافی ہے)، چہ جائے کہ اس کا جواب دینے کی زحمت کی جائے۔ ہم ایسی واہی تباہی سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتے ہیں۔ غصب شدہ کپڑے میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اور ایسے کپڑے پہننے والے کو اتار دینے کا حکم بھی ہے، لیکن وہ اس حکم کی مخالفت کرتے ہوئے اسی کپڑے میں نماز پڑھ لے تو وہ گناہ گار ہو گا، مگر اس کی نماز ہو جائے گی۔ جب یہ ہے تو اس شخص کی نماز کو درست قرار کیوں نہیں دیا جاتا، جس کے برابر میں ایک عورت خود آ کر کھڑی ہو جائے؟'' (فتح الباري: 2/212)

حالانکہ خود احناف مقلدین ہی نے ایسی صورت میں نماز کو درست بھی قرار دیا ہوا ہے، جیسا کہ:

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں محاذات (عورتوں کے مردوں کے برابر ہونے) کے باوجود علمائے کرام اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔

فقہ حنفی میں عورت اگر مرد کے برابر ہو جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

ملا علی قاری حنفی (م: 1014ھ) اپنے مذہب کی ایک دلیل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فَلَا دَلَالَةَ فِيهِ عَلٰى إِبْطَالِ الصَّلَاةِ حَالَ الْمُحَاذَاةِ.

''اس میں محاذات کی صورت میں نماز کے باطل ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔''

(شرح النقاية: 204/1)

دیوبندی مفتی، جناب رضاء الحق صاحب، دار العلوم زکریا، جنوبی افریقا لکھتے ہیں:

''مفتی اعظم پاکستان، ہمارے استاذ محترم، حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ بھی حرم میں محاذات کے باوجود نماز کی صحت کا فتوی دیتے تھے۔''

(فتاوی دار العلوم زکریا: 281/2)

فائدہ:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول منسوب ہے:

أَخِّرُوهُنَّ حَيْثُ أَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ.

''تم ان عورتوں کو پیچھے رکھو، جیسے اللہ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔''

(مصنّف عبد الرزّاق: 149/3، ح: 5115، صحيح ابن خزيمة: 1700، المعجم الكبير للطبراني: 295/9، ح: 9484، 9485، المطالب العالية لابن حجر: 391)

اس کی سند سلیمان بن مہران اعمش کی ''تدلیس'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔ اس کا

مرفوع ہونا بے اصل ہے، جیسا کہ:

امام الائمہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْخَبَرُ مَوْقُوفٌ غَيْرُ مُسْنَدٍ .

''یہ حدیث موقوف ہے، مرفوع نہیں۔'' (صحيح ابن خزيمة، تحت الحديث : 1700)

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

حَدِيثٌ غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

''اس حدیث کا مرفوع ہونا بے اصل ہے۔'' (نصب الراية : 36/2)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وَلَمْ يَثْبُتْ رَفْعُهُ فَضْلًا عَنْ كَوْنِهِ مِنَ الْمَشَاهِيرِ .

''اس کا مشہور ہونا تو درکنار، اس کا مرفوع ہونا بھی ثابت نہیں۔''

(فتح القدير : 360/1)

شارح ہدایہ، علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

هٰذَا غَيْرُ مَرْفُوعٍ .

''یہ حدیث مرفوع نہیں۔'' (البناية في شرح الهداية : 342/2)

عورت بطور امام صف کے درمیان:

جب عورت خواتین کی امامت کروائے گی تو صف کے درمیان کھڑی ہو گی، جیسا کہ حجیرہ بنت حصین بیان کرتی ہیں:

أَمَّتْنَا أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِي الْعَصْرِ ، فَقَامَتْ بَيْنَنَا .

''نماز عصر میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہماری امامت کی، وہ ہمارے درمیان کھڑی

ہوئی۔''

(المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية لابن حجر : 427، وسندهٗ صحيحٌ)

اس کی سند کو حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (تحفۃ المحتاج:۵۵۰) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

اکیلی عورت صف ہوتی ہے :

اکیلی عورت صف ہوتی ہے، جیسا کہ:

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمِّي أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا .

''میں اور ایک لڑکے نے ہمارے گھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کی، میری والدہ ام سلیم ہمارے پیچھے کھڑی تھیں۔''

(صحيح البخاري : 727، صحيح مسلم : 658)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی کا بیان ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهٖ وَبِأُمِّهٖ، أَوْ خَالَتِهٖ، قَالَ : فَأَقَامَنِي عَنْ يَّمِينِهٖ، وَأَقَامَ الْمَرْأَةَ خَلْفَنَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور ان کی والدہ یا خالہ کو نماز پڑھائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی دائیں جانب کھڑا کیا، جب کہ عورت کو پیچھے کھڑا کیا۔''

(صحيح مسلم : 660)

❁ ایک روایت میں ہے:

صَلّٰى بِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِامْرَأَةٍ مِّنْ أَهْلِي،

فَأَقَامَنِي عَنْ يَّمِينِهٖ، وَالْمَرْأَةُ خَلْفَنَا .

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور میرے گھر کی ایک عورت کو نماز پڑھائی۔آپ ﷺ نے مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا، جب کہ عورت ہمارے پیچھے تھی۔''

(مسند الإمام أحمد :302/1، سنن النسائي : 805، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۵۳۷) اور امام ابن حبان (۲۲۰۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ عبداللہ بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَا طَلْحَةَ دَعَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى عُمَيْرِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ حِينَ تُوُفِّيَ، فَأَتَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ فِي مَنْزِلِهِمْ، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ وَرَائَهٗ، وَأُمُّ سُلَيْمٍ وَّرَاءَ أَبِي طَلْحَةَ، وَلَمْ يَكُنْ مَّعَهُمْ غَيْرُهُمْ .

''جب ابوطلحہ کے بیٹے عمیر فوت ہوئے تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کو بلایا۔آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے گھر میں عمیر کی نمازِ جنازہ پڑھی۔رسول اللہ ﷺ آگے ہوئے، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے اور اُم سلیم رضی اللہ عنہا اپنے خاوند ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑی ہوئیں۔وہاں ان کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔''

(شرح معاني الآثار للطحاوي : 508/1، المستدرك على الصحيحين للحاكم : 365/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم نے ''صحیح بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس کا راوی عمارہ بن غزیہ مدنی جمہور محدثین کے نزدیک مطلقاً ''ثقہ'' ہے۔

❀ سیدنا ابو اُسَید رضی اللہ عنہ کے مولیٰ، ابو سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً، فَكَانَ عِنْدِي لَيْلَةَ زِفَافِ امْرَأَتِي نَفَرٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ أَرَادَ أَبُو ذَرٍّ أَنْ يَّتَقَدَّمَ فَيُصَلِّيَ، فَجَبَذَهُ حُذَيْفَةُ، وَقَالَ: رَبُّ الْبَيْتِ أَحَقُّ بِالصَّلَاةِ، فَقَالَ لِأَبِي مَسْعُودٍ: أَكَذٰلِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَتَقَدَّمْتُ، فَصَلَّيْتُ بِهِمْ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ عَبْدٌ، وَأَمَرَانِي إِذَا أَتَيْتُ بِامْرَأَتِي أَنْ أُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، وَأَنْ تُصَلِّيَ خَلْفِي إِنْ فَعَلَتْ.

''میں نے ایک عورت سے شادی کی۔ رُخصتی کی رات میرے پاس بہت سے صحابہ کرام موجود تھے۔ جب نماز کا وقت آیا تو سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں، لیکن سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کھینچ لیا اور فرمایا: گھر والا نماز پڑھانے کا زیادہ مستحق ہے۔ پھر انہوں نے سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا ایسے ہی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! ابو سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، حالانکہ میں اس وقت غلام تھا۔ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ جب میں اپنی بیوی کے پاس جاؤں تو دو رکعتیں ادا کروں اور اگر اس نے بھی پڑھنی ہوں، تو وہ بھی میرے پیچھے نماز پڑھ لے۔''

(الأوسط لابن المنذر: 156/4، وسندهٗ صحيحٌ؛ مصنّف ابن أبي شيبة: 217/2 مختصرًا)

ایک مرد، ایک بچے اور ایک عورت کی صف:

بچہ مرد کے دائیں جانب کھڑا ہوگا اور عورت ان دونوں کے پیچھے اکیلی کھڑی ہوگی، جیسا کہ:

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی کا بیان ہے :

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهٖ وَبِأُمِّهٖ، أَوْ خَالَتِهٖ، قَالَ : فَأَقَامَنِي عَنْ يَّمِينِهٖ، وَأَقَامَ الْمَرْأَةَ خَلْفَنَا .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور ان کی والدہ یا خالہ کو نماز پڑھائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی دائیں جانب کھڑا کیا، جب کہ عورت کو پیچھے کھڑا کیا۔“

(صحيـــــح مسلم : 660)

❀ ایک روایت میں ہے :

صَلّٰى بِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِامْرَأَةٍ مِّنْ أَهْلِي، فَأَقَامَنِي عَنْ يَّمِينِهٖ، وَالْمَرْأَةُ خَلْفَنَا .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور میرے گھر کی ایک عورت کو نماز پڑھائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا، جب کہ عورت ہمارے پیچھے تھی۔“

(مسند الإمام أحمد :302/1، سنن النسائي : 805، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۵۳۷) اور امام ابن حبان (۲۲۰۴) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

نوٹ:

اگر صف میں گنجائش ہو تو بچے بھی مردوں کے ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں، جیسا کہ :

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمِّي أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا .

”میں اور ایک لڑکے نے ہمارے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

میری والدہ امِ سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے کھڑی تھیں۔''

(صحيح البخاري : 727، صحيح مسلم : 658)

یاد رہے کہ اگر بچے سمجھ دار ہوں، نماز اور طریقہ نماز جانتے ہوں، پاکی و پلیدگی کی تمیز رکھتے ہوں، تو وہ مردوں کے ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں۔

بعض لوگ چھوٹے اور ناسمجھ بچوں کو جنہوں نے وضو بھی نہیں کیا ہوتا، صف میں کھڑا کر لیتے ہیں۔ یہ بالکل درست نہیں۔ اس سے امام کی نماز پر برا اثر پڑتا ہے۔

مرد کی اقتدا میں صرف عورتوں کی نماز :

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی : اللہ کے رسول! آج رات مجھ سے ایک کام ہوا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : وہ کیا اے اُبی؟ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی : میرے گھر کی عورتوں نے مجھے کہا : ہم قرآنِ کریم پڑھی ہوئی نہیں، اس لیے ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گی۔

فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَوْتَرْتُ، فَكَانَتْ سُنَّةَ الرِّضَا، وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا .

''میں نے انہیں آٹھ رکعت تراویح پڑھائیں، پھر وتر پڑھائے، اس بات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رضامندی کا اظہار فرماتے ہوئے کچھ نہیں کہا۔''

(مسند أبي يعلى : ٣٦٢/٢، زوائد مسند الإمام أحمد : ١١٥/٥، المعجم الأوسط للطبراني : ١٤١/٤، قيام الليل للمروزي : ٢١٧، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٢٥٥٠) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔ (مجمع الزوائد : ٧٤/٢)

ایک مرد اور ایک عورت کی نماز :

ایک مرد کے ساتھ اپنی زوجہ یا کوئی محرم عورت ہو تو مرد آگے اور عورت پچھلی صف میں کھڑی ہو گی، کیوں کہ اکیلی عورت کا صف بنانا امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔

❀ عبداللہ بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَا طَلْحَةَ دَعَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى عُمَيْرِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ حِينَ تُوُفِّيَ، فَأَتَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ فِي مَنْزِلِهِمْ، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ وَرَائَهُ، وَأُمُّ سُلَيْمٍ وَّرَاءَ أَبِي طَلْحَةَ، وَلَمْ يَكُنْ مَّعَهُمْ غَيْرُهُمْ.

”جب ابوطلحہ کے بیٹے عمیر فوت ہوئے تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے گھر میں عمیر کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہوئے، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے خاوند ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ وہاں ان کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔“

(شرح معاني الآثار للطحاوي : 1/508، المستدرك على الصحيحين للحاكم : 365/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم نے ”صحیح بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح“ کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس کا راوی عمارہ بن غزیہ مدنی جمہور محدثین کے نزدیک مطلقاً ”ثقہ“ ہے۔

❀ سیدنا ابو اُسَید رضی اللہ عنہ کے مولیٰ، ابوسعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً، فَكَانَ عِنْدِي لَيْلَةَ زِفَافِ امْرَأَتِي نَفَرٌ مِّنْ أَصْحَابِ

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ أَرَادَ أَبُو ذَرٍّ أَنْ يَتَقَدَّمَ فَيُصَلِّيَ، فَجَبَذَهُ حُذَيْفَةُ، وَقَالَ : رَبُّ الْبَيْتِ أَحَقُّ بِالصَّلَاةِ، فَقَالَ لِأَبِي مَسْعُودٍ : أَكَذٰلِكَ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ : فَتَقَدَّمْتُ، فَصَلَّيْتُ بِهِمْ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ عَبْدٌ، وَأَمَرَانِي إِذَا أَتَيْتُ بِامْرَأَتِي أَنْ أُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، وَأَنْ تُصَلِّيَ خَلْفِي إِنْ فَعَلَتْ.

''میں نے ایک عورت سے شادی کی۔ رُخصتی کی رات میرے پاس بہت سے صحابہ کرام موجود تھے۔جب نماز کا وقت آیا تو سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں،لیکن سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کھینچ لیا اور فرمایا: گھر والا نماز پڑھانے کا زیادہ مستحق ہے۔پھر انہوں نے سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا ایسے ہی ہے؟انہوں نے فرمایا:ہاں!ابوسعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی،حالانکہ میں اس وقت غلام تھا۔سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ اورسیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ جب میں اپنی بیوی کے پاس جاؤں تو دو رکعتیں ادا کروں اور اگر اس نے بھی پڑھنی ہوں،تو وہ بھی میرے پیچھے نماز پڑھ لے۔''

(الأوسط لابن المنذر : 156/4، وسندهٔ صحيحٌ؛ مصنّف ابن أبي شيبة : 217/2 مختصرًا)

تین مردوں کی جماعت :

اگر دو مقتدی ہوں تو امام ان کے آگے کھڑا ہوگا،جیسا کہ:

❀ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ جِئْتُ حَتّٰى قُمْتُ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ بِيَدِي، فَأَدَارَنِي حَتّٰى أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهٖ، ثُمَّ جَاءَ جَبَّارُ بْنُ

صَخْرٍ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ فَقَامَ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْنَا جَمِيعًا، فَدَفَعَنَا حَتّٰى أَقَامَنَا خَلْفَهُ.

(نبی اکرم ﷺ نماز میں تھے)۔میں آیا اور آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے (نماز ہی میں) مجھے ہاتھ سے پکڑا اور پیچھے سے گھماتے ہوئے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔اس کے بعد سیدنا جبار بن صخر رضی اللہ عنہ آئے اور نبی اکرم ﷺ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔آپ ﷺ نے ہم دونوں کو ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے پیچھے کر دیا۔(صحیح مسلم : 3010)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں :

صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمِّي أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

’’میں اور ایک لڑکے نے نبی اکرم ﷺ کی اقتدا میں اپنے گھر میں نماز ادا کی۔ میری والدہ ام سلیم (رضی اللہ عنہا) ہمارے پیچھے (کھڑی نماز ادا کر رہی) تھیں۔‘‘

(صحیح البخاري : 727، صحیح مسلم : 658)

❁ سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں اپنی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کے بارے میں بیان کرتے ہیں :

فَقَامَ، فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ.

’’آپ ﷺ (آگے) کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنائی۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیرا۔‘‘

(صحيح البخاري : 840، صحيح مسلم : 33)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) لکھتے ہیں :

وَأَجْمَعُوا إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً أَنَّهُمْ يَقِفُونَ وَرَائَهُ، وَأَمَّا الْوَاحِدُ؛ فَيَقِفُ عَنْ يَّمِينِ الْإِمَامِ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ كَافَّةً، وَنَقَلَ جَمَاعَةٌ الْإِجْمَاعَ فِيهِ .

''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب تین مرد نمازی ہوں گے تو دو امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے،لیکن اگر مقتدی ایک ہوگا تو وہ تمام علمائے کرام کے نزدیک امام کی دائیں جانب ہی کھڑا ہوگا۔اس مسئلہ میں اہل علم کی ایک جماعت نے اجماع نقل کیا ہے۔''(شرح صحيح مسلم : 16/5)

تنبیہ :

علقمہ اور اسود تابعی بیان کرتے ہیں :

إِنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ : أَصَلّٰى مَنْ خَلْفَكُمْ؟ قَالَ : نَعَمْ، فَقَامَ بَيْنَهُمَا، وَجَعَلَ أَحَدَهُمَا عَنْ يَّمِينِهٖ وَالْآخَرَ عَنْ شِمَالِهٖ .

''وہ دونوں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا : کیا تمہارے پیچھے والوں نے نماز پڑھ لی ہے؟عرض کیا : جی ہاں۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں کے درمیان میں کھڑے ہو گئے اور ایک کو دائیں جانب اور دوسرے کو بائیں جانب کھڑا کر لیا۔''(صحيح مسلم : 534)

دراصل سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقے کے مطابق ایسا کرتے تھے، جو انہوں نے دیکھا تھا۔اسود رحمہ اللہ ہی بیان کرتے ہیں :

ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى بَيْنِي وَبَيْنَهُ، ثُمَّ قَالَ : هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ .

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے میرے اور علقمہ کے درمیان میں کھڑے ہوکر نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : 613، سنن النسائي : 800، وسندهٗ حسنٌ)

لیکن یہ حدیث منسوخ ہوگئی تھی، ناسخ احادیث ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، لیکن سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کا نسخ معلوم نہ ہوسکا۔ یہی وجہ ہے کہ امت کا اجماع ناسخ احادیث پر عمل کی صورت میں ہوا۔

مقتدي كب كھڑے ھوں؟

مقتدی کب کھڑے ہوں؟ اس مسئلہ میں وسعت ہے، امام کے آنے کا یقین ہو تو پہلے بھی کھڑا ہوا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اقامت کے شروع میں، قد قامت الصلاۃ کے الفاظ سن کر اور اقامت مکمل ہونے کے بعد بھی کھڑا ہونا درست ہے، جیسا کہ:

❀ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ؛ فَلَا تَقُومُوا حَتّٰى تَرَوْنِي» .

''جب نماز کی اقامت کہہ دی جائے تو جب تک مجھے نہ دیکھو، کھڑے نہ ہو جاؤ۔''

(صحيح البخاري : 637، صحيح مسلم : 604)

❀ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ إِذَا دَحَضَتْ، فَلَا يُقِيمُ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا خَرَجَ؛ أَقَامَ الصَّلَاةَ حِينَ يَرَاهُ .

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ (ظہر کی) اذان اس وقت کہتے جب سورج (سر سے) ڈھل

جاتا۔جب تک رسول اللہ ﷺ تشریف نہ لاتے،سیدنا بلال اقامت نہ کہتے۔ جب آپ ﷺ گھر سے نکلتے،تو آپ کو دیکھتے ہی بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہہ دیتے۔''

(صحيح مسلم : 606)

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی آمد کے انتظار میں رہتے تھے۔جوں ہی آپ ﷺ نمودار ہوتے،آپ کو دیکھتے ہی اقامت کہہ دیتے۔جو لوگ نبی کریم ﷺ کو دیکھ لیتے،وہ بھی کھڑے ہو جاتے،یوں دونوں حدیثوں میں جمع وتطبیق ہو جاتی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَصَافَّهُمْ، قَبْلَ أَنْ يَقُومَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامَهُ.

''رسول اللہ ﷺ کے لیے نماز کی اقامت کہہ دی جاتی۔آپ ﷺ کے اپنی جگہ پر کھڑے ہونے سے پہلے ہی لوگ صفوں میں اپنی جگہوں پر کھڑے ہو جاتے۔''

(صحيح البخاري : 639، صحيح مسلم : 605، واللّفظ لهٗ)

ایسا تو بیانِ جواز یا عذر کی بنا پر کبھی کبھار ہو جاتا ہو گا،جیسا کہ :

❀ شارحِ صحیح بخاری،حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

فَيُجْمَعُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ حَدِيث أَبِي قَتَادَةَ بِأَنَّ ذٰلِكَ رُبَّمَا وَقَعَ لِبَيَانِ الْجَوَازِ.

''اس حدیث اور سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں تطبیق یہ ہے کہ ایسا نبی اکرم ﷺ نے کبھی کبھار بیانِ جواز کے لیے کیا۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 120/2)

مردوں اورعورتوں کی بہتر صفیں :

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا، وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا، وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا» .

''مردوں کی سب سے بہتر صف پہلی اور کم ترین صف آخری ہوتی ہے، جب کہ عورتوں کی سب سے بہتر صف آخری اور سب سے کم تر پہلی ہوتی ہے۔''

(صحيح مسلم : 440)

جب عورت امام ہو تو عورتوں کی پہلی صف ہی افضل ہو گی۔

عورتوں کی صف کہاں ہو؟

عورتوں کی صف مردوں کے پیچھے ہو گی۔ اگر بچے بھی ہوں تو پہلے مردوں کی، پھر بچوں کی اور ان کے پیچھے عورتوں کی صف ہو گی۔

❁ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کی امامت کرائی تو فرمانے لگے:

أَلَا أُصَلِّي لَكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَفَّ الرِّجَالُ، ثُمَّ صَفَّ الْوِلْدَانُ خَلْفَ الرِّجَالِ، ثُمَّ صَفَّ النِّسَاءُ خَلْفَ الْوِلْدَانِ .

''کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ وہاں مردوں نے صف بنائی، پھر مردوں کے پیچھے بچوں نے اور بچوں کے پیچھے عورتوں نے صف بنائی۔''

(مسند الإمام أحمد : 343/5، سنن أبي داوٗد : 677، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ابن ملقن (تحفۃ المحتاج:۵۴۸) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

نماز جنازه كي صفين :

فرض نماز کی طرح نماز جنازہ میں بھی صفوں کا اہتمام ضروری ہے۔نماز جنازہ میں طاق یا جفت صفیں بنائی جا سکتی ہیں،جیسا کہ :

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ، فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي أَوِ الثَّالِثِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی رحمہ اللہ کی نماز جنازہ ادا کی۔میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔''(صحيح البخاري : 1317، صحيح مسلم : 952)

اس حدیث پر سید الفقہا،امام بخاری رحمہ اللہ بایں الفاظ باب قائم کیا ہے:

بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً عَلَى الجِنَازَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ .

''اس شخص کا بیان جس نے نماز جنازہ میں امام کے پیچھے دو یا تین صفیں بنائیں۔''

کم از کم تین صفیں بنانا باعث اجر وثواب اور افضل وبہتر ہے،جیسا کہ :

❀ سیدنا مالک بن ہبیرہ سکونی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

«وَكَانَ إِذَا أُتِيَ بِالْجِنَازَةِ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا ---، فَتَقَالَّ أَهْلَهَا؛ جَزَّأَهُمْ ثَلَاثَةَ صُفُوفٍ، ثُمَّ يُصَلِّي عَلَيْهَا، وَيَقُولُ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : «مَا صُفَّ صُفُوفٌ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى جِنَازَةٍ؛ إِلَّا وَجَبَتْ» .

(مسند الإمام أحمد : 79/4؛ سنن أبي داوٗد : 3166؛ سنن الترمذي : 1049؛ سنن ابن ماجه : 1490؛ مسند الرؤياني : 1537، واللفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

محمد بن اسحاق بن یسار نے مسند رویانی میں سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ اور حافظ نووی رحمہ اللہ (الجموع شرح المھذّب : ۲۱۲/۵) نے اس حدیث کو ''حسن'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۳۶۱/۱) نے ''امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

✿ شارحِ صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ الطَّبَرِيُّ : يَنْبَغِي لِأَهْلِ الْمَيِّت إِذَا لَمْ يَخْشَوْا عَلَيْهِ التَّغَيُّرَ أَنْ يَّنْتَظِرُوا بِهِ اجْتِمَاعَ قَوْمٍ يَّقُومُ مِنْهُمْ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ لِّهٰذَا الْحَدِيث .

''طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میت کے گھر والوں کو چاہیے کہ اگر انہیں میت کے تعفن زدہ ہونے کا خطرہ نہ ہوتو وہ اس حدیث کی وجہ سے اتنے لوگوں کے جمع ہونے کا انتظار کریں،جن سے تین صفیں بن جائیں۔

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 187/3)

جس قدر اہل علم،اہل تقویٰ اور صالحین زیادہ ہوں گے،خلوص کے ساتھ دُعا کریں گے، اس قدر میت کو فائدہ اور اجر وثواب بھی زیادہ ہوگا۔

قبر پر نماز جنازہ ادا کرتے وقت بھی اسی مسئلہ کو پیش نظر رکھا جائے گا،کیوں کہ حاضر میت اور قبر پر نماز جنازہ کا ایک ہی حکم ہے۔

فائدہ :

امام عطاء بن ابو رباح رحمہ اللہ سے ایک قول (مصنف عبد الرزاق : 6587) منقول ہے کہ نمازِ جنازہ میں صفوں کا اہتمام ضروری نہیں،لیکن یہ قول امام عبد الرزاق رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' کی

بنا پر ''ضعیف'' ہے۔

نماز جنازہ میں صرف دو مرد ہوں تو!

اگر نمازِ جنازہ میں صرف دو مرد ہوں تو امام آگے اور مقتدی اکیلا پیچھے کھڑا ہوگا، جیسا کہ:

❁ عبداللہ بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَا طَلْحَةَ دَعَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى عُمَيْرِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ حِينَ تُوُفِّيَ، فَأَتَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ فِي مَنْزِلِهِمْ، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ وَرَائَهُ، وَأُمُّ سُلَيْمٍ وَّرَاءَ أَبِي طَلْحَةَ، وَلَمْ يَكُنْ مَّعَهُمْ غَيْرُهُمْ.

''جب ابوطلحہ کے بیٹے عمیر فوت ہوئے تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے گھر میں عمیر کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہوئے، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے اور امِ سلیم رضی اللہ عنہا اپنے خاوند ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ وہاں ان کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔''

(شرح معاني الآثار للطحاوي: 508/1، المستدرك على الصحيحين للحاكم: 365/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم نے ''صحیح بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس کا راوی عمارہ بن غزیہ مدنی جمہور محدثین کے نزدیک مطلقاً ''ثقہ'' ہے۔

امام کہاں کھڑا ہو؟

امام کا صف کے آگے درمیان میں کھڑا ہونا مستحب ہے، جیسا کہ:

❀ حجیرہ بنت حصین بیان کرتی ہیں:

أَمَّتْنَا أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْها فِي الْعَصْرِ، فَقَامَتْ بَيْنَنَا.

''نمازِ عصر میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہماری امامت کی۔ وہ ہمارے درمیان میں کھڑی ہوئیں۔''

(المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية لابن حجر: 427، وسندهٗ صحيحٌ)

اگر عورت عورتوں کی امامت کرا رہی ہو، وہ صف کے بیچ درمیان میں کھڑی ہو گی اور اگر مرد امام ہو تو وہ صف کے آگے درمیان میں کھڑا ہو گا۔

تنبیہ:

سنن ابو داود (٦٨١) میں مرفوع روایت ہے:

«وَسِّطُوا الْإِمَامَ».

''امام کو درمیان میں کرو۔''

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیوں کہ یحییٰ بن بشیر بن خلاد راوی مستور ہے۔

(تقريب التهذيب لابن حجر: ٧٥١٥)

اس روایت کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ: يُجْهَلُ حَالُهُ وَحَالُ أَبِيهِ، (هٰذَا خَطَأٌ، وَالصَّوَابُ

وَحَالُ أُمِّهِ)، وَقَالَ عَبْدُ الْحَقِّ : لَيْسَ هٰذَا الْإِسْنَادُ بِقَوِيٍّ .

''ابن قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس راوی کا اور اس کے والد (والد کا ذکر غلطی ہے، درست یہ ہے کہ اس کی والدہ) کے حالات معلوم نہیں۔ عبد الحق رحمہ اللہ کہتے ہیں : یہ سند قوی نہیں۔'' (ميزان الاعتدال في نقد الرجال : 367/4)

یعنی اس کی ماں امۃ الواحد بنت یامین بن عبدالرحمٰن بھی ''مجہولہ'' ہے۔

امام کے پیچھے کون کھڑے ہوں؟

پہلی صف میں امام کے بالکل پیچھے اہل علم، اہل تقویٰ، اہل صلاح اور بالغ و عاقل کھڑے ہوں، تاکہ امام کو غلطی پر متنبہ کر سکیں، نیز اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے یا کوئی اور مسئلہ پیش آجائے تو امام کی نیابت کر سکیں۔ مگر افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں کرتا۔ ہمارے ہاں جاہل، ڈاڑھی مونڈھوانے اور کتروانے والے، فاسق و فاجر امام کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔

❁ علامہ خطابی رحمہ اللہ (م:۳۸۸ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّمَا أَمَرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّلِيَهٗ ذَوُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى لِيَعْقِلُوا عَنْهُ صَلَاتَهٗ، وَلِكَيْ يُخْلِفُوهُ فِي الْإِمَامَةِ إِنْ حَدَثَ بِهٖ حَدَثٌ فِي صَلَاتِهٖ، وَلْيَرْجِعْ إِلٰى قَوْلِهِمْ إِنْ أَصَابَهٗ سَهْوٌ، أَوْ عَرَضَ فِي صَلَاتِهٖ عَارِضٌ فِي نَحْوِ ذٰلِكَ مِنَ الْأُمُورِ .

''رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ امام کے قریب دانش وخرد والے لوگ کھڑے

ہوں تا کہ وہ امام کی نماز کو سمجھ سکیں، نیز اگر امام کو نماز میں کوئی مسئلہ پیش آ جاتا ہے تو وہ اس کی نیابت کر سکیں۔ اسی طرح اگر امام کو غلطی لگے تو وہ ان کی تنبیہ سے اپنی اصلاح کر سکے، یا اس طرح کا کوئی اور معاملہ پیش آ جائے، تو وہ سنبھال سکیں۔''

(معالم السنن :184/1)

صف کے آداب :

صف کے آداب میں سے ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ پہلی صفوں کو مکمل کیے بغیر اگلی صف نہ بنائی جائے۔ پہلی صفوں میں خالی جگہ نہیں ہونی چاہیے، بل کہ کمی آخری صف میں ہونی چاہئے، جیسا کہ:

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَتِمُّوا الصَّفَّ الْأَوَّلَ وَالثَّانِيَ، فَإِنْ كَانَ خَلَلٌ؛ فَلْيَكُنْ فِي الثَّالِثِ».

''پہلی اور دوسری صفوں کو مکمل کرو۔ اگر کوئی خالی جگہ ہو تو وہ تیسری صف میں ہونی چاہیے۔''(صحيح ابن خزيمة : 1547، وسندهٗ صحيحٌ)

یعنی اگر ایک سے زائد صفیں ہوں تو پہلی تمام صفیں بالکل مکمل ہونی چاہئیں، آخری صف امام کے پیچھے سے شروع کی جائے اور دونوں طرف لوگ شامل ہوتے جائیں، اس آخری صف میں کوئی جگہ باقی رہتی ہے تو اس میں بعد والے لوگ شامل ہوتے رہیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق صفوں کی درستی کی توفیق عطا فرمائے۔

دینی اُمور پر اُجرت

بہترین کمائی یا دین فروشی؟ ②

حافظ ابو یحییٰ نورپوری

ماہنامہ السنہ کے گزشتہ شمارے میں دینی امور پر اُجرت کے جواز کے حوالے سے شرعی نصوص اور ان کے معانی ومفاہیم تفصیلاً بیان کر دیے گئے ہیں۔اس قسط میں دینی اُمور پر اُجرت کوحرام قرار دینے والوں کے شبہات ووساوس کا ردّ کر دیا گیا ہے۔ملاحظہ فرمائیں؛

شبہات اور ان کا ازالہ

① تحفے میں کمان والا واقعہ :

❀ سیدنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں :

عَلَّمْتُ نَاسًا مِّنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ الْكِتَابَ، وَالْقُرْآنَ، فَأَهْدٰى إِلَيَّ رَجُلٌ مِّنْهُمْ قَوْسًا، فَقُلْتُ : لَيْسَتْ بِمَالٍ وَّأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، لَآتِيَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَأَسْأَلَنَّهُ، فَأَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، رَجُلٌ أَهْدٰى إِلَيَّ قَوْسًا مِّمَّنْ كُنْتُ أُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ، وَالْقُرْآنَ، وَلَيْسَتْ بِمَالٍ، وَأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، قَالَ : «إِنْ كُنْتَ تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِّنْ نَّارٍ؛ فَاقْبَلْهَا .»

’’میں نے اہل صفہ کے کئی لوگوں کو کتابت (لکھائی) اور قرآنِ کریم کی تعلیم دی۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان تحفے میں دی۔میں نے کہا: یہ کوئی مال

تو ہے نہیں، پھر میں اس کے ذریعے اللہ عزوجل کے راستے میں تیراندازی کروں گا۔ میں ضرور رسولِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اس بارے میں استفسار کروں گا۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! ان لوگوں میں سے ایک آدمی نے مجھے ایک کمان تحفے میں دی ہے، جنہیں میں کتاب اور قرآن کی تعلیم دیتا تھا۔ یہ کوئی مال تو ہے نہیں، پھر میں اس کے ذریعے اللہ کے راستے میں تیراندازی کروں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر آپ چاہتے ہیں کہ آگ کا ایک طوق آپ کو پہنایا جائے تو اسے قبول کر لیں۔''

(سنن أبي داوٗد، كتاب البيوع، أبواب الإجارة، في كسب المعلّم، رقم الحديث : 3416؛ سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب الأجر على تعليم القرآن، رقم الحديث : 2157؛ مسند الإمام أحمد : 363/37، مؤسّسة الرسالة، بيروت، 2001ء؛ السنن الكبرٰى للبيهقي : 125/6، دار الكتب العلميّة، بيروت، 2003ء؛ المستدرك على الصحيحين للحاكم : 48/2، دار الكتب العلميّة، بيروت، 1990ء؛ وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ اسی واقعہ کو سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں بھی بیان کیا ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشْغَلُ، فَإِذَا قَدِمَ رَجُلٌ مُّهَاجِرٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَهٗ إِلٰى رَجُلٍ مِّنَّا يُعَلِّمُهُ الْقُرْآنَ، فَدَفَعَ إِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا، فَكَانَ مَعِيَ فِي الْبَيْتِ أُعَشِّيهِ عَشَاءَ أَهْلِ الْبَيْتِ، فَكُنْتُ أُقْرِئُهُ الْقُرْآنَ، فَانْصَرَفَ انْصِرَافَةً إِلٰى أَهْلِهِ، فَرَآى أَنَّ عَلَيْهِ حَقًّا، فَأَهْدٰى إِلَيَّ قَوْسًا لَّمْ أَرَ أَجْوَدَ مِنْهَا عُودًا، وَلَا أَحْسَنَ مِنْهَا عِطْفًا، فَأَتَيْتُ

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ : مَا تَرٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ فِيهَا؟ قَالَ : «جَمْرَةٌ بَيْنَ كَتِفَيْكَ تَقَلَّدْتَهَا أَوْ تَعَلَّقْتَهَا .»

''رسولِ اکرم ﷺ مشغول ہوتے تھے۔جب کوئی مہاجر شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اسے ہم میں سے کسی کی طرف بھیجتے تاکہ وہ اسے قرآنِ کریم کی تعلیم دے۔آپ ﷺ نے میری طرف بھی ایک آدمی کو بھیجا۔وہ میرے ساتھ میرے گھر میں رہتا تھا۔میں اسے گھر والوں کی طرح کھانا بھی کھلاتا تھا اور قرآن بھی پڑھاتا تھا۔وہ ایک دفعہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹا۔اس نے سوچا کہ میرا اُس پر احسان ہے۔چنانچہ اس نے مجھے تحفے میں ایک کمان دی۔میں نے اس جیسی عمدہ لکڑی اور بہترین گولائی والی کمان نہ دیکھی تھی۔میں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ آگ کا ایک انگارہ ہے، جو آپ نے اپنے کندھوں کے مابین لٹکا رکھا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 426/37، مؤسّسة الرسالة، بيروت، 2001ء؛ المستدرك على الصحيحين للحاكم : 410/3، دار الكتب العلميّة، بيروت، 1990ء، وسندهٔ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد''، جب کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

یہ واقعہ بعض لوگوں کو اُن صحیح وصریح احادیث سے معارض معلوم ہوا، جن سے ائمہ اہل سنت نے دینی اُمور پر اُجرت کا جواز ثابت کیا ہے۔

لیکن اس حدیث میں جو وعید آئی ہے، وہ قطعی طَور پر قرآنی تعلیم پر اُجرت لینے کی بنا پر نہیں۔اس حدیث سے استدلال کرتے وقت عبارت میں موجود کچھ بنیادی اور صریح نکات کو

نظر انداز کر دیا گیا، جس کی وجہ سے استدلال میں خرابی پیدا ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیے:

④ اس حدیث میں یہ بات واضح ہے کہ یہ اُجرت کا معاملہ تھا ہی نہیں، بل کہ تحفے کا معاملہ تھا۔ مہاجر صحابی نے سیدنا عُبادہ رضی اللہ عنہ کے کسی مطالبے کے بغیر محض اپنی خوشی سے احسان کے بدلے کے طور پر تحفے میں کمان دی تھی۔ اگر اس تحفے کا سبب صرف اور صرف قرآنی تعلیم کو ہی قرار دیا جائے اور آگ کی وعید کا سبب بھی وہی ہو تو لامحالہ ثابت ہو گا کہ کسی مُعلِّم ومُربّی کی تعلیم و تربیت سے خوش ہو کر اس کے مطالبے کے بغیر جو تحفہ دیا جائے، وہ ناجائز وحرام اور دین فروشی و دوکان داری کہلائے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو تحائف بغیر مطالبے کے محض اپنی خوشی سے پیش کرتے تھے، کیا ان کا محرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی تعلیم و تربیت تھی یا کوئی دنیاوی امر؟

کوئی صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لیے گھر بلا رہا ہے اور کوئی کھانا تیار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خود حاضر ہو رہا ہے۔ کہیں بھُنی ہوئی بکری پیش کی جا رہی ہے تو کہیں کھجوروں کے پورے پورے خوشے۔ کسی طرف سے حلوہ پیشِ خدمت کیا جا رہا ہے تو کسی طرف سے دُودھ کے پیالے۔ کیا ان سب تحائف کا سبب سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی تعلیم و تربیت کے کسی اور امر کو قرار دیا جا سکتا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرضِ منصبی یہی تھا کہ صحابہ کرام کو قرآنی و دینی تعلیم مہیا فرمائیں:

﴿يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾

(آل عمران 3 : 164، الجمعة 62 : 2)

''آپ انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں، ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔''

اگر سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کو دی گئی کمان والی وعید قرآنی و دینی تعلیم پر منطبق کریں تو بعینہٖ یہی صورتِ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کی جانے والے تحائف کی ہے۔ وہاں بھی قرآنی تعلیم اور بغیر مطالبے کے تحفہ اور یہاں بھی قرآنی تعلیم اور بن مانگے ہدیہ۔ جو حکم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیے جانے والے تحائف کا ہوگا، اصولی طور پر وہی سیدنا عُبادہ رضی اللہ عنہ کو پیش کی گئی کمان کا ہونا چاہیے۔ان تحائف کے جائز ہونے پر مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے۔ اہل علم میں سے کوئی ایک بھی انہیں ناجائز وحرام قرار نہیں دیتا۔

❀ علامہ،عبد الرحمٰن بن ابو بکر،سیوطی(849-911ھ)ابو اللیث سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اَلتَّعْلِيمُ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ؛ أَحَدُهَا لِلْحِسْبَةِ، وَلَا يَأْخُذُ بِهِ عِوَضًا، وَالثَّانِي أَنْ يُّعَلِّمَ بِالْأُجْرَةِ، وَالثَّالِثُ أَنْ يُّعَلِّمَ بِغَيْرِ شَرْطٍ، فَإِذَا أُهْدِيَ إِلَيْهِ قُبِلَ، فَالْأَوَّلُ مَأْجُورٌ، وَعَلَيْهِ عَمَلُ الْأَنْبِيَاءِ، وَالثَّانِي مُخْتَلَفٌ فِيهِ، وَالْأَرْجَحُ الْجَوَازُ، وَالثَّالِثُ يَجُوزُ إِجْمَاعًا، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مُعَلِّمًا لِّلْخَلْقِ، وَكَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ.

''(دینی)تعلیم تین طرح کی ہوتی ہے۔ایک وہ جو صرف نیکی کی نیت سے دی جائے اور اس کا معاوضہ نہ لیا جائے۔دوسری وہ جو اُجرت لے کر دی جائے اور تیسری وہ جو بغیر کسی شرط کے دی جائے،لیکن جب تحفہ دیا جائے تو اسے قبول کرلیا جائے۔پہلی قسم کی تعلیم پر اجر ملتا ہے اور انبیاے کرام کا عمل اسی پر تھا۔دوسری قسم میں اختلاف ہے،لیکن راجح اس کا جائز ہونا ہی ہے۔تیسری قسم کے جائز ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے،کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے لیے مُعلِّم تھے اور

آپ ﷺ تحفہ قبول فرمایا کرتے تھے۔''

(الإتقان في علوم القرآن : 357/1، الهيئة المصريّة العامّة للكتاب، 1974ء)

۞ علامہ، ابو الحسن، محمد بن عبد الہادی، سندھی حنفی رحمہ اللہ (م : 1138ھ) سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

دَلِيلٌ لِّمَنْ يُّحَرِّمُ أَخْذَ الْأُجْرَةِ عَلَى الْقُرْآنِ وَيَكْرَهُهُ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَرَخَّصَ فِيهِ الْمُتَأَخِّرُونَ مِنْ أَهْلِ مَذْهَبِهِ كَذَا قِيلَ : وَالْأَقْرَبُ أَنَّهُ هَدِيَّةٌ، وَلَيْسَ بِأُجْرَةٍ مَّشْرُوطَةٍ فِي التَّعْلِيمِ، فَهُوَ مُبَاحٌ عِنْدَ الْكُلِّ، وَحُرْمَتُهُ لَا تَسْتَقِيمُ عَلٰى مَذْهَبٍ، وَلَا يَتِمُّ قَوْلُ مَنْ يَّقُولُ : إِنَّهُ دَلِيلٌ لِّأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

''کہا گیا ہے کہ یہ حدیث اُن لوگوں کی دلیل ہے جو قرآنِ کریم پر اُجرت کو حرام و مکروہ قرار دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے، جب کہ متاخرین احناف نے اس میں رخصت دی ہے۔ لیکن (میں سندھی کہتا ہوں :) حق کے قریب ترین بات یہ ہے کہ اس حدیث میں تحفے کا ذکر ہے، تعلیم پر مشروط اُجرت کا نہیں اور تحفہ قبول کرنا تو سب مسلمانوں کے ہاں جائز ہے۔ اس کو حرام کہنا کسی بھی (فقہی) مذہب میں درست نہیں۔ لہٰذا جو لوگ اس حدیث کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل قرار دیتے ہیں، ان کی بات درست نہیں۔''

(حاشية السندي على سنن ابن ماجه : 2/8-9، دار الجيل، بيروت)

۞ نیز اس حدیث کے حوالے سے لوگوں کی طرف سے ذکر کیے گئے مختلف مفہوم ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

كَذَا قَالُوا، قُلْتُ : لَفْظُ الْحَدِيثِ لَا يُوَافِقُ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ عِنْدَ التَّأَمُّلِ، أَوِ الْأَقْرَبُ أَنَّهُ يُقَالُ : إِنَّ الْخِلَافَ فِي الْأُجْرَةِ، وَأَمَّا الْهَدِيَّةُ؛ فَلَا خِلَافَ لِأَحَدٍ فِي جَوَازِهَا .

''یوں انہوں نے (اس حدیث کے مختلف مفہوم بیان کرتے ہوئے) کہا ہے۔لیکن میں کہتا ہوں غور کرنے پر حدیث کے الفاظ ان میں سے کسی بھی مفہوم کا ساتھ نہیں دیتے۔یہ کہنا ہی قرینِ صواب ہے کہ اختلاف تو اُجرت میں ہے،تحفہ قبول کرنے کے جواز میں تو کسی ایک مسلمان نے بھی اختلاف نہیں کیا(اور اس حدیث میں تحفے ہی کا ذکر ہے،لہٰذا اسے اُجرت کے حرام ہونے پر کیسے پیش کیا جا سکتا ہے؟)۔''

(أيضًا : 9/2)

ثابت ہوا کہ سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو وعید مذکور ہے،اس کا تعلق قرآنی تعلیم اور دینی اُمور پر اُجرت سے کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔

② سیدنا عُبادہ رضی اللہ عنہ مہاجر صحابی رضی اللہ عنہ کو صرف تعلیم نہیں دیتے تھے،بل کہ رہائش بھی مہیا کرتے تھے۔حدیث کے واضح الفاظ ہیں :

فَكَانَ مَعِيَ فِي الْبَيْتِ .

''وہ شخص میرے ساتھ میرے گھر میں رہتا تھا۔''

③ آپ رضی اللہ عنہ صرف رہائش ہی مہیا نہیں کرتے تھے،بل کہ مہاجر صحابی کو کھانا بھی کھلاتے تھے۔حدیث کے صریح الفاظ ہیں :

أُعَشِّيهِ عَشَاءَ أَهْلِ الْبَيْتِ .

''میں اسے گھر والوں کی طرح کھانا کھلاتا تھا۔''

یاد رہے کہ سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ نے رہائش اور کھانے کا ذکر پہلے اور تعلیم کا بعد میں کیا ہے۔

یعنی مہاجر صحابی نے سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کا جو احسان محسوس کیا، اس کا سبب تعلیم سے بھی پہلے رہائش اور کھانے کی فراہمی تھی۔ اگر بالفرض اس تحفے کو اُجرت ہی پر محمول کر لیا جائے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ رہائش اور کھانے کا معاوضہ لینا بھی حرام ہے؟ کیا اسے بھی دین فروشی اور دوکان داری قرار دیا جا سکتا ہے؟

③ تعلیم میں بھی صرف قرآنی تعلیم کا ذکر نہیں، بل کہ کتابت سکھانے کا بھی ذکر ہے اور کتابت سکھانے پر اُجرت سب مسلمانوں کے ہاں بالاتفاق جائز ہے۔

اگر بالمحال اس حدیث میں مذکور تحفے کو اُجرت پر اور اس میں موجود وعید کو قرآنی تعلیم کی اُجرت ہی پر منطبق کیا جائے تو یہ ضروری طور پر رہائش، کھانے اور کتابت پر بھی منطبق ہو جاتی ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعید میں رہائش، کھانے، کتابت اور قرآنی تعلیم میں کوئی فرق نہیں کیا۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات تو طے ہو گئی ہے کہ اس حدیث میں دینی تعلیم پر اُجرت کا نہ تو ذکر ہے، نہ اس پر کوئی وعید۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس حدیث میں قرآنی تعلیم پر اُجرت پر وعید نہیں کی گئی، تو وعید کا اصل سبب کیا ہے؟ اس سلسلے میں درجِ ذیل نکات قابلِ غور ہیں۔

① اصحابِ صفہ بہت مفلس لوگ تھے۔ یہ لوگ تو پہلے ہی دوسرے صحابہ کرام کے صدقات وخیرات پر گزارا کرتے تھے۔ ایسے طالب علموں سے کچھ لینا ان کے افلاس کی وجہ سے ناجائز تھا، قرآنی تعلیم کی بنا پر نہیں۔

② سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے مہاجر صحابی کو قرآنِ کریم کی تعلیم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی حکم کی تعمیل میں دی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یہ کہ ان سے معاوضہ لینے کے حق میں

نہیں تھے،بل کہ اس حوالے سے صحابہ کرام کو کسی قسم کا کوئی مال قبول نہ کرنے کی نصیحت بھی کی ہوئی تھی۔حدیث کے الفاظ اس کی طرف واضح اشارہ کرتے ہیں۔

آپ پڑھ آئے ہیں کہ جب کمان تحفۃً پیش کی گئی تو سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کے ذہن میں فوراً یہی ممانعت آئی،اسی لیے انہوں نے دِل میں کہا کہ یہ کوئی مال تو ہے نہیں کہ مہاجر صحابی سے قبول کرنے میں کوئی قباحت ہو اور یہی بات انہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بھی عرض کی کہ اللہ کے رسول! یہ کوئی مال تو ہے نہیں، اس لیے میں اسے قبول کرنے کے حوالے سے پوچھنے آیا ہوں۔لیکن چونکہ اصحابِ صفہ اس قدر مفلس تھے کہ کمان بھی ان کے لیے ایک بیش قیمت چیز تھی،لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول کرنا بھی سختی سے منع فرما دیا۔

سیدنا عُبادہ رضی اللہ عنہ کے ذہن میں اس تحفے کو قبول کرنے کے حوالے سے جو کسک تھی،اس کا سبب خاص اصحابِ صفہ سے تعلیم کے عوض مال لینے سے ممانعت تھی،ورنہ تحائف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی پیش کیے جاتے تھے اور آپ انہیں قبول فرماتے تھے۔اس صورتِ حال میں بھی سیدنا عُبادہ کا تحفہ قبول کرنے میں تامل کرنا بتا رہا ہے کہ یہاں کوئی مخصوص وجہ تھی اور وہ یہی تھی کہ اصحابِ صفہ نادار لوگ تھے،صرف اُن سے کچھ قبول کرنا منع فرمایا گیا تھا۔

❁ فقیہ و محدث،حافظ،ابو سلیمان،حمد بن محمد،خطابی رحمہ اللہ (319-388ھ) مختلف توجیہات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَتَأَوَّلُوا حَدِيثَ عُبَادَةَ ---، وَأَهْلُ الصُّفَّةِ قَوْمٌ فُقَرَاءُ، كَانُوا يَعِيشُونَ بِصَدَقَةِ النَّاسِ، فَأَخْذُ الرَّجُلِ الْمَالَ مِنْهُمْ مَّكْرُوهٌ، وَدَفْعُهُ إِلَيْهِمْ مُّسْتَحَبٌّ.

''اہل علم نے حدیثِ عبادہ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ۔۔۔اہل صفہ مفلس لوگ

تھے،جن کا گزر بسر دوسرے لوگوں کے صدقات و خیرات پر ہوتا تھا۔ایسے لوگوں سے مال لینا ناپسندیدہ اور (ان کی طرف سے بخوشی دیے گئے) مال کو (بھی) انہیں واپس لوٹانا پسندیدہ عمل ہے۔"(معالم السنن : 99/3، المطبعة العلميّة، حلب، 1932ء)

✿ علامہ،ابوابراہیم محمد بن اسماعیل،امیر صنعانی رحمہ اللہ (1099-1182ھ) اہل علم کی توجیہات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

وَفِي أَخْذِ الْأُجْرَةِ مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ بِخُصُوصِهِمْ كَرَاهَةٌ وَّدَنَائَةٌ، لِأَنَّهُمْ نَاسٌ فُقَرَاءُ، كَانُوا يَعِيشُونَ بِصَدَقَةِ النَّاسِ، فَأَخْذُ الْمَالِ مِنْهُمْ مَّكْرُوهٌ.

"صرف اہل صفہ سے اُجرت (یا تحفہ) لینا مکروہ اور ناپسندیدہ تھا،کیوں کہ وہ خود فقرا تھے،جن کا گزر بسر لوگوں کے صدقات پر ہوتا تھا،لہٰذا ان سے مال لینا ناپسندیدہ کیا گیا۔"(سبل السلام في شرح بلوغ المرام : 117/2، دار الحديث)

اگرچہ اہل علم نے اس حوالے سے دیگر کئی توجیہات بھی پیش کی ہیں،لیکن مذکورہ توجیہ ہی کافی وشافی ہے۔

ویسے بھی جب قرآنی دَم پر معاوضے کی بابت رسولِ اکرم ﷺ سے استفسار کیا گیا تو آپ ﷺ نے جواب میں صرف ہاں پر اکتفا نہیں کیا،بل کہ صراحتاً قرآنِ کریم کی اُجرت کو نام لے کر بہترین اُجرت قرار دیا۔جب کہ اس حدیث میں اگر قرآنی تعلیم پر اُجرت لینے کی وعید ہوتی تو آپ ﷺ ضرور اسی طرح صراحتاً ہی قرآنی تعلیم پر اُجرت کو آگ کا طوق اور انگارہ قرار دیتے،لیکن ایسا کچھ بھی منقول نہیں۔

حیرت ہے کہ جن لوگوں کے لیے قرآن پر اُجرت کے جواز کا صریح فرمانِ رسول ﷺ

دلیل نہیں بن سکا، وہ کس منہ سے ایک ایسی حدیث کو اپنے حق میں دلیل بنانے پر اصرار کر رہے ہیں، جس کا اپنا سیاق ان کے استدلال کو یکسر غلط قرار دے رہا ہے؟

② قرآنِ کریم کی تلاوت کا معاوضہ :

قرآنِ کریم کی تلاوت پر معاوضہ لینا جائز نہیں، جیسا کہ :

❀ سیدنا عبد الرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا :

«اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ، وَلَا تَغْلُوا فِيهِ، وَلَا تَجْفُوا عَنْهُ، وَلَا تَأْكُلُوا بِهٖ، وَلَا تَسْتَكْثِرُوا بِهٖ».

''قرآنِ کریم کی قراءت کرو، اس میں غلوّ کرو نہ اس سے دُوری اختیار نہ کرو، نہ اس کے ذریعے کھاؤ اور نہ اس کے ذریعے زیادہ مال کی خواہش رکھو۔''

(مسند الإمام أحمد : 288/24، 437، 439، 441، رقم الحديث : 15529، 15666، 15668، 15670، مؤسّسة الرسالة، بيروت، 2001ء؛ مسند أبي يعلٰى الموصلي : 88/3، رقم الحديث : 1518، دار المأمون للتراث، دمشق، 1984ء، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ''قوی'' قرار دیا ہے۔

(فتح الباري : 101/9، دار المعرفة، بيروت، 1379ھ)

اس حدیث میں صاف طور پر قرآن کی قراءت کا ذکر ہے، لہٰذا اسے کتاب اللہ کی تعلیم اور دینی اُمور پر اُجرت کے خلاف پیش نہیں کیا جا سکتا، اس میں تو تعلیم کے معاوضے کا ذکر تک موجود نہیں۔

قرآنِ کریم کے دَم اور اس کی تعلیم پر اُجرت جائز و حلال ہے۔ائمہ دین میں سے جنھوں نے کوئی بات کی ہے،وہ صرف قراءت کے بارے میں کی ہے اور اس میں بھی اہل علم کی آرا مختلف ہیں۔بعض اس حدیث کو ناحق کھانے پر بھی محمول کرتے ہیں،یعنی جو قرآن پڑھ کر ناحق کھائے،جس طرح یہود ونصاریٰ اللہ تعالیٰ کی آیات میں تحریف کر کے کھاتے تھے،وہ حرام ہے،جب کہ دَم کر کے کھانے کو تو رسول اللہ ﷺ نے خود حق،یعنی جائز کھانا قرار دیا ہے،جسے ہم تفصیلاً ذکر کر چکے ہیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ دَم میں بھی قراءت ہی ہوتی ہے۔

③ بعض قرآني آيات سے استدلال :

بعض لوگوں نے کچھ قرآنی آیات سے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے،جیسا کہ؛

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾

(الشعراء 26 : 109، 127، 145، 164، 180)

''(ہر نبی نے کافروں سے فرمایا:) میں تم سے اس تبلیغِ دین پر کسی اُجرت کا سوال نہیں کرتا۔میرا اجر تو رب العالمین ہی کے پاس ہے۔''

یہ اور اس طرح کی دیگر آیات قطعاً دینی اُمور پر اُجرت کو حرام قرار نہیں دیتیں،کیوں کہ ان میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں،جس میں حرمت کی طرف ادنیٰ اشارہ بھی ہو۔ان آیات میں تو کفار کو خطاب ہے،جو دین سے بیزار تھے اور تبلیغِ دین کو سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے،انہیں فرمایا گیا کہ تمہیں مفت میں خیر و بھلائی پہنچائی جا رہی ہے،اس پر کسی قسم کا کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگا جا رہا،کیا وجہ ہے کہ تم پھر بھی اس سے گرانی و تنگی محسوس کرتے ہو اور اعراض

سے کام لیتے ہو؟

اِن کفار سے اگر اُجرت طلب کی جاتی تو وہ اسے بوجھ محسوس کرتے،جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ﴾ (الطور 52 : 40)

''(اے نبی!) کیا آپ اُن سے کسی اُجرت کا سوال کرتے ہیں کہ وہ تاوان کے بوجھ تلے دبے جاتے ہیں؟''

لیکن مسلمانوں کا معاملہ کفار ومشرکین سے یکسر مختلف ہے۔مسلمان تو اہل علم کے ساتھ مالی تعاون کو انفاق فی سبیل اللہ سمجھ کر سعادتِ دارین خیال کرتے ہیں اور انفاق فی سبیل اللہ منافقوں پر گراں ہوتا ہے نہ کہ پختہ مسلمانوں پر۔

پھر ان آیات میں صرف اورصرف مفت میں تبلیغِ دین کی بات ہوئی ہے۔اس سے کون انکار کرتا ہے؟ مفت میں تبلیغ کو سب افضل واعلیٰ عمل سمجھتے ہیں اور اسے ہر جگہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے،لیکن اس سے اُجرت کا ناجائز ہونا کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟

اگر کوئی کاریگر اپنے محلے کے کسی لڑکے کو کہے کہ میں تمھیں مفت میں فلاں ہنر سکھاتا ہوں اور وہ پھر بھی سیکھنے میں تعرض سے کام لے،تو وہ یہی کہے گا کہ میں اس بھلائی پر تم سے کسی معاوضے کا طلب گار نہیں ہوں،پھر تم کیوں اس سے گریزاں ہو؟ اُس کاریگر اور ہُنر مند کی یہ خیرخواہی قابل قدر بھی ہوگی اور قابل ذکر بھی،لیکن اس سے ہُنر سکھانے کی اُجرت ناجائز و حرام نہیں ہوسکتی۔

اس بات کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی ڈاکٹر یا طبیب فلاحِ عامہ کے سلسلے میں

مفت علاج کرے تو اس کا یہ عمل افضل و اعلیٰ ضرور ہو گا اور اس کی یہ نیکی لوگوں کے لیے بطور مثال پیش کی جائے گی، لیکن یہ سب کچھ دوسرے طبیبوں کی فیس اور اُجرت کے ناجائز وحرام ہونے کا سبب تو نہیں بن سکتا۔

❀ اس قرآنی آیت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے:

﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيَاتِیْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّاِيَّایَ فَاتَّقُوْنِ﴾ (البقرة 2 :41)

''میری آیات کے بدلے میں تھوڑی قیمت وصول نہ کرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔''

حالانکہ یہاں رسولِ اکرم ﷺ کے ہم عصر اہل کتاب کی بات ہو رہی ہے اور اس آیت کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ اللہ کی کتاب کی تعلیم پر اُجرت لیتے تھے، اس لیے اُن کو یہ حکم سنایا گیا، بل کہ وہ لوگ تو نبی اکرم ﷺ سے شدید حسد اور طلبِ دنیا کی بنا پر کتاب پر ایمان ہی نہیں رکھتے تھے۔ وہ تو اللہ کی کتاب میں لفظی و معنوی تحریف کے مرتکب ہوتے تھے۔ تب ہی تو ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور وہ بندر اور خنزیر بنا دیے گئے۔ وہ تو کتاب کی آیات کا من پسند مطلب اخذ کر کے لوگوں کا مال ناحق طریقے سے ہڑپ کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ تنبیہ فرمائی کہ تم دنیا کی چند روزہ جاہ و عیش کی خاطر کتاب اللہ کو بیچ کر اپنی آخرت برباد نہ کرو۔ تم خواہ جتنا بھی کما لو، وہ تھوڑا ہے، کیوں کہ آخرت کے مقابلے میں متاعِ دنیا جتنا بھی ہو، قلیل ہی ہے۔

درجِ ذیل آیات میں اہل کتاب کی رَوَش کا تفصیلی تذکرہ ہوا ہے:

❀ ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾ (البقرة 2 : 79)

''ان لوگوں کے لیے تباہی ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے (نازل شدہ) ہے تا کہ اس کے ذریعے تھوڑی قیمت حاصل کر سکیں۔ جو ان کے ہاتھوں نے لکھا، اس کی وجہ سے بھی ان کے لیے ہلاکت ہے اور جو وہ کماتے ہیں، اس کی بنا پر بھی ان کے لیے بربادی ہے۔''

❁ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (البقرة 2 : 174)

''جو لوگ اللہ کی نازل کردہ کتاب کو چھپاتے اور اس کے بدلے میں تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، بلاشبہ وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھرتے ہیں، روزِ قیامت اللہ تعالیٰ نہ اُن سے کلام فرمائے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔''

❁ ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ﴾ (آل عمران 3 : 187)

''جب اللہ نے اُن لوگوں سے وعدہ لیا جنہیں کتاب دی گئی تھی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں،توانہوں نے اسے پسِ پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے میں تھوڑی قیمت حاصل کر لی۔بہت بُرا ہے جو وہ سودا کرتے ہیں۔''

❀ ﴿اِشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (التوبة 9 : 9)

''انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے میں تھوڑی قیمت حاصل کی اور اس کے راستے سے روکا۔بلاشبہ بہت بُرا ہے جو وہ کرتے ہیں۔''

اِن آیات پر غور کرنے سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ کتاب اللہ کے بدلے میں تھوڑی قیمت لینے سے مراد دنیاوی اغراض کے بدلے کتاب اللہ کی آیات کو چھپانا اور ان میں لفظی و معنوی تبدیلی وتحریف ہے۔

اس کی اصل تفسیر بیان کرتے ہوئے مفسر قرآن،امام،اسماعیل بن عبد الرحمٰن بن ابو کریمہ، سدی رحمہ اللہ (م:127ھ) فرماتے ہیں:

وَلَا تَأْخُذُوا طَمَعًا قَلِيلًا عَلٰى أَنْ تَكْتُمُوا مَا أَنْزَلْتُ .

''تم میری نازل کردہ آیات کو چھپا کر تھوڑا (دنیاوی) فائدہ نہ لو۔''

(تفسير الطبري : 345/10، مؤسّسة الرسالة، بيروت، 2000ء، وسندهٗ حسنٌ)

خود امام،ابوجعفر،محمد بن جریر،طبری رحمہ اللہ (224-310ھ) نے یہ تفسیر کی ہے:

فَاتَّقُونِ فِي بَيْعِكُمْ آيَاتِي بِالْخَسِيسِ مِنَ الثَّمَنِ، وَشِرَائِكُمْ بِهَا الْقَلِيلَ مِنَ الْعَرَضِ، وَكُفْرِكُمْ بِمَا أَنْزَلْتُ عَلٰى رَسُولِي وَجُحُودِكُمْ نُبُوَّةَ نَبِيِّي، أَنْ أُحِلَّ بِكُمْ مَّا أَحْلَلْتُ بِأَسْلَافِكُمُ الَّذِينَ سَلَكُوا سَبِيلَكُمْ مِّنَ الْمَثُلَاتِ وَالنَّقِمَاتِ.

''تم میری آیات کو ادنیٰ قیمت میں فروخت کرتے ہو اور اُن کے بدلے میں تھوڑا سامان حاصل کرتے ہو، میں نے اپنے رسول پر جو وحی نازل کی ہے، اس کے ساتھ کفر کرتے ہو اور میرے نبی کی نبوت کا انکار کرتے ہو، لہٰذا اس بات سے ڈرو کہ میں تمہارے اوپر بھی وہی عبرت ناک سزائیں اور عذاب نازل کر دوں، جو تم سے پہلے اُن لوگوں پر نازل کی تھیں، جنہوں نے تمہارے جیسی رَوش اختیار کی تھی۔''

(أیضًا: 566/1)

لہٰذا اس آیت کی یہ تفسیر کرنا کہ دینی اُمور پر اُجرت لینا حرام ہے، قرآنِ کریم کی معنوی تحریف اور احادیثِ صحیحہ و فہم سلف کی صریح مخالفت ہے۔

حیرانی تو اس بات پر ہے کہ یہ سارے دلائل اسلافِ امت اور ائمہ دین کے پیش نظر تھے، لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی دینی اُمور پر اُجرت کا حرام ہونا ثابت نہیں کیا۔ ہم کیسے تسلیم کر لیں کہ وہ سب ان آیات کی صحیح تفسیر سے ناآشنا رہے اور اصل تفسیر تکفیریوں کے سمجھ میں آ گئی، جو اسلافِ امت کو ''دین فروش'' اور ''دوکان دار'' قرار دیتے ہیں؟

اسلافِ امت سب سے بڑھ کر ورع و تقویٰ والے تھے، علم میں فائق اور دین پر عمل

کرنے میں بے تکلف تھے۔اگر ان دلائل سے تعلیم قرآن اور دینی اُمور پر اُجرت کا حرام ہونا ثابت ہوتا تو وہ ضرور اس کے قائل ہوتے۔

✿ عظیم تبع تابعی، شیخ الاسلام، عبد الرحمٰن بن عمرو، اوزاعی رحمہ اللہ (م : 157ھ) کی یہ نصیحت تکفیریوں کے لیے بہت قابل غور ہے:

عَلَيْكَ بِآثَارِ مَنْ سَلَفَ، وَإِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ، وَإِيَّاكَ وَآرَاءِ الرِّجَالِ، وَإِنْ زَخْرَفُوا لَكَ بِالْقَوْلِ .

''آپ اسلاف کے آثار کو لازم پکڑے رکھیے، اگر چہ لوگ آپ کو چھوڑ جائیں اور آپ بعد والوں کی آرا سے بچ کر رہیے، اگر چہ وہ اپنی بات کو (اپنے تئیں دلائل سے) مزین کر کے پیش کریں۔''

(الشريعة للآجري، باب ذمّ الجدال والخصومات في الدين : 145/1، دار الوطن، الرياض، 1999ء، جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البرّ، باب ما جاء في ذمّ القول في دين اللّٰه تعالٰی بالرأي والظنّ والقياس : 1071/2، دار ابن الجوزي، السعوديّة، 1994ء، شرف أصحاب الحديث للخطيب، ص : 7، دار إحياء السنّة النبويّة، أنقرة، الإحكام في أصول الأحكام لابن حزم : 52/6، 53، دار الآفاق الجديدة، بيروت، المدخل إلى السنن الكبرٰی للبيهقي، باب ما يذكر في ذمّ الرأي وتكلّف القياس في موضع النصّ، ص : 199، دار الخلفاء للكتاب الإسلامي، الكويت، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ :

یاد رہے کہ اس آیت کی تفسیر میں امام، ابو العالیہ، ریاحی رحمہ اللہ کی طرف یہ قول منسوب ہے :

لَا تَأْخُذُوا عَلَيْهِ أَجْرًا .

''تم اس پر اُجرت نہ لو۔''(تفسير الطبري :565/1)

لیکن یہ قول امام موصوف سے ثابت نہیں، کیوں کہ اس کے راوی ربیع بن انس کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ (م: 354ھ) لکھتے ہیں:

وَالنَّاسُ يَتَّقُونَ حَدِيثَهُ مَا كَانَ مِنْ رِّوَايَةِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْهُ، لِأَنَّ فِيهَا اضْطِرَابٌ كَثِيرٌ.

''اہل علم اس کی اُن احادیث سے بچتے ہیں، جو ابو جعفر نے اس سے بیان کی ہیں، کیوں کہ ان میں بہت زیادہ اضطراب ہے۔''

(الثقات: 228/4، دائرة المعارف العثمانيّة، الهند، 1973ء)

یہ روایت بھی ابو جعفر عیسیٰ بن ابو عیسیٰ، رازی نے ربیع بن انس سے بیان کی ہے، لہٰذا یہ روایت مضطرب و مردُود ہے۔

④ نصوص کے مقابلے میں ایک قیاس:

دینی اُمور پر اُجرت کے جواز کی صریح نصوص فہم سلف کی روشنی میں ذکر کی جا چکی ہیں۔ بعض لوگ ان نصوص کو اپنے اس قیاس کی بنا پر ردّ کرتے ہیں کہ نماز و روزہ اللہ کو راضی کرنے والے کام ہیں، جس طرح اِن پر اُجرت لینا جائز نہیں، اسی طرح دینی اُمور بھی رضائے الٰہی کے لیے سرانجام دیے جاتے ہیں، لہٰذا اِن پر بھی اُجرت جائز نہیں۔

حالانکہ نصوص کے خلاف قیاس کرنا جائز ہی نہیں، پھر یہ قیاس ہے بھی غلط، کیوں کہ نماز و روزہ انسان کے اپنے ساتھ خاص ہوتا ہے، جب کہ تعلیم کا دوسرے کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے۔

✿ مشہور مفسر، علامہ، ابو عبد اللہ، محمد بن احمد، قرطبی رحمہ اللہ (600-671ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا مَا احْتَجَّ بِهِ الْمُخَالِفُ مِنَ الْقِيَاسِ عَلَى الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ؛ فَفَاسِدٌ، لِأَنَّهُ فِي مُقَابَلَةِ النَّصِّ، ثُمَّ إِنَّ بَيْنَهُمَا فُرْقَانًا؛ وَهُوَ أَنَّ

الصَّلَاةَ وَالصَّوْمَ عِبَادَاتٌ مُّخْتَصَّةٌ بِالْفَاعِلِ، وَتَعْلِيمُ الْقُرْآنِ عِبَادَةٌ مُّتَعَدِّيَةٌ لِّغَيْرِ الْمُعَلِّمِ، فَتَجُوزُ الْأُجْرَةُ عَلٰى مُحَاوَلَتِهِ النَّقْلَ، كَتَعْلِيمِ كِتَابَةِ الْقُرْآنِ.

''رہا مخالفین کا نماز و روزے پر قیاس کو دلیل بنانا تو وہ فاسد ہے، کیوں کہ یہ نص کے مقابلے ہے۔ پھر نماز و روزے اور قرآنی تعلیم میں فرق ہے؛ وہ یہ کہ نماز اور روزہ تو ایسی عبادات ہیں، جو کرنے والے کے ساتھ خاص ہیں، جب کہ قرآن کی تعلیم ایسی عبادت ہے جو سکھانے والے کے غیر (سیکھنے والے) کی طرف متعدی ہوتی ہے۔ لہٰذا اسے سکھانے کی کوشش پر اُجرت جائز ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم کی کتابت سکھانے کی اُجرت لینا جائز ہے۔''

(الجامع لأحكام القرآن «تفسير القرطبي» :335/1، دار الكتب المصريّة، القاهرة، 1964ء)

الحاصل :

دینی اُمور پر اُجرت لینا دینا جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔ امتِ مسلمہ میں سے صرف بعض متقدمین احناف نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا تھا، لیکن اسے بھی متأخرین نے ردّ کر دیا اور دینی اُمور پر اُجرت کو جائز قرار دیا۔

عصر حاضر میں بعض تکفیری لوگوں نے احناف کے وہ دلائل چُرا کر اہل حق پر طعن و تشنیع کی کوشش کی ہے، جن کو خود احناف نے ردّ کر دیا ہے۔ اپنی اس کاوش میں وہ پیغمبر اسلام ﷺ، اسلاف امت اور ائمہ دین و محدثین کی گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ نیز انہوں نے حلت و حرمت، جس کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اسے اپنے ہاتھ میں لینے کی سعی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں احادیثِ صحیحہ اور فہم سلف پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے۔ آمین!

قارئین کے سوالات

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال :

کیا حالتِ نشہ میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

جواب :

اگر نشہ اس قدر ہو کہ طلاق دینے والے کو معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، تو ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:

دلیل نمبر ① :

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ (النساء 4 : 43)

''ایمان والو! تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ اس بات کو جاننے لگ جاؤ جو تم کہہ رہے ہو۔''

شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (691-751ھ) فرماتے ہیں:

فَجَعَلَ سُبْحَانَهٗ قَوْلَ السَّكْرَانِ غَيْرَ مُعْتَبَرٍ، لِأَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ مَا يَقُولُ.

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نشے میں دھت شخص کی بات کو غیر معتبر قرار دیا ہے، کیوں کہ وہ جو کہہ رہا ہوتا ہے، اسے جانتا نہیں ہوتا۔''

(زاد المعاد في هدي خير العباد : 5/190)

شارحِ صحیح بخاری، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (773-852ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ يَأْتِي السَّكْرَانُ فِي كَلَامِهِ وَفِعْلِهِ بِمَا لَا يَأْتِي بِهِ وَهُوَ صَاحٍ، لِقَوْلِهِ تَعَالٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقولُونَ، فإِنَّ فِيهَا دَلَالَةً عَلٰى أَنَّ مَنْ عَلِمَ مَا يَقُولُ؛ لَا يَكُونُ سَكْرَانًا .

''نشے میں دھت شخص سے ایسے اقوال وافعال سرزد ہو جاتے ہیں کہ ہوش وحواس میں وہ ایسا نہیں کرسکتا۔اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ (النساء 4 : 43)(یہاں تک کہ تم جاننے لگ جاؤ جو تم کہہ رہے ہو)۔اس فرمانِ باری تعالیٰ میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ جو شخص اپنی بات کو جان رہا ہو، وہ نشے میں نہیں ہوتا۔''(فتح الباري : 390/9)

معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ نشے میں دی گئی طلاق کے واقع نہ ہونے کی دلیل ہے، کیوں کہ اس وقت آدمی کو اپنے کہے کا کوئی پتا نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر ② :

سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا مِّنْ أَسْلَمَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ : إِنَّهٗ قَدْ زَنٰى، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَتَنَحّٰى لِشِقِّهِ الَّذِي أَعْرَضَ، فَشَهِدَ عَلٰى نَفْسِهٖ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، فَدَعَاهُ، فَقَالَ : «هَلْ بِكَ جُنُونٌ؟۔۔۔» .

''اسلم قبیلہ کا ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد میں تشریف فرما تھے۔اس نے آ کر بتایا کہ اس سے زنا سرزد ہو گیا ہے۔
آپ ﷺ نے اس سے چہرۂ مبارک موڑ لیا۔وہ شخص اس طرف آ گیا جدھر آپ ﷺ
نے چہرۂ مبارک کیا تھا اور چار دفعہ قسم اٹھائی۔آپ ﷺ نے اسے بلا کر پوچھا: کیا
تمہیں جنون تو لاحق نہیں؟''(صحيح البخاري: 5270، صحيح مسلم: 1691)

امامِ اہل اسلام، محمد بن اسماعیل، بخاری رحمہ اللہ (194-256ھ) اس حدیث پر ان الفاظ
سے باب قائم فرماتے ہیں:

بَابُ الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ، وَالسَّكْرَانِ وَالْمَجْنُونِ وَأَمْرِهِمَا، وَالْغَلَطِ وَالنِّسْيَانِ فِي الطَّلَاقِ والشِّرْكِ وَغَيْرِهِ .

''زبردستی اور مجبور کر کے لی گئی طلاق، نشے میں دھت اور مجنون کی طلاق، نیز
طلاق اور شرک وغیرہ میں غلطی اور بھول چوک کا بیان۔''

اس کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِشْتَمَلَتْ هٰذِهِ التَّرْجَمَةُ عَلٰى أَحْكَامٍ يَّجْمَعُهَا أَنَّ الْحُكْمَ إِنَّمَا يَتَوَجَّهُ عَلَى الْعَاقِلِ الْمُخْتَارِ الْعَامِدِ الذَّاكِرِ، وَشَمَلَ ذٰلِكَ الِاسْتِدْلَالُ بِالْحَدِيثِ، لِأَنَّ غَيْرَ الْعَاقِلِ الْمُخْتَارِ لَا نِيَّةَ لَهٗ فِيمَا يَقُولُ أَوْ يَفْعَلُ، وَكَذٰلِكَ الْغَالِطُ وَالنَّاسِي وَالَّذِي يُكْرَهُ عَلَى الشَّيْءِ .

''امام بخاری رحمہ اللہ کی اس تبویب میں بہت سے احکام موجود ہیں، جن کا خلاصہ یہ
ہے کہ شریعت کا حکم اس شخص پر لاگو ہوتا ہے، جو ذی شعور ہو، اپنے اختیار اور مرضی
سے کام کر رہا ہو، نیز وہ ہوش وحواس میں ہو۔(نیت والی) حدیثِ نبوی سے
استدلال بھی ان چیزوں کا اثبات کرتا ہے، کیوں کہ جو ذی شعور نہ ہو اور اپنی مرضی

واختیار سے کچھ کر رہا ہو،اس کے قول وفعل میں اس کی نیت شامل نہیں ہوتی۔ یہی حکم غلطی سے،بھول چوک کر یا مجبور ہو کر کسی کام کو کرنے والے کا ہے۔''

(فتح الباري : 389/9)

اگر مجنون اپنے بارے میں زنا کرنے کا اعتراف کرے تو اس پر حد بھی لاگو نہیں ہو گی، لہٰذا ایسے شخص کی دی گئی طلاق بالاولیٰ واقع نہیں ہو گی۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے : اللہ کے رسول! مجھے پاک کر دیجیے۔انہوں نے چار بار یہی بات دوہرائی تو؛

قَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ : «فِيمَ أُطَهِّرُكَ؟» فَقَالَ : مِنَ الزِّنٰى ، فَسَأَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «أَبِهِ جُنُونٌ؟»، فَأُخْبِرَ أَنَّهُ لَيْسَ بِمَجْنُونٍ، فَقَالَ : «أَشَرِبَ خَمْرًا؟»، فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْكَهَهُ، فَلَمْ يَجِدْ مِنْهُ رِيحَ خَمْرٍ، قَالَ : فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «أَزَنَيْتَ؟»، فَقَالَ : نَعَمْ، فَأَمَرَ بِهِ، فَرُجِمَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا : میں تمہیں کس چیز سے پاک کروں؟ انہوں نے عرض کیا : زنا سے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا : کیا اسے پاگل پن تو لاحق نہیں؟ صحابہ کرام نے بتایا کہ وہ پاگل نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا : کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟ ایک شخص کھڑا ہوا اور ان کا منہ سونگھا،لیکن شراب کی بُومحسوس نہیں کی۔اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا : کیا تم نے زنا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا : جی ہاں۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجم کرنے کا حکم

فرمایا۔ چناں چہ انہیں رجم کر دیا گیا۔'' (صحیح مسلم: 1695)

امام، احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ، ابوبکر، بیہقی رحمہ اللہ (384-458ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فَبَيِّنٌ فِي هٰذَا أَنَّهُ قَصَدَ إِسْقَاطَ إِقْرَارِهِ بِالسُّكْرِ، كَمَا قَصَدَ إِسْقَاطَ إِقْرَارِهِ بِالْجُنُونِ، فَدَلَّ أَنْ لَّا حُكْمَ لِقَوْلِهِ.

''اس حدیث میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح جنون میں کیے گئے اقرار کو کالعدم قرار دینے کا ارادہ فرمایا، اسی طرح نشے میں کیے گئے اقرار کو بھی کالعدم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نشے کی حالت میں کہی گئی بات پر شرعی حکم لاگو نہیں ہوگا۔'' (السنن الکبریٰ: 359/9)

حافظ، ابوسلیمان، حمد بن محمد بن ابراہیم، خطابی رحمہ اللہ (319-388ھ) فرماتے ہیں:

وَفِيهِ حُجَّةٌ لِّمَنْ لَّمْ يَرَ طَلَاقَ السَّكْرَانِ طَلَاقًا.

''اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل موجود ہے، جو نشے میں دھت شخص کی طلاق کو معتبر نہیں سمجھتے۔'' (معالم السنن: 321/3)

دلیل نمبر ③ :

سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ شراب کی حرمت سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اونٹنی کو قتل کر دیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی شکایت کی تو؛

فَطَفِقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُومُ حَمْزَةَ فِيمَا فَعَلَ، فَإِذَا حَمْزَةُ قَدْ ثَمِلَ، مُحْمَرَّةً عَيْنَاهُ، فَنَظَرَ حَمْزَةُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ، فَنَظَرَ إِلٰى رُكْبَتِهِ، ثُمَّ صَعَّدَ

النَّظَرَ، فَنَظَرَ إِلٰى سُرَّتِهٖ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ، فَنَظَرَ إِلٰى وَجْهِهٖ، ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ : هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِّأَبِي، فَعَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَدْ ثَمِلَ، فَنَكَصَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرٰى، وَخَرَجْنَا مَعَهٗ.

''رسول اللہ ﷺ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان کے فعل پر ملامت کرنے لگے۔وہ نشے میں تھے،ان کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف (سرسری نظر سے) دیکھا۔پھر اپنی نظر تھوڑی اوپر اٹھائی اور آپ ﷺ کے گھٹنوں کو دیکھا،پھر تھوڑی اور اوپر اٹھائی تو آپ ﷺ کی ناف تک نظر گئی،پھر اور اٹھائی تو آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کو دیکھا،پھر کہنے لگے:تم سب تو میرے والد کے غلام ہو۔رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ نشے میں ہیں۔آپ ﷺ الٹے پاؤں واپس لوٹ آئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہی واپس آ گئے۔''

(صحيح البخاري :3091، صحيح مسلم : 1979)

حافظ،ابوسلیمان،حمد بن محمد بن ابراہیم،خطابی رحمہ اللہ (319-388ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدِ احْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ بَعْضُ مَنْ ذَهَبَ إِلٰى إِبْطَالِ طَلَاقِ السَّكْرَانِ، وَزَعَمَ أَنَّ أَقْوَالَهُ الَّتِي تَكُونُ مِنْهُ فِي حَالِ السُّكْرِ لَا حُكْمَ لَهَا، قَالَ : وَلَوْ كَانَ يَلْزَمُهٗ أَقْوَالُهٗ؛ لَكَانَ حَمْزَةُ حِينَ خَاطَبَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا خَاطَبَهٗ بِهٖ مِنَ الْقَوْلِ خَارِجًا مِّنَ الدِّينِ.

''جو لوگ نشے کی حالت میں طلاق دینے والے شخص کی طلاق کو کالعدم قرار دیتے ہیں،ان میں سے بعض نے اس حدیث سے بھی دلیل لی ہے اور کہا ہے کہ نشے کی

حالت میں کہے گئے اقوال پر کوئی شرعی حکم نافذ نہیں ہو گا۔اگر اس حالت میں کہے گئے اقوال کا کچھ اثر ہوتا تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طریقے سے مخاطب کیا تھا،اس وجہ سے وہ دین سے خارج ہو جاتے (لیکن نشے کی حالت میں کہنے کی وجہ سے ان کی بات کالعدم ہو گئی اور گستاخی شمار نہیں ہوئی)۔''

(معالم السنن : 26/3)

شارحِ صحیح بخاری،علامہ عینی،حنفی(762-855ھ) لکھتے ہیں :

وَأَشَارَ بِهٰذَا إِلَى الِاسْتِدْلَالِ بِأَنَّ السَّكْرَانَ لَا يُؤَاخَذُ بِمَا صَدَرَ مِنْهُ فِي حَالِ سُكْرِهٖ، مِنْ طَلَاقٍ وَّغَيْرِهٖ.

''امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو پیش کر کے اس استدلال کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نشے میں دھت شخص کا حالتِ نشہ میں طلاق وغیرہ جیسے اقوال وافعال پر مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا۔''(عمدة القاري شرح صحيح البخاري : 252/20)

شارحِ صحیح بخاری،حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ھ)فرماتے ہیں :

وَهُوَ مِنْ أَقْوٰى أَدِلَّةِ مَنْ لَّمْ يُؤَاخِذِ السَّكْرَانَ بِمَا يَقَعُ مِنْهُ فِي حَالِ سُكْرِهٖ مِنْ طَلَاقٍ وَّغَيْرِهٖ.

''یہ ان لوگوں کی سب سے قوی دلیل ہے،جو نشے والے آدمی کے حالتِ نشہ میں طلاق وغیرہ جیسے افعال پر مؤاخذہ کرنے کے قائل نہیں۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 391/9)

دلیل نمبر ④ :

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

لَيْسَ لِلْمَجْنُونِ وَلَا لِلسَّكْرَانِ طَلَاقٌ .

''مجنون اور نشے میں دھت شخص کی کوئی طلاق نہیں۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي : 359/7، وسندهٗ حسنٌ)

تابعین میں سے قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق (مصنّف ابن أبی شيبة : 38/5، وسندهٗ صحيحٌ)، عمر بن عبد العزیز اور امام عطا بن ابو رباح (مصنّف ابن أبی شيبة : 38/5، وسندهٗ صحيحٌ) رحمہم اللہ بھی حالتِ نشہ میں دی گئی طلاق کے واقع ہونے کے قائل نہیں تھے۔

فائدہ :

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حالتِ نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دی تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس پر حد بھی قائم کی اور اس کی طلاق کو بھی لاگو کر دیا۔

(سنن سعيد بن منصور : 1106)

اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، کیوں کہ سلیمان بن یسار کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

تنبیہ :

تابعین میں سے حسن بصری، محمد بن سیرین، سعید بن مسیّب، ابراہیم نخعی اور جعفر بن مہران وغیرہ سے ثابت ہے کہ وہ حالتِ نشہ میں دی گئی طلاق کے واقع ہونے کے قائل تھے۔

شاید ان ائمہ کی مراد یہ ہو کہ اگر نشہ اس قدر ہو کہ طلاق دینے والے کو اپنے ادا کیے گئے الفاظ کا بخوبی علم ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

یہی صحیح اور درست بات ہے کہ نشے کی کئی حالتیں ہوتی ہیں۔ نشہ اگر تھوڑا ہو اور طلاق دینے والے کو معلوم ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی، طلاق کے واقع نہ ہونے کا تعلق اس شخص سے ہے، جسے نشے کی وجہ سے بالکل ہوش نہ رہا ہو۔